لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین

ہر خشک و تر کا علم اس کتاب مبین میں موجود ہے۔

البیان فی تفسیر قلب القرآن

مصنف

علامہ مفتی شیخ محمد شفیق ([illegible])

ایم اے عربی، اسلامیات و فاضل بھیرہ شریف

صدر مدرس جامعہ اسلامیہ مجددیہ رضویہ

چھواری، میرپور آزاد کشمیر

مکتبہ جمال کرم

داتا دربار مارکیٹ لاہور

Ph 042-7324948

Mob 0321-4300441

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

93155

نام کتاب: ـــــــــ البیان فی تفسیر قلب القرآن

نام مصنف: ـــــــــ علامہ مفتی شیخ محمد شفیق

کمپوزنگ: ـــــــــ حافظ محمد یاسین

ناشر: ـــــــــ محمد مسعود تابش (میرپور A.K)

نظر ثانی: ـــــــــ حافظ و قاری علامہ غلام حسین سیفی

قیمت: ـــــــــ

ملنے کے پتے

مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
042-7324948

Marfat.com

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات
16	انتساب
17	عرض مصنف
19	تقریظ
20	خطبہ
29	تعارف سورۃ یٰس
29	نام
29	نزول کا زمانہ
29	سورت مذکور کا جداگانہ انداز
29	بنیادی مضامین
30	اثبات بعث ونشور
31	مناظر ومؤثرات کا بیان
31	سرمایہ دارانہ ذہنیت کی عکاسی
32	رسول اللہ ﷺ کو تسلی وتشفی
33	فضائل سورۃ یٰس
36	سورۃ یٰس ایات ۱ تا ۱۲
37	یٰس کی مختلف تفسیریں
38	حروفِ مقطعات کی بحث
41	حروفِ مقطعات سے آغاز کرنے کی حکمت

Marfat.com

حضور ﷺ کی قسم اٹھانے کی وجہ آپ کی تعظیم ہے	41
کیا حضور کو حروف مقطعات کا علم تھا؟	43
سورت کا حسین آغاز	44
عظمت رسول اور قرآن کی قسم	44
آپ ہی کا راستہ سیدھا ہے	46
تنزیل کا معنی ومفہوم	46
نزول قرآن کا مقصد	47
ایک شبہ کا ازالہ	48
فھم غفلون کا معنی	49
قول الحق کے دو معنی	50
آیت کی لغوی تحقیق	51
شان نزول	52
طوق کا معنی اور مفہوم آیت	53
آگے پیچھے دیوار کھڑی کرنے کا معنی	54
موانع کی اقسام	54
کفار کے لئے انذار وعدم انذار کا برابر ہونا	55
سلیم الفطرت کے لئے انذار کا مفید ہونا	55
خشی الرحمٰن فرمانے کی حکمت	56
رحمٰن ورحیم کا فرق	56
منکرین حشر کا رد	60
آثار کی دو تفسیریں	61

Marfat.com

آثار معنوی	61
بدعت کا لغوی اور شرعی مفہوم	62
آثار قدم	66
سورۃ یٰس ایات ۱۳ تا ۳۲	69
کیا مرسلین عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادہ تھے؟	71
رسولوں کی بشریت پر اعتراض اور اس کا جواب	72
کیا نبی عام بشر کی طرح ہے؟	76
حضور کو عام بشر کہنے کا حکم	79
آیت میں موجود احتمالات اور معنی آیت	80
رسولوں کی یقین دہانی اور کفار کا انکار	81
کفار کا انبیاء پر اتہام	82
تطیر کا معنی اور بدشگونی کا حکم	83
فال پکڑنے کا ثبوت	85
فال اور تطیر میں فرق	86
قرآن سے فال پکڑنا	88
ہر شخص کے گلے میں اس کا اعمال نامہ ہوگا	89
مرد حر کا نعرہ مستانہ	93
وہ مرد پاکباز کون تھا؟	94
اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے	95
فطرت کی نسبت اپنی طرف کرنے اور رجوع کی نسبت کفار کی طرف کرنے کی وجہ	96

Marfat.com

کفار کے عقیدۂ بد کی تردید	96
مسئلہ شفاعت کی وضاحت	97
حق کی قوت و بے باکی	101
مژدۂ جانفزاء	102
دخول جنت کا مطلب	103
دعوت حق اور جذبہ خیر خواہی	104
تبلیغ کے راہنماء اصول	108
حکمت کے ساتھ تبلیغ کرنا	108
موعظۂ حسنہ	109
مجادلہ بطریق احسن	109
لوگوں کی تین اقسام	109
نرم بات چیت	110
دین کو آسان بنا کر پیش کرنا	111
عدم اکراہ	112
مبلغ کی بے غرضی و دلسوزی	113
تدریج کا عمل	114
مبلغ کے اوصاف	115
صحیح العقیدہ ہونا	115
حق کی بصیرت	116
باعمل شخصیت	117
جذبہ ایثار و قربانی	118

Marfat.com

باوقار شخصیت	119
قلبی تڑپ	120
تعصب سے بالاتر ہونا	121
صبر واستقامت	122
خدا کی نصرت وتائید پر ایمان	122
پاکیزہ کردار	123
تبلیغ کے مواقع تلاش کرنا	124
عصر حاضر کے مبلغین کا طریقہ اور اس کا اثر	126
ولی اللہ کی شہادت اور غضب الٰہی	127
معجزہ وکرامت کی تعریف	127
معجزہ وکرامت میں فرق	128
بدر وحنین میں نزول ملائکہ کی حکمت	128
کفار کا انبیاء کا استہزاء وتمسخر اڑانا	129
گزشتہ امتوں کی ہلاکت اور درس عبرت	130
سورۂ یٰس ایات ۳۳ تا ۵۰	131
تکوینی دلائل سے توحید پر استدلال	133
مردہ زمین کے احیاء سے استدلال	133
موت کا معنی ومفہوم	134
کھجور کی اہمیت قرآن میں	137
کھجور کی اہمیت حدیث میں	138
کھجور کی اہمیت جدید طب میں	140

Marfat.com

○ کھجور کی مؤمن کے ساتھ مشابہت	141
○ شکر کا معنی	143
○ شکر کی فضیلت قرآن میں	144
○ شکر کی فضیلت حدیث میں	145
○ شکر مزید نعمتوں کے حصول کا ذریعہ	147
○ حدیث کی روشنی میں شکر مزید نعمتوں کے حصول کا ذریعہ	148
○ ناشکری زوال نعمت کا سبب	149
○ بندوں کا ناشکرا خدا کا ناشکرا	150
○ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر بجالایا نہیں جاسکتا	151
○ سُبحٰن کا معنی	151
○ نباتات کے اندر تذکیر و تانیث	152
○ نباتات میں عمل لواقح	153
○ حضور ﷺ کا کھجور کی پیوند کاری سے ممانعت	154
○ احادیث پر وارد ہونے والے اشکال کا جواب	155
○ جمادات اور مادہ میں بھی زواج کا عمل کارفرما ہے	156
○ گردش لیل و نہار سے توحید پر استدلال	156
○ گردش لیل و نہار کو بطور دلیل پیش کرنے کی حکمت	160
○ تسخیر شمس سے استدلال	161
○ اسم زمان کی صورت میں معنی	161
○ زیر عرش سجود شمس پر وارد ہونے والے اشکال کا جواب	164
○ مفتی شفیع دیوبندی کا جواب	165

Marfat.com

○ علامہ غلام رسول سعیدی کا جواب	166
○ چاند کے گھٹنے بڑھنے سے توحید پر استدلال	167
○ شمسی تقویم	168
○ قمری تقویم	169
○ فلک کے معنی	170
○ فلاسفہ اور قدیم طبیعین کے نزدیک فلک کی تعریف	171
○ علماء اسلام کے نزدیک فلک کی تعریف	172
○ جدید تحقیقات نظریہ قرآن کی مؤید	174
○ سمندری جہازوں سے توحید پر استدلال	176
○ ذریت کا معنی اور مفہوم	176
○ فلک سے کونسی کشتی مراد ہے؟	177
○ من مثلہ سے جدید ذرائع نقل وحمل کا ثبوت	178
○ سمندری جہازوں سے سفر اللہ کی رحمت سے ممکن ہے	179
○ دعوت نظر وفکر اور کفار کا حق سے اعراض	180
○ انفاق کا حکم اور کفار کا استہزاء	181
○ سرمایہ دارانہ ذہنیت کی عکاسی	183
○ انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت قرآن میں	184
○ انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت حدیث میں	185
○ بخل کے حرکات	187
○ مال کی محبت	188
○ فقر کا خوف	189

Marfat.com

بخل کی مذمت قرآن میں	192
بخل کی مذمت حدیث میں	193
انفاق فی سبیل اللہ کے آداب	196
رضائے الٰہی کا حصول	196
خلوص نیت	198
پسندیدہ مال کا خرچ کرنا	200
احسان جتلانے اور دل آزاری کی ممانعت	202
میانہ روی اختیار کرنا	205
سائل سے نرمی کا سلوک کرنا	208
کفار کا قیامت کا استہزاء اور اس کا جواب	209
قرب قیامت کی نشانیاں	210
امام مہدی علیہ السلام کا خروج	211
دجال کا خروج	214
حیاتِ خضر	216
دجال مکہ و مدینہ میں داخل نہ ہوگا	217
دجال کی ہلاکت	219
نزول عیسیٰ علیہ السلام	219
خروج یاجوج وماجوج	224
قرآن میں یاجوج ماجوج کا ذکر	224
سورج کا مغرب سے طلوع ہونا	228
سورج کے مغرب سے طلوع کرنے کی حکمت	232

Marfat.com

○ خروج دابۃ الارض	233
○ وقتِ خروج اور جائے خروج	233
○ شکل و ماہیت	236
○ خروج نار	237
○ نفخہ اولیٰ	239
○ نفخوں کی تعداد	241
○ تین نفخوں کے قائلین کے دلائل	242
○ دو نفخوں کے قائلین کے دلائل	244
○ سورۃ یٰس ایات ۵۱ تا ۶۷	247
○ نفخہ، موت و حیات دونوں کا سبب ہوگا	249
○ آیت کی لغوی تشریح	249
○ معنی آیت	250
○ ایک شبہ کا ازالہ	250
○ دو نفخوں کے درمیان وقفہ	251
○ وقوع قیامت اور کفار کا واویلا	252
○ عذاب قبر کا ثبوت قرآن سے	253
○ عذاب قبر کا ثبوت حدیث سے	253
○ احادیث سے عذاب قبر پر استدلال	256
○ عذاب قبر کی نفی پر دلالت کرنے والی آیات کا صحیح مفہوم	258
○ عذاب قبر کی نفی پر عقلی دلائل کا جواب	259
○ عذاب قبر روح کو ہوگا یا روح مع الجسد کو	260

Marfat.com

اموات قبروں میں دنیاوالوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں	261
سماع موتی کا ثبوت قرآن سے	263
سماع موتی کا ثبوت حدیث سے	268
سماع موتی کے عدم جواز پر دلائل کا جواب	276
وقوع قیامت اور کفار کی حسرت میں اضافہ	282
قیامت کا اچانک وقوع پذیر ہونا	284
کیفیت نشور	284
شفاعت کبریٰ	286
یوم حساب کی کیفیت	291
دیدار الٰہی	292
پل صراط	294
شفاعت برائے دخول جنت	295
جنت کے اوصاف	296
جنت کے بازار	298
دخول نار کی کیفیت	299
سب سے آخری جنتی	301
جہنم کی کیفیت	301
اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت	302
قیامت عدل وانصاف کا دن ہوگا	303
شغل کا معنی ومفہوم	304
مومنوں کی عظمت شان اوران پر انعامات الٰہی	307

Marfat.com

ازواج کی تخصیص کی وجہ	307
ظل کا معنی اور مفہوم آیت	308
اریکہ کا معنی ومفہوم	310
سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی اور سلام الٰہی ہوگا	311
کفار کی سوء منزلت اور مسلمانوں سے الگ ہونا	313
مشرکین کی تبکیت اور لاجواب کرنا	315
ایک شبہ کا ازالہ	316
عہد حالی	317
عہد مقالی	317
شیطان کی عبادت کا معنی	320
آیت کا مدعا	322
اعضاء وجوارح کی گواہی	222
اللہ تعالیٰ کی قدرت	326
سورۃ یٰس ایات ۶۸ تا ۸۳	329
تنکیس کا معنی ومفہوم	331
انسانی زندگی کے مختلف مدارج سے توحید پر استدلال	331
انبیاء وعلماء ارزل العمر نہیں ہوتے	333
شعر کا لغوی واصطلاحی مفہوم	334
کیا رسول اللہ شاعر ہیں؟	335
قرآن شعر نہیں ہے	337
شاعری اور نبوت دو الگ اصناف ہیں	338

Marfat.com

شاعر اور نبی کے کلام کا امتیازی فرق	338
شاعری رسول کے شایان شان نہیں ہے	340
حضورﷺ کے موزوں و مقفیٰ کلام کی توجیہ	341
حضورﷺ کا بطور تمثیل اشعار پڑھنا	343
حضورﷺ کا اشعار سننا	346
صحابہ کرام کے اشعار	351
اشعار کا حکم	353
قرآن کتاب رشد و ہدایت	355
نزول قرآن کا مقصد	356
توحید پر مشاہداتی دلائل	357
ملکیت میں اصل اللہ تعالیٰ کی دین ہے	358
کفران نعمت اور کفر و شرک	359
من دونہ کا مصداق کون ہے؟	363
تدعون بمعنی تعبدون ہے	364
من دون اللہ کا مصداق اصحاب قبور نہیں	365
من دون اللہ سے اصحاب قبور مراد لینا صحیح نہیں	367
مومن بتوں کو سب و شتم کیا کرتے تھے	368
بت اور ان کے عابد قیامت کے روز ایک دوسرے پر لعنت کریں گے	369
مکہ میں قبر پرستی کا رواج نہ تھا	371
کفار اور ان کے معبود جہنم کا ایندھن ہوں گے	371
کیا ود، سواع، یعوث، یعوق و نسر قوم نوح کے صالحین تھے؟	373

Marfat.com

○ عرب لات مناۃ اور عزیٰ کی عبادت کرتے تھے	377
○ عرب درحقیقت شیاطین کی عبادت کرتے تھے	382
○ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلہ سے مراد عیسیٰ وعزیر علیہما السلام نہیں ہیں	385
○ حضور کی دلجوئی اور عظمت رسول	388
○ ابتدائے آفرینش سے بعث پر استدلال	389
○ سبب نزول	390
○ تخلیق انسانی سے بعث پر استدلال	392
○ منکرین بعث کی دو اقسام	392
○ ضدین کے ایک دوسرے سے خروج سے استدلال	396
○ زمین وآسمان کی تخلیق سے بعث پر استدلال	397
○ کن فیکون کا معنی	399
○ اللہ تعالیٰ کا کلام اصوات وحروف کا محتاج نہیں ہے	400
○ حضور کا لفظ کن پر تصرف	402
○ آصف برخیا کا کن پر تصرف	403
○ اولیاء اللہ کا ''کن'' پر تصرف	404
○ سبحٰن کا معنی ومفہوم	405
○ تسبیح کا معنی	406
○ اللہ تعالیٰ سبحٰن ہے	407
○ تسبیح وتحمید کی فضیلت	408
○ مآخذ ومراجع	411

☆☆☆

Marfat.com

انتساب

اپنے پیرومرشد ضیاء الأمت جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے نام جن کی علمی، ادبی اور روحانی ضیاء پاشیوں سے ہزاروں بندگان خدا مستفید ہوئے۔

اپنے والدین کریمین کے نام جن کی علم دوستی، تربیت، خلوص، اور دعاہائے نیم شبی کی بدولت بندۂ ناچیز قلم وقرطاس اٹھانے کے قابل ہوا۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

شیخ محمد شفیق

Marfat.com

عرض مصنف

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس ذات نے ہمیں اشرف المخلوقات میں پیدا فرمایا، اپنے محبوب نبی آخر الزمان رحمت دو عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں پیدا فرما کر ہم پر احسان عظیم فرمایا، اس پر مستزاد یہ کہ ہمیں دین متین کی سمجھ بوجھ عطا فرما کر اس کی خدمت کی حتی المقدور توفیق عطا فرمائی، **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم**۔

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ مجھ جیسا کوتاہ ہمت و بے بضاعت اس کار عظیم کا متحمل نہیں ہو سکتا، علمائے اعلام نے اپنی اپنی زندگیاں اس کے اسرار و رموز کی پردہ کشائی کرنے، اس میں موجود دقائق، علوم و حکم اور معارف کو سمجھنے اور اپنے اپنے فنی ذوق کے مطابق ان پر روشنی ڈالنے میں صرف کیں اس کے باوجود وہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور حق کیوں کر ادا ہو سکتا ہے خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"و لو أن ما فی الأرض من شجرة أقلام و البحر یمد من بعده سبعة أبحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ سمیع علیم"

اور اگر زمین میں موجود سارے درخت قلمیں بن جائیں اور سارے سمندر سیاہی اور اس کے بعد سات سمندر مزید، تو بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے بے شک اللہ تعالیٰ سمیع و علیم ہے

بندہ ناچیز کو اس کار عظیم کا مکلف استاذ العلماء مفتی خالد محمود خالد عم فیوضھم مہتمم ادارہ معارف القرآن کراچی نے ایک نیک دل خاتون کی ایماء پر بنایا، بندہ ناچیز کو اپنی علمی کم مائگی بلکہ بے بضاعتی کے باوجود سر تسلیم خم کرنا پڑا، قبلہ مفتی صاحب نے کمال شفقت کرتے ہوئے نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ رہنمائی کا فریضہ بھی سرانجام دیا، لائبریری بھی میرے حوالے کی اور مطلوبہ

Marfat.com

کتب کی عدم موجودگی کی صورت میں خرید فرمادیں، **فجزاھم اللہ خیر جزاء۔**

اس کتاب کی تیاری اور اس کے منصۂ شہود پر آنے میں میرے ساتھ جن دیگر افراد نے تعاون کیا ان میں میرے نہایت ہی مہربان اور مخلص بھائی جناب علامہ مولانا عبدالحمید نورانی، مولانا عبد الرحمن صدیقی نورانی، مولانا فخر الدین، برادر محترم مولانا وسیم شوکت صاحب ہیں جنھوں نے نہ صرف کئی ایک کتب فراہم کیں بلکہ میرے حوصلوں کو بھی جلا بخشی، میں ان سب کا مشکور ہوں، جناب برادر صغیر الحافظ و القاری علامہ غلام حسین سیفی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے بالخصوص اس کتاب کو منصۂ شہود پر لانے کے لئے بے پناہ کوششیں کیں، میں جناب ڈاکٹر محمد صحبت خان کوہاٹی صاحب اور جناب علامہ مولانا عبدالستار السعیدی عم فیوضھم کا بھی بے حد ممنون احسان ہوں جنھوں نے تقاریظ لکھ کر میری حوصلہ افزائی کی، اور جناب الحاج محمد الیاس اور جناب الحاج محمد رفیق صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ رضویہ چکسواری آزاد کشمیر کا بھی شکر گزار ہوں بالخصوص عزیزم محمد مقصود تابش کا جس کے مالی تعاون سے یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہوئی، اس موقع پر اگر میں اپنے محترم و محتشم، و مربی و محسنی برادر اکبر جناب العلامہ والقاری عبدالرؤف آزاد کا شکریہ ادا نہ کروں تو بہت بڑی زیادتی ہوگی جنہوں نے میری تربیت کی، علوم دینیہ کے حصول کی طرف مائل کیا، ہر موقع پر میری حوصلہ افزائی کی اور مجھے اس مقام تک پہنچانے میں ان کا سب سے زیادہ حصہ ہے **فجزاھم اللہ أحسن الجزاء۔**

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذات پاک میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے ذریعہ نجات اور میرے اور میرے والدین و اساتذہ کیلئے صدقہء جاریہ بنائے اور مجھے دین اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین

Marfat.com

تقریظ

از علامہ مولانا ڈاکٹر محمد صحبت خان کوھاٹی مدیر ماھنامہ کاروان قمر کراچی

باسمہ الکریم

سورہ یسین اس اعتبار سے کلام رب العلمین کی سب سے ممتاز سورت ہے کہ اسے جان دو عالم ﷺ نے قلب القرآن کا لقب عطا فرمایا، پھر اس کے اجر وثواب کو اس شان سے بڑھایا کہ فرمایا: " من قرأ یٰس کتب الله بقرأتها قرائة القرآن عشر مرات "

جس نے " یٰس " کی تلاوت کی اس کی قرأت سے اللہ تعالیٰ دس بار قرآن پاک کے پڑھنے کا ثواب لکھ دیتا ہے

سورہ یٰس بیماروں کے لئے شفا، دردمندوں کے لئے دوا، قریب المرگ لوگوں کے لئے آسانی کا وسیلہ اور تلاوت کرنے والوں کے لئے اجر وثواب کا ذخیرہ ہے

اس منفرد، ممتاز، اجر وثواب سے بھرپور، معانی ومعارف سے معمور سورت کے تعارف، اس کے مختلف ناموں کی پہچان اس میں بیان شدہ مضامین، اس کا معنی ومفہوم، اس کی تفسیر وتشریح اور اس کے متعلقات کی تعبیر وتفصیل پر مشتمل ہمارے عزیز شفیق العلماء حضرت مولانا شیخ محمد شفیق کشمیری مدظلہ العالی نے پیش نظر کتاب " البیان فی تفسیر قلب القرآن " تالیف فرمائی اور خواہش ظاہر کی کہ یہ خطا کار اس پر کوئی تبصرہ کرے ان شاء اللہ جب یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئے گی تو ہم بصد شوق " ماھنامہ کاروان قمر " میں اس پر تبصرہ کریں گے اس کی افادیت کو اجاگر کرنے کے لئے اشتہار دیں گے اور اس پیام محبت کو عام کرنے میں اپنا حصہ ملائیں گے شائد اس طرح کچھ حق ادا ہو پائے، ورنہ اس علمی شاھکار پر ہم جیسا بے علم اور اس سے زیادہ بے عمل بھلا کیا رائے دے سکتا ہے، سچ اور حق تو یہ ہے کہ فاضل مؤلف نے جن بلند

Marfat.com

پا یہ کتب تفسیر، حدیث، سیرت اور تاریخ سے استفادہ کیا ہے ان میں سے بیشتر کی تو ہم نے آج تک زیارت بھی نہیں کی، ان کا مطالعہ تو بہت دور کی بات ہے **اللھم زد فزد**

یہ کتاب ہمارے استاذ ذی شان علامہ مفتی خالد محمود خالد صاحب دامت فیوضھم کے حکم پر کسی سعادت مند خاتون کی تحریک پر لکھی گئی، کریم مولا سورہ یسین کی برکتوں سے انھیں مالا مال فرمائے۔ آمین

مولانا محمد شفیق میرے قریبی دوست مولانا عبدالرؤف آزاد کے برادر صغیر ہیں یہ ان کا صدقہ جاریہ بھی ہیں، ملک کی ممتاز دینی درسگاہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سرگودہا کے فاضل ہیں اور اس میں مولانا آزاد کی محنتیں امنگیں، کاوشیں اور خدمتیں شامل ہیں انھیں اپنے عظیم بھائی کی ہر نیکی کا اجر مل رہا ہے اور ان شاء اللہ ملتا رہے گا، میں اس عظیم کتاب پر اظہار رائے کے لئے کبھی تیار نہ ہوتا، مگر مولانا آزاد کی عقیدتوں اور محبتوں اور ''قمر الاسلام'' کی نسبتوں نے اسیر کر رکھا ہے باوجود کوشش کے مجھ سے انکار نہ ہو سکا، حالانکہ جس محنت اور محبت سے انھوں نے یہ علمی اور تحقیقی کام مکمل کیا ہے میرا جی چاہتا ہے انھیں اس انداز سے داد دوں کہ وہ خوش ہو کر اس سے بڑھ کر دینی خدمات انجام دینے کے لئے متحرک ہو جائیں۔

بلاشبہ قرآن کریم تمام علوم کا جامع ہے اس سمندر علم و عرفان میں جو شخص جس قدر غوطہ زن ہوتا ہے اپنے مطلب کے موتی ڈھونڈ لیتا ہے، فاضل مؤلف نے بھی سورہ یٰس کی برکت سے بے شمار کتابوں کو کھنگھالا اور انھیں قدم قدم پر علمی جواہرات حاصل ہوئے۔

میں سارا مسودہ تو نہ دیکھ پایا جہاں کہیں سے پڑھا معلومات میں اضافہ ہوا، زبان سادہ اور سلیس ہے کہیں کہیں جملے یہ احساس دلاتے ہیں کہ پختہ کار قلم نے انھیں نہیں لکھا، مگر جو معلومات یکجا کی گئی ہیں اس سے کوئی انکار نہیں کر پاتا، مثلاً صفحہ نمبر ۱۴۴ پر ''سورہ مذکور کا جداگانہ انداز'' والا پیراگراف پوری طرح سمجھ نہ آیا۔

میری دعا ہے کہ پاک اور فیاض پروردگار جل جلالہ اپنے حبیب علیہ الصلاۃ والتسلیم کے طفیل

Marfat.com

میرے عزیز کی اس کاوش کو قبولیت کا شرف بخشے پھر اسے اپنے بندوں کے لئے نافع بنائے مؤلف کو دونوں جہانوں کی سرفرازی عطا فرمائے۔آمین

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال والاکرام برادرم مولانا شیخ محمد شفیق سلمہ اللہ القدیر کو سورہ یاسین کے علاوہ سورۃ الفاتحہ، سورۃ الملک، سورۃ رحمٰن، سورۃ واقعہ، سورۃ الکوثر کی اسی شان سے تفسیر لکھنے کی توفیق بخشے۔آمین

ر السلام مع الاکرام

محمد صحبت خان کوھائی

ماھنامہ کاروان قمر دار العلوم قمر

الاسلام سلیمانیہ پنجاب کالونی کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان فی أحسن تقویم ، و جعل تاج الخلافة علی رأسه الی یوم الدین ، و أرسل لھدایته الأنبیاء و المرسلین بالصحف و الکتب و البراھین ، و الصلاة و السلام علی صاحب یٰسٓ خاتم الأنبیاء و المرسلین المبعوث الی الخلق کافة بشیرا و نذیرا و رحمة للعٰلمین أنزل علیه القران فیه ھدی وّ رحمة للعٰلمین۔

أما بعد: اللہ عزوجل نے جب اپنی حکمت کاملہ سے تخلیق انسان کا ارادہ فرمایا تو اسکی تخلیق سے قبل اس کی مادی ضروریات کو پورا کرنے کا بندوبست بھی فرمادیا، زمین وآسمان کو پیدا فرما کر سورج ، چاند، ستاروں، سیاروں، کوہساروں، مرغزاروں، کوہ ودمن، صحرا و دریا، معدنیات ونباتات، جمادات وحیوانات، الغرض انسان کی ضرورت کی ہر شے کو پیدا فرما کر انسان کے لئے مسخر کر دیا اور انسان کی خدمت کے لئے اسے مأمور کر دیا، اور انسان کو پیدا فرما کر اس کا وظیفہء حیات اپنی عبادت کو قرار دیا، ارشاد ربانی ہے [و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون] میں نے جن وانس کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ، یعنی انسان کو پیدا فرمانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان صرف اپنی مادی ضروریات وخواہشات کی تکمیل کے لئے ہی سرگرداں رہے بلکہ اس کی زندگی کا مقصد وحید اللہ تعالی کی زمین میں اس کی نیابت کرتے ہوے اس کے نظام کو نافذ کر کے خلافت فی الأرض کا فریضہ سرانجام دینا ہے خود اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ فرماتے ہوئے فرشتوں سے فرمایا تھا [انی جاعل فی الأرض خلیفة] میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جو زمین میں میری تعلیمات ومنشاء کے مطابق اپنا نظام حیات چلائے گا جس کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، سونا، جاگنا، انفرادی واجتماعی، عائلی ومعاشرتی، سیاسی وسماجی، معاشی وبین الاقوامی معاملات

98155

Marfat.com

،الغرض زندگی کا ہر ہر قدم میری تعلیمات وارشادات کے مطابق ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھا کہ یہ انسان مرور وقت کے ساتھ ساتھ تعلیمات الٰہی سے دور ہوتا رہے گا، راہ راست سے بھٹک جائے گا، احکامات الٰہی کو پس پشت ڈال دے گا، اوامر ونواہی کی پراہ نہیں کرے گا، اخلاقی بگاڑ کا شکار ہو جائے گا، اس کے عقائد متزلزل ہو جائیں گے، وہ ہوا و ہوس کا شکار ہو جائے گا، فسق و فجور، بے حیائی وعریانی، کفر وشرک، بدعت وضلالت، اخلاق رزیلہ و افعال سیئہ کی وادی میں بھٹک جائے گا، لہٰذا اس ذات بابرکات نے اپنی کمال حکمت سے انبیاء و رسل کی بعثت کا بھی بندوبست فرما لیا جو وقتاً فوقتاً بندگان خدا کی اصلاح اور انھیں راہ راست پر لانے کے لئے تشریف لاتے رہے، بھٹکے ہوؤں کو منزل مقصود کا پتہ دیتے رہے، گم کردہ راہوں کو منزل آشنا کرتے رہے، کفر وشرک کی اندھیری وادی میں ٹامکٹو ئیاں کھانے والوں کو توحید و رسالت کی شاہراہ مستقیم پر چلنے کی ہدایت فرماتے رہے، اور گمراہی وضلالت میں پڑے ہوؤں کو توحید کے نور سے آشنا کرتے رہے ۔یہ انبیاء ورسلان عظام اپنے اپنے وقتوں میں اپنی اپنی قوموں کو ہدایت فرماتے رہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات ان تک پہنچاتے رہے، انھیں اخلاقی و دینی اور روحانی مفاسد سے پاک کرتے رہے، یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر ہمارے نبی نبی آخر الزمان فخر کائنات سرور عالم رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس تک پہنچ کر اختتام پذیر ہو گیا، اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا آخری پیام بندگان خدا کی ہدایت کے لئے قرآن حکیم کی صورت میں نازل ہوا اور دین اپنی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے اپنی انتہا کو پہنچ گیا، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں یہ اعلان فرما دیا

[الیوم أکملت لکم دینکم و أتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا]

آج میں نے تم پر اپنا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا،

Marfat.com

گویا یہ اعلان کر دیا کہ دین اسلام اپنے تمام تقاضوں کے مطابق مکمل ہو گیا ہے اب اس صحیفہء رشد و ہدایت کے بعد کسی دوسرے دین، کسی دوسری شریعت، یا کسی دوسری کتاب ہدایت کی کوئی ضرورت بلکہ کوئی گنجائش ہی باقی نہیں ہے، یہ دین مکمل ہو چکا ہے انسانی زندگی سے متعلق تمام اصول و قوانین اس صحیفہء رشد و ہدایت میں رکھ دیئے گئے ہیں جن کی روشنی میں تا قیام قیامت راہنمائی حاصل کی جا سکے گی گویا قرآن کی صورت میں دیا گیا آئین و دستور حیات ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہے خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے [لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین] ہر خشک و تر کا علم اس کتاب مبین میں رکھ دیا گیا ہے

عبادات، معاملات، مناکحات، اخلاقیات، اقتصادیات، سیاسیات، مخاصمات، بیوع و شراع، جہاد، عائلی و بین الاقوامی معاملات، الغرض انسان کی ضرورت کی ہر ہر شے سے متعلق معلومات و ہدایات اس کتاب مبین میں رکھ دی گئی ہیں اور ہر لحاظ سے دین کو مکمل کر کے پایہء انتہا کو پہنچا دیا گیا ہے، لہٰذا جو کوئی بھی اس کے بعد اس کتاب کو چھوڑ کر کسی اور جگہ سے راہنمائی لے گا قوانین مرتب کرے گا، نظام حیات تشکیل دے گا، آئین و دستور مرتب کرے گا تو ہرگز اس سے قبول نہیں کئے جائیں گے، [و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ] جو اسلام کے علاوہ کسی اور (آئین، قانون، دستور العمل، رسم و رواج) کو اپنائے گا تو یہ اس سے قبول نہیں کئے جائیں گے۔

قرآن حکیم کا موضوع چونکہ انسان ہے اور اس میں انسان ہی کی راہنمائی کی گئی ہے اور اسے یہ باور کروایا گیا ہے کہ اسے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے احکامات کی پاسداری ہے، ساری کائنات اسی کی پیدا کردہ ہے اور اسی کے حکم کے تحت مسخر ہے اور وہی اس کا خالق و مالک ہے اور کائنات کی ہر شے اسی کے سامنے سربسجود ہے، اور اپنی اپنی شان کے مطابق اس کی حمد و ثنا میں رطب اللسان ہے [یسبح لہ ما فی السموٰت و الأرض] زمین و آسمان کی ہر شے زبان حال سے اس کی حمد و ثنا اور تسبیح و تحمید کرتی ہے اور اسی کے سامنے سرنگوں ہے، لہٰذا انسان کو بھی اسی خالق و مالک کی وحدانیت و الوھیت پر ایمان لا کر اس کے احکامات کی پاسداری کو

Marfat.com

اپنے لئے حرز جان بنالینا چاہئے اور مظاہر کائنات کے سامنے اپنی جبین نیاز کو جھکانے، ان سے استمداد کرنے، انکی عبادت کرنے اور انھیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے اجتناب کرنا اور یوم آخرت پر ایمان لانا چاہئے جو عدل کامل کا دن ہوگا اور ہر شخص کو اپنے کیئے کی جزا و سزا مل کر رہے گی، اس دن نہ تو حسب و نسب کام آئے گا اور نہ ہی جاہ وجلال اور مال و دولت، عزیز و اقارب، دوست احباب، رشتہ دار سب اپنی اپنی فکر میں ہوں گے، کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اذن دے رکھا ہوگا، اور شفاعت بھی ان کی ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہوں گے اور اس کے رسولوں اور ان پر اترنے والی کتابوں پر ایمان لاکر ان پر عمل پیرا ہوئے ہوں گے، نجات کا دارومدار فقط انبیاء کرام کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہی ہے۔

قرآن کئی ایک علوم وفنون کا گنجینہ ہے، علماء کرام نے اپنے اپنے ذوق سلیم اور فنی دلچسپی کے مطابق ہر ہر علم پر مفصل کتب تحریر کی ہیں اور تحقیقی مقالاجات تحریر فرمائے ہیں، رموز و دقائق کی پردہ کشائی فرمائی ہے، لیکن سب سے زیادہ جس چیز پر قرآنی آیات میں زور دیا گیا ہے وہ ایمانیات ہے، بلکہ مکی آیات میں تو توحید باری تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی خالقیت و مالکیت، یوم آخرت کے متحقق ہونے، حساب و کتاب کے برحق ہونے، جنت دوزخ کے ثبوت، اعمال صالحہ پر اجر وثواب اور افعال سیئہ و اعمال رزیلہ پر عذب الٰہی، رسلان عظام وانبیاء کرام کی رسالت ونبوت، انکے احوال، مساعی جمیلہ، سابقہ امم کے احوال، ان پر ہونے والے انعامات واکرامات، انکی پے در پے نافرمانیاں، تکذیب انبیا، وانکار قیامت، کتب وصحائف کی تردید پر ان کی ہلاکت اور عذاب الٰہی کا ذکر ملتا ہے نیز اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وخالقیت اور الوہیت باری تعالیٰ کے ثبوت کے لئے مظاہر کائنات کو بطور ثبوت پیش کیا گیا ہے اور انسان کو عقلی ونقلی، آفاقی وانفسی دلائل کے ذریعے راہ راست پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

مدنی سورتوں میں عبادات، معاملات، مناکحات، مخاصمات، وراثت، سیاسیات، معاشیات، اخلاقیات، عائلی وفوجداری قوانین اور جہاد سے متعلق احکامات کو زیر بحث لایا گیا ہے اور انسان کی راہنمائی کی گئی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایمانیات کو اسلامی عمارت میں بنیاد کی حیثیت حاصل

Marfat.com

ہے، اور باقی معاملات کو عمارت کے ڈھانچے کی حیثیت حاصل ہے اگر بنیاد ہی درست نہ ہو تو عمارت صحیح سمت نہیں اٹھائی جاسکتی اور نہ ہی وہ عمارت پائیدار ہوسکتی ہے، اسی لئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بندہ مومن کے لئے ایمان کو مستحکم کرنے کی تلقین فرمائی ازاں بعد احکامات کا مکلف فرمایا۔

سورۂ یٰسٓ بھی چونکہ مکی سورتوں میں سے ایک مہتم بالشان سورت ہے اس میں انھیں تین چیزوں پر زیادہ زور دیا گیا ہے یعنی توحید ورسالت اور یوم آخرت، اور اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ یہ کتاب مبین اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی ہے اس میں بیان کردہ احکامات من جانب الٰہی نازل شدہ ہیں اور انہیں بنیادی اعتقادات کے ثبوت کیلئے دلائل عقلیہ ونقلیہ، انفسی وآفاقی کا سہارا لیا گی ہے نیز سابقہ امم کے احوال، سورج چاند ستاروں کی حرکت، گردش لیل ونہار، سمندری جہازوں کا پانی کی موجوں سے اٹکیلیاں کرتے ہوئے ٹنوں وزن اٹھا کر دور دراز ملکوں تک لے جانا، خشک زمین میں حیات کا جاری کرنا، اور پھلوں، پھولوں سے لد جانا وغیرہ آفاقی دلائل سے توحید باری تعالیٰ کو ثابت کیا گیا ہے اور ایک سلیم فطرت آدمی کو ان دلائل کی روشنی میں توحید باری پر ایمان لائے بغیر چارہ ء کار ہی نہیں رہتا اور وہ ناچار اللہ تعالیٰ کی توحید والوہیت اور یوم آخرت پر ایمان لے آتا ہے اس کے ساتھ ساتھ منکرین یوم آخرت کے اعتراضات کا بھی تسلی بخش جواب دے دیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی رسالت میں شک وشبہ کرنے والوں، آپ ﷺ کو شاعر، ومجنون ہونے کا الزام لگانے والوں کی تردید کردی گئی ہے، اور قرآن مجید کو کتاب اللہ تسلیم نہ کرنے والوں کے شکوک وشبہات کا ازالہ بھی کیا گیا ہے اسی وجہ سے اس سورۂ مقدسہ کو قلب قرآن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

سورۂ یٰسٓ کی اسی اہمیت اور طرز استدلال کے پیش نظر ضرورت تھی کہ اس سورہ ء مقدسہ کو تفسیر وتشریح کے لئے منتخب کیا جائے، تاکہ عصر حاضر کے مادہ پرست انسان کو جو در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہے توحید ورسالت ویوم آخرت اور ان کے تقاضوں کو بھلا کر مادہ پرستی، فسق وفجور، بے راہ روی، ظلم وتعدی، اخلاقی بگاڑ، معاشرتی ناہمواری اور سیاسی عدم تحفظ کا شکار ہو چکا ہے کو آسمانی ہدایت سے آگاہ کیا جاسکے اور وہ آفاقی ہدایت سے اکتساب فیض کر کے قرب خداوندی حاصل کر

Marfat.com

سکے،اور دنیاوآخرت کی کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

امت مسلمہ اس وقت جس نازک صورتحال سے دوچار ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید سے اکتساب فیض کرنے اور اسکے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کو ترک کر دیا ہے اسلامی اقدار، روایات، رسوم ورواج اور شعائر اسلامی کو پس پشت ڈال دیا، اللہ تعالی کی وحدانیت اور اس قدرت، ملکیت، رزاقیت، الوھیت اور حاکمیت کو بھلا دیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے کی زحمت گوارا نہیں، اسوہ حسنہ کے مطابق زندگیوں کے گزارنے کو قدامت پسندی کہا جانے لگا ہے، شمشیر وسناں کی جگہ طاؤس ورباب نے لے لی ہے، اتباع رسول ﷺ کی جگہ اتباع یہود ونصاری پر فخر کیا جانے لگا ہے، رنگ ونسل زبان وعلاقائیت وجہ افتخار ٹھہری، یوم آخرت کو بھلا دیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان جو اوج ثریا پر متمکن تھے تحت الثریٰ میں گر گئے، ضرورت اس امر کی ہے کہ دوبارہ اس قرآن کی طرف رجوع کیا جائے، اسے الماریوں کی زینت بنانے، گھروں میں خیر وبرکت کے لئے رکھنے اور قسمیں اٹھانے کے بجائے اس کے معانی کو سمجھ کر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر منزل مقصود تک پہنچا جائے، بقول اقبال۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

اس سورہ مبارکہ کی تفسیر وتشریح کی محرکہ ایک محترمہ ہیں جن کی ایماء پر استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی **خالد محمود خالد** صاحب عم فیوضہم نے اس بارگراں کی ذمہ داری بندۂ ناچیز کے کندھوں پر ڈالی، اور آپ ہی کی شفقت، ہدایت، راہنمائی اور تعاون سے ہی میں اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے قابل ہوا آپ ہی نے مطلوبہ کتب فراہم کیں، بلکہ لائبریری بھی میرے حوالے فرمائی، اور لائبریری میں کتب کی عدم دستیابی کی صورت میں خرید فرمائیں **فجزاهم الله خير الجزاء**۔

اس کتاب میں موجود بعض مباحث کی طوالت محترمہ مذکورہ کی ایماء پر ہوئی ہے، جبکہ تمام اصل مباحث اور تحقیقات بندۂ ناچیز کی اپنی ہیں جن کی ذمہ داری بھی بندہ ناچیز ہی پر ہے محترمہ مذکورہ اور قبلہ مفتی صاحب اس سے بری الذمہ ہیں۔

Marfat.com

کتاب کی ترتیب وتدوین میں امہات الکتب کو پیش نظر رکھا گیا ہے، کتب تفسیر میں جامع البیان للطبری، الجامع لأحکام القران للقرطبی، تفسیر القران العظیم لابن أبی حاتم، تفسیر القران الکریم لابن کثیر، معالم التنزیل للبغوی، تفسیر الخازن، التفسیر الکبیر للامام رازی، احکام القران لابن عربی، احکام القران للجصاص، مدارک التنزیل للنسفی، البحر المحیط لابی الحیان الاندلسی، حاشیۃ الصاوی علی الجلالین، حاشیۃ الجمل علی الجلالین، تفسیر ابی سعود، روح المعانی، روح البیان، فی ظلال القرآن، تفہیم القرآن، اور ضیاء القرآن وغیرہا کتب تفسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اور کتب حدیث میں صحاح ستہ، مشکٰوۃ شریف، الترغیب والترہیب، فتح القدیر، عمدۃ القاری، ارشاد الساری، شرح صحیح مسلم للنواوی، وللسعیدی، اکمال المعلم، اکمال اکمال المعلم، مرقاۃ المفاتیح اور اشعۃ اللمعات وغیرہا کتب سے استفادہ کیا گیا ہے

سیرت ورجال کی کتب میں الاستیعاب لابن عبد البر، اسد الغابہ، الاصابہ، جواہر البحار، الشفاء للقاضی عیاض، نسیم الریاض، مواہب اللدنیہ، میزان الاعتدال، تھذیب الکمال، تھذیب التھذیب وغیرہا کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

متن قران کا ترجمہ سوائے ابتدائی چند ایات مقدسہ کے ضیاء القران سے ماخوذ ہے اسی طرح دوران تفسیر ایات کا ترجمہ بھی ضیاء القران ہی سے ماخوذ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بندہ ءناچیز کی اس حقیری کوشش کو اپنی جناب میں قبول فرما کر اسے میرے لئے، میرے والدین کے لئے، میرے اساتذہ کے لئے، اسے پڑھنے والوں کے لئے اور میرے ساتھ کسی بھی طرح کا تعاون کرنے والوں اور اس کتاب کو منظر عام پر لانے والوں کے لئے بخشش کا ذریعہ بنائے، اور میری تمام لغزشوں سے درگزر فرما کر قیامت کے روز حضور ﷺ کی شفاعت کبری سے بھرہ ور فرمائے۔ آمین بجاه النبی الکریم علیه أفضل الصلاة والتسلیم کما یحب ربنا و یرضیٰ۔

أحقر العباد : شیخ محمد شفیق

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف سورۃ یٰسٓ

نام:

اس سورت کا نام یٰس ہے اسے معمہ، دافعہ، قافیہ اور قلب قرآن بھی کہا جاتا ہے اس میں پانچ رکوع تراسی آیات، سات سوانتیس کلمات اور تین ہزار حروف ہیں۔

زمانہ نزول:

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے مضامین سورت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کا نزول اس وقت ہوا جب کفار مکہ شدت سے اسلام کا انکار کرنے لگے اور سلیم الفطرت لوگ اسلام کی حقانیت پر آگاہ ہو کر اسلام کو اپنے گلے سے لگانے لگے۔

سورت مذکور کا جداگانہ انداز:

اس سورت کے جملے مختصر اور چھوٹے ہیں اور سر تیز ہے فاصلوں کا اختصار اور سر کی تیزی سورت کو ایک خاص مزاج عطا کرتی ہے اور احساسات پر متواتر چوٹیں لگا کر اثر انگیزی میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ مختلف تصویریں اور مناظر کشی کر کے اس کو مزید مؤثر کیا گیا ہے۔

بنیادی مضامین:

مکی سورتوں کے مضامین کی طرح اس سورت کے مضامین بھی وہی توحید، رسالت اور آخرت ہے۔ اس سورت کا بنیادی مقصد ہی عقیدہ کی درستگی ہے یہی وجہ ہے کہ سورت کی ابتدا ہی صدق رسالت کے موضوع سے ہوتی ہے اور بار بار مختلف انداز میں وحی و رسالت اور قیامت کے مضمون کو مختلف پیرائے میں ترغیب و ترہیب کے ساتھ ذہن نشین کرایا گیا ہے اور تکذیب رسالت

Marfat.com

وحی سے باز رکھنے اور انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے تباہ شدہ بستی کا تذکرہ کیا گیا جنہیں رسولوں کے جھٹلانے پر تباہ و برباد کیا گیا تھا۔

الوحیت و وحدانیت کا اثبات:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی الوحیت کو بڑے زوردار انداز میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور اس پر عقلی و نقلی دلائل و براہین پیش کئے گئے ہیں۔ نفسی و آفاقی دلائل کو پیش کیا گیا اور ساتھ ہی بندہ مومن کا تذکرہ بھی کیا گیا جس نے رسولوں کی تصدیق و صداقت کے لئے بڑے زوردار دلائل پیش کئے اور کفر و شرک کا رد کیا۔ اختتام سورت سے پہلے بھی اس قسم کے دلائل پیش کئے گئے ہیں کہ لوگوں نے ایسی چیز کو معبود بنا لیا ہے جو کسی چیز وں پر ملکیت نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ضرر کو دور کر سکتے ہیں ان کی کیا مدد کریں گے ایسے بے بسوں کو اپنا معبود سمجھ لینا اور ان کی خدائی کی حفاظت کے لئے حاضر شدہ لشکر بن کر رہ جانے کی مذمت کی گئی ہے۔

اثبات بعث ونشور:

اس سورت میں بعث ونشور کے قضیہ کو بھی بڑی شدت کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے اور اس قضیہ کو سورت کے ابتدائی حصہ، درمیانی حصہ اور آخری حصہ میں مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے ابتدائی حصہ میں بتایا گیا ہے کہ ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ان کے اعمال ہمارے پاس ریکارڈ میں موجود ہیں۔ پھر اصحاب قریہ کا تذکرہ کیا گیا جس میں بندہ مومن کے اجر و ثواب کو بایں الفاظ بیان کیا گیا ''کہا گیا تو جنت میں داخل ہو جا اس نے کہا کاش میری قوم یہ جان لیتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے۔ اور میری عزت افزائی فرمائی ہے'' درمیانی حصہ میں ان کا قول قیامت کب آئے گی؟ اور اس کے جواب کہ وہ صرف ایک چنگاڑ کی انتظار کر رہے ہیں جو انہیں اچانک آلے گی۔ اور پھر قیامت کا پورا منظر پیش کیا گیا آخر سورت میں پورے منظر کے طور پر اس حقیقت کو پیش کیا گیا۔

Marfat.com

مناظر ومؤثرات کا بیان:۔

توحید و رسالت اور اپنی قدرت پر تکوینی دلائل پیش کئے گئے اس کے ساتھ ساتھ قیامت کے مناظر سے کئی ایک مؤثرات اخذ کئے گئے ہیں جن کا ماحول کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ گزشتہ اقوام کی ہلاکتوں اور عذاب گاہوں کا تذکرہ ہے دن کا رات میں داخل کرنا اور پھر رات کو دن میں داخل کرنا۔ سورج کا منظر جو اپنے مستقر پر جاری ہے اسی طرح چاند کا منظر جو کئی منازل طے کر کے بوسیدہ خشک کھجور کی شاخ کی مانند رہ جاتا ہے بھری ہوئی کشتی کا نظارہ جو انسانوں کو ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف لے جاتی ہے یونہی چوپائے جو انسان کے مطیع و فرمانبردار ہیں جیسے منظر پیش کئے گئے اور مکذبین جن کی گردنوں میں طوق ڈال دیا گیا ہو اور وہ کسی طرف منہ موڑ ہی نہیں سکتے یونہی اللہ تعالیٰ کا لفظ کن سے ہر چیز جس کا وہ ارادہ فرمائے وجود بخشنا یہ ساری چیزیں انسانی دل و دماغ پر حیرت انگیز اثرات مرتب کرتی ہیں اور انسان کو سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ واقعی اس کائنات ہست و بود کا ایک خالق و مالک ہے اور تمام اشیاء اسی کے سامنے سرافگندہ ہیں۔

سرمایہ دارانہ ذہن کی عکاسی:

اس سورت میں سرمایہ دارانہ ذہن کی بھی عکاسی کی گئی ہے کہ جب مالدار لوگوں کو راہ خدا میں ناداروں، مفلسوں، یتیموں اور مسکینوں پر خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے یا اعلائے کلمۃ الحق، اور رفاعی و دینی اداروں پر مال خرچ کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ان لوگوں کو اپنے مال میں حصہ دار بنائیں اور انہیں کھلائیں پلائیں کہ جنہیں اگر اللہ تعالیٰ کھلانا پلانا چاہتا تو خود ہی انہیں عطا کرتا۔ فی الحقیقت وہ ایسی باتیں اپنی کم فہمی اور بخل کی وجہ سے کرتے ہیں۔ وہ مال پر سانپ بن کر بیٹھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ راہ طاغوت ونمود ونمائش کے لئے اور حزب الشیطان کی خوشنودی کے لئے تو ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال صرف کرنا ان کے لئے وبال جان سے کم نہیں ہے۔ اور کسی غریب و مسکین اور نادار یتیم و بیوہ کی کسمپرسی پر انہیں ذرا بھر رحم نہیں آتا۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کو تسلی و تشفی:

اس سورت میں حضور ﷺ کو تسلی بھی دی ہے کہ آپ منکرین و مشرکین کی ایذاؤں اور ان کی تکذیب کی بنا پر دلبرداشتہ نہ ہوں آپ اپنا کام زور و شور سے جاری رکھیں۔ آپ کا کام خواب غفلت میں سوئے ہوؤں کو جگانا ہے اور انہیں راہ حق دکھلانا ہے۔ ان کا ایمان لانا نہ لانا آپ کے ذمہ لازم نہیں ہے۔ وہ لوگ جن کے قلوب مردہ ہو چکے ہیں وہ ایمان نہیں لا سکتے۔ اور آپ کا کلام ان پر کارگر نہیں ہو سکتا ہاں البتہ آپ کا رب آپ کے اجر و ثواب میں اضافہ فرماتا رہے گا اور ان پر حجت تمام ہوتی رہے گی۔

Marfat.com

فضائل سورة یٰسٓ

(۱) اخرج ابوداؤد والنسائی و ابن حبان وغیرھم من حدیث معقل بن یسار یٰسٓ قلب القرآن لایقرؤھا رجل یرید اللہ والیوم الاخرۃ الاغفر لہ اقرؤھا علی موتاکم

(☆ الاتقان فی علوم القرآن ص ۳۲۷ ج ۲ النوع الثانی والسبعون فی فضائل القرآن فصل ثانی)

ترجمہ: ''یٰس قلب قرآن ہے اسے جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور یوم آخرت (کی فلاح) کے لئے پڑھتا ہے تو اس کی مغفرت کی جاتی ہے تم اپنے مردوں پر اسے پڑھا کرو''

(۲) اخرج الترمذی والدارمی من حدیث انس ان لکل شیئی قلبا و قلب القرآن یٰسٓ ومن قرء یٰسٓ کتب اللہ بقراتھا قرائۃ القرآن عشر مرات

(☆ تفسیر ابن کثیر ص ۵۸۱ ج ۳ سورۃ یٰس الاتقان فی علوم القرآن ص ۳۲۷ ج ۲ النوع الثانی والسبعون فضائل قرآن)

ترجمہ: ''تحقیق ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰس ہے جس نے یٰس پڑھی اس کی قرات سے اللہ تعالیٰ دس بار قرآن پاک کے پڑھنے کا ثواب لکھ دیتا ہے''

(۳) طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا ہے حضرت علی کی حدیث ہے کہ منافق سورہ برات، ہود، یٰس، دخان اور عم یتساءلون حفظ نہیں کر سکتا۔

(☆ تفسیر ابن کثیر ص ۳۳۶ ج ۳ سورۃ یٰس الاتقان فی علوم القرآن ص ۳۲۷ ج ۲ النوع الثانی والسبعون فضائل قرآن)

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان فی القرآن لسورۃ تشفع لقارئھا و تغفر لمستمعھا الا وھی سورۃ یٰس تدعی فی التوراۃ المعمۃ قیل یارسول اللہ ما المعمۃ قال تعم لصاحبھا بخیر الدنیا و تدفع عنہ احوال الاخرہ وتدعی ایضا الدافعۃ و القافیۃ قیل یارسول اللہ و کیف ذالک؟ قال تدفع عن صاحبھا کل سوء و تقضی لہ کل حاجۃ

(☆ حاشیہ الجمل علی الجلالین ص ۴۷۲ ج ۶ سورۃ یٰس)

Marfat.com

قرآن میں ایک سورت ہے جو اپنے قاری کی شفاعت کرے گی سننے والے کی مغفرت کی جائے گی۔ آگاہ ہو جاؤ وہ سورہ یٰس ہے، اسے تورات میں "معمہ" کہا جاتا ہے۔ کہا گیا یارسول اللہ "معمہ" کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا کی نعمتوں کو عام کرتی ہے آخرت کے احوال کو دور کرتی ہے۔ اسے دافعہ اور قافیہ بھی کہا جاتا ہے عرض کی گی وہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا یہ اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی کو دور کرتی ہے اور اس کی ہر حاجت کو پورا کرتی ہے۔

(۵) حضرت انس سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورہ یٰس کی تلاوت کرتا ہے تو قبرستان والوں کے عذاب میں اس دن تخفیف کی جاتی ہے اور اس کے لئے تمام قبرستان والوں کی تعداد کے مطابق نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

(☆ حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۶ ص ۲۷۳ سورۃ یٰس)

(۶) **اخرج الدارمی والطبرانی من حدیث ابی ہریرہ من قرا یٰس ابتغاء وجہ اللہ غفرلہ** جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یٰس کو پڑھا اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

(۷) **عن ابی جعفر محمد بن علی قال من وجد فی قلبہ قسوۃ فلیکتب یٰس فی جام من زعفران ثم یشربہ** جو شخص سنگدل ہو اسے چاہئے کہ یٰس کو زعفران کے جام میں لکھے اور پئے۔

(۸) ابن فریس نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک مجنون شخص پر سورہ یٰس کو پڑھا تو وہ تندرست ہو گیا۔ (☆ تفسیر مظہری ج ۸ ص ۱۰۴ سورہ یٰس)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یٰس کا میت کے پاس پڑھنا گویا رحمتوں کے نزول اور حصول برکت کے لئے ہے اور تا کہ اس کے روح نکلنے میں آسانی ہو۔

(☆ تفسیر ابن کثیر ص ۵۸۱ ج ۳ سورۃ یٰس)

امام رازی لکھتے ہیں اخبار میں وارد ہے کہ حضور ﷺ قریب المرگ شخص کے لئے یٰس کی تلقین کو مستحب قرار دیتے تھے۔ اور اس کے سرہانے پڑھنے کو کیوں کہ اس وقت زبان ضعیف

Marfat.com

القوۃ ہوتی ہے اور ظاہری اعضاء کی بنیادیں ساقط ہو رہی ہوتی ہیں لیکن دل چونکہ اللہ تعالٰی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ماسواہ سے لوٹ جاتا ہے پس اس کے سرہانے یٰس کا پڑھنا اس کے دل کی قوت میں اضافہ کا باعث بنتا ہے اور اصول ثلاثہ کی تصدیق میں شدت پیدا کرتا ہے اور اس کے لئے شفا کا باعث ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے کلام کا اسرار اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ (☆تفسیر کبیر ص ۳۱۲ ج ۹ سورۃ یٰس)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾ عَلٰى

اے سید (عرب وعجم) قرآن حکیم کی قسم بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں (اور)

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

صراط مستقیم (سیدھی راہ) پر گامزن ہیں (قرآن) کو نازل فرمایا ہے عزیز اور رحیم نے تا کہ آپ ڈرا سکیں اس قوم کو

مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ

جن کے باپ دادا کو طویل عرصہ سے نہیں ڈرایا گیا اس لئے وہ غافل ہیں۔ بے شک انکے (پیہم کفر وعناد کے

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ

باعث) یہ بات لازم ہو چکی ہے ان میں اکثر پر کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کی گردنوں میں

اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ

طوق پس وہ انکی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں اس لئے ان کے سر اوپر کو نہیں اٹھتے ہیں۔ اور بنا دی ہے ہم نے ان کے

سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٩﴾

سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے۔

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠﴾

یکساں ہے ان کے لئے چاہے آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ

آپ تو اسی کو ڈراتے ہیں جو قرآن کی اتباع کرتا ہے اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا ہے

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿١١﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى

پس ایسے شخص کو مغفرت اور بہترین اجر کی خوشخبری سنائیں۔ بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھ لیتے ہیں

Marfat.com

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۱۲

(ان کے ان اعمال کو) جو وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کو جو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں شمار کر رکھا ہے۔

یٰس کا معنی ومفہوم:

یٰس یہ حروف مقطعات میں سے ہے اس کی تفسیر و تاویل میں علماء کی آراء مختلف ہیں میرے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے مابین راز ہے لیکن علماء نے یٰس کی مختلف تفسیریں بیان کی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حبشی زبان میں اس کا معنی یا انسان ہے۔ عکرمہ نے ابن عباس سے یہی معنی نقل کیا ہے۔ اور یہی تفسیر سعید بن جبیر، عکرمہ و قتادہ نے کی ہے۔ (زاد المسیر ج ۶ آیت مذکورہ، ابن کثیر ج ۴ ص ۵۸۱ آیت مذکورہ، الجامع لاحکام القرآن جزء ۱۵ ص ۸۵ آیت مذکورہ تفسیر ابن ابی حاتم آیت مذکورہ، الدر المنثور جزء ص ۴۲، جامع البیان ج ۲۲ آیت مذکورہ)

۲۔ اس کا معنی یا محمد ہے۔ یہ ابن حنفیہ اور ضحاک کا قول ہے (زاد المسیر ج ۶ آیت مذکورہ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۵ ص ۵، الدر المنثور ج ۲۲ ص ۴۱)

علامہ قرطبی نے سعید بن مسیب سے یہ قول بھی نقل کیا کہ اس کی دلیل ''انک لمن المرسلین'' ہے۔

۳۔ اس کا معنی یا رجل ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن آیت مذکورہ، زاد المسیر آیت مذکورہ)

۴۔ یہ اسماء قرآن میں سے ایک اسم ہے۔ یہ قتادہ کا قول ہے۔

(زاد المسیر آیت مذکورہ)

۵۔ یہ قسم ہے جس سے اللہ رب العزت نے قسم اٹھائی۔ اور یہ اس کے اسماء میں ایک اسم ہے۔ (زاد المسیر آیت مذکورہ)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے حضرت کعب نے فرمایا یہ قسم ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل قسم اٹھائی اور فرمایا اے محمد! ﷺ آپ رسولوں میں سے ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن جزء ۱۵ ص ۶ آیت مذکورہ)

Marfat.com

علامہ قرطبی نے وراق کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ یٰس سے مراد یا سید البشر کی طرف اشارہ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جزء ۱۵ ص ۵ آیت مذکورہ)

میں کہتا ہوں کہ خطاب آپ ہی سے ہے کیونکہ مابعد آیت " انک لمن المرسلین" اس پر دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کی قسم اٹھا کر آپ پر اترنے والی کتاب مبین کی قسم اٹھائی اور آپ کے راہ راست پر ہونے اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دی آپ کی نبوت و رسالت کا اثبات کیا اور راہ راست پر ہونے کو واضح کر کے معاندین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔

حروفِ مقطعات کی بحث:

علامہ قرطبی حروف مقطعات کی بحث میں رقم طراز ہیں۔حروف مقطعات کی تفسیر میں مفسیرین مختلف ہیں۔عامر، شعبی، سفیان ثوری، اور ایک جماعت محدثین کے نزدیک یہ قرآن میں اسرار الٰہی ہیں ہر ایک کتاب میں اللہ تعالیٰ کچھ اسرار ہوتے ہیں اور اس کتاب میں اللہ کے اسرار متشابہات ہیں جن کے علم میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے۔ان میں کلام کرنا جائز نہیں۔ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں انکی قرأت کرتے ہیں یہ قول ابوبکر صدیق وعلی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔علامہ سمرقندی نے یہی قول عمر، عثمان اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی نقل کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ا ص ۱۴۱)

علامہ قرطبی کی اس عبارت کو علامہ ابن کثیر اور علامہ شوکانی ظاہری نے بھی نقل کیا ہے۔علامہ شوکانی نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ا سورۃ بقرہ آیت نمبر ا، فتح القدیر ج ا ص ۴۱)

علماء کی اکثریت اسکی تاویل کی قائل ہے۔اور ان میں پوشیدہ معانی وفوائد کے ملتمس اور پھر انکی تاویل میں مختلف ہیں اور متعدد اقوال کئے ہیں۔ہم ان میں سے چند معانی کو بیان کریں گے۔

ا۔ یہ اسماء قرآن میں سے ہیں اسے علامہ ابن جریر طبری، ابن کثیر، ابن ابی حاتم اور

Marfat.com

علامہ قرطبی نے مجاھد، قتادہ اور زید بن اسلم سے روایت کیا ہے۔ (جامع البیان ج اص ۱۱۲ تفسیر ابن کثیر ج اص ۳۶ تفسیر القرآن العظیم ج اص ۳۲، الجامع لاحکام القرآن ج ا سورہ بقرہ آیت ۱)

۲۔ یہ فواتح ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا افتتاح فرمایا ہے اسے علامہ ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم، علامہ بغوی، قرطبی اور ابن کثیر نے مجاھد سے روایت کیا ہے۔ (جامع البیان ج اص ۱۱۳ تفسیر القرآن العظیم ج اص ۳۳، الجامع لاحکام القرآن ج ا تفسیر بغوی ج ا تفسیر ابن کثیر ج اص ۳۶)

۳۔ یہ اسماء سور ہیں اسے علامہ ابن جریر طبری، علامہ ابن کثیر اور علامہ قرطبی نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے۔ (جامع البیان ج اص ۱۱۳ تفسیر ابن کثیر ج اص ۳۳ الجامع لاحکام القرآن ج اص ۱۴۳ سورہ بقرہ آیت ۱)

۴۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اعظم ہیں۔ اسے ابن جریر طبری، علامہ ابن کثیر اور ابن ابی حاتم، قرطبی اور قاضی شوکانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (جامع البیان ج اص ۱۱۳ تفسیر ابن کثیر ج اص ۳۶ تفسیر القرآن العظیم ج اص ۳۳، الجامع لاحکام القرآن ج اص ۱۴۳، فتح القدیر ج اص ۴۱ سورہ بقرہ آیت ۱)

۵۔ یہ قسم ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے قسم اٹھائی ہے۔ اور یہ اس کے اسماء میں سے ہیں۔ اسے علامہ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن کثیر اور علامہ قرطبی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (جامع البیان ج اص ۱۱۳ تفسیر القرآن العظیم ج اص ۳۳ تفسیر ابن کثیر ج اص ۳۶ الجامع لاحکام القرآن ج اص ۱۴۲ سورہ بقرہ ۱:)

۶۔ یہ حروف، اسماء و افعال سے الگ کئے گئے ہیں ان میں سے ہر حرف دوسرے حرف کے معنی کا غیر ہے۔ یہ قول علامہ ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم، قرطبی ابن کثیر اور قاضی شوکانی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (جامع البیان ج اص ۱۱۴ تفسیر القرآن العظیم ج اص ۳۳، الجامع لاحکام القرآن ج اص ۱۴۲، فتح القدیر ج اص ۴۱ سورہ بقرہ ۱:)

۷۔ یہ حروف ھجاء موضوع ہیں اسے علامہ ابن جریر نے مجاھد سے روایت کیا ہے۔
(جامع البیان ج اص ۱۱۴)

Marfat.com

۸۔ یہ ایسے حروف ہیں جن میں سے ہر حرف کئی کئی مختلف معانی کو شامل ہے۔اسے علامہ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور علامہ ابن کثیر نے ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ، آپ نے الم کی تفسیر میں فرمایا یہ تین حروف ان انتیس حروف میں سے ہیں جو زبانوں پر جاری ہوتے ہیں۔مگر یہ تینوں حروف اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی نہ کسی اسم کے مفتاح ہیں ان میں سے ہر حرف اسکی نعمتوں اور اقوام کی مدت اور انکی عمروں پر دلالت کرتا ہے۔عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا فرمان ہے کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء پکارتے ہیں اس کے رزق میں زندگی بسر کرتے ہیں پھر اس کا کفر کس طرح کرتے ہیں۔پس الف اللہ تعالیٰ کے اسم اللہ کی مفتاح و چابی ہے لام اس کے اسم لطیف کی اور میم اس کے اسم مجید کی چابی ہے۔پس الف اللہ تعالیٰ کی نعمت لام اس کا لطف اور میم اللہ تعالیٰ کا مجد ہے۔الف ایک سال، لام تیس سال اور میم چالیس سال پر دلالت کرتا ہے۔ابو محمد نے کہا ربیع بن انس سے اسی طرح مروی ہے۔

(جامع البیان ج۱ص ۱۱۵، تفسیر القرآن العظیم ج۱ص ۳۳، تفسیر ابن کثیر ج۱ص ۳۶ سورہ بقرہ:۱)

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک وہ حروف معجم جن سے سورتوں کا افتتاح ہوتا ہے کی تاویل میں صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حروف سے بہت سے معانی پر دلالت کا قصد فرمایا نہ کہ کسی ایک معنی کا جیسا کہ ربیع بن انس نے کہا اگرچہ ربیع بن انس نے ان میں سے صرف تین پر اقتصار کیا۔

علامہ طبری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ان میں سے ہر حرف اس معنی کو بھی شامل ہے جو ربیع نے بیان کیا اور ہر اس معنی کو بھی جسے تمام دیگر مفسرین نے کہا سوائے اس معنی کے جسکو میں نے اہل عرب سے روایت کیا ہے کہ یہ حروف ھجاء ہیں جن کے ذکر نے حروف ھجاء کے اٹھائیس حروف کے ذکر سے مستغنی کر دیا۔اس تاویل کے ساتھ کہ یہ حروف وہ کتاب کا مجموعہ ہیں جن میں کوئی شبہ نہیں یہ قول خطا اور فاسد ہے۔کیونکہ یہ تمام صحابہ و تابعین اور بعد کے مفسرین کے اقوال کے خلاف ہے اور ان سے خارج ہے۔(جامع البیان ج۱ص ۱۲۲ بقرہ:۱)

میں کہتا ہوں کہ، حضور ﷺ کا ان حروف کی تفسیر سے اعراض فرمانا اس بات کی طرف

Marfat.com

اشارہ تھا کہ یہ حروف کئی ایک مختلف معانی کو شامل ہیں جن کے یہ حروف احتمال رکھتے ہیں اور عقلی طور پر وہ مجال نہ ہو۔ اور ان میں سے ہر تاویل و معنی پر ان کی دلالت یکساں و مساوی ہے۔

حروفِ مقطعات سے آغاز کرنے کی حکمت:

حروف مقطعات سے سورتوں کا آغاز کرنے کی حکمت میں مختلف اقوال ہیں۔

ا۔ تا کہ ان حروف سے سورتوں کا آغاز کرنے سے اوائل سور کا علم و معرفت ہو جائے۔ علامہ ابن کثیر نے اس حکمت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حروف مقطعات کے بغیر والی سورتوں میں بھی فصل معلوم ہوتا ہے جن میں بسم اللہ ذکر کر دی گئی ہے لہٰذا یہ قول صحیح نہیں ہے۔

۲۔ مشرکین ان کلمات کو سن کر قرآن سن سکیں کیونکہ انہوں نے ایکدوسرے کو یہ وصیت کی تھی کہ تم قرآن ہرگز نہ سنو۔ جب انہوں نے ان الفاظ کو سنا تو مابعد قرآن کو سننے کیلئے تیار ہو گئے۔ علامہ ابن کثیر اس قول کو بھی ضعیف ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر تمام سورتوں کے آغاز میں یہ حروف ہوتے اور پھر سورہ بقرہ و آل عمران تو مدنی سورتیں ہیں یہاں مشرکین سے خطاب ہی نہیں ہو رہا۔

۳۔ اعجاز قرآن کے بیان کیلئے اور مخلوق کو اسکی مثل لانے سے عاجز کرنے کیلئے ان حروف کو ذکر کیا گیا کہ یہ قرآن انہیں حروف سے مرکب ہے جنہیں تم اپنی روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتے ہو۔ اسے امام رازی نے مبرد سے روایت کیا ہے اور محققین کی ایک جماعت سے حکایت کیا ہے۔ علامہ قرطبی نے اسے فراء اور قطرب سے نقل کیا ہے۔ علامہ زمخشری نے اسکو مقرر رکھا ہے اور اسکی مکمل تائید کی ہے اسی طرف ابن تیمیہ اور علامہ مزی گئے ہیں اور یہی قول ابن کثیر نے اختیار کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۸ سورہ بقرہ: ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم اٹھانے کی وجہ آپ کی تعظیم ہے:

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ کعب نے فرمایا یٰس یہ قسم ہے اللہ رب العزت نے زمین و

Marfat.com

آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل قسم اٹھا کر فرمایا اے محمد بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں پھر فرمایا قرآن حکیم کی قسم اور نقاش کا قول ہے کہ حضور ﷺ کے علاوہ اللہ رب العزت نے کسی نبی کی رسالت کے لئے قسم نہیں اٹھائی۔ یہ آپ ﷺ کی تعظیم اور بزرگی کی علامت ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے" انا سید ولد ادم" (☆الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۸ص زیر آیت والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی زندگی کی قسم اٹھاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:۔

لعمرک انهم لفی سکرتهم یعمهون (الحجر ۷۲) اور آپ کی عمر کی قسم بے شک یہ لوگ اپنی طاقت کے نشہ میں مست ہیں اور بہکے بہکے ہیں۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ قاضی ابوبکر ابن عربی رقمطراز ہیں **قال المفسرون باجمعهم اقسم الله ههنا بحياة محمد ﷺ تشريفا له ان قومه من قريش فی سكرتهم يعمهون و فی حيرتهم يترددون**

(☆احکام القرآن لابن عربی ج ۳ص ۱۰۵سورۃ الحجر)

تمام مفسرین نے بالاجماع کہا ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عزت و شرف بخشتے ہوئے آپ کی زندگی کی قسم اٹھائی ہے کہ آپ کی قوم قریش نشہ میں مست بھٹک رہے ہیں اور حیرانگی میں متردد ہیں۔

ابوالجوزاء نے کہا کہ حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کی زندگی کی قسم اللہ تعالیٰ نے نہیں کھائی۔ کیوں کہ آپ ﷺ مخلوق خدا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز و مکرم ہیں۔

(☆الجامع لاحکام القران ج ۵ص سورۃ الحجر آیت مذکورہ)

ابن عباس سے مروی ہے **ما خلق الله نفسا اكرم عليه من محمد ﷺ وما اقسم الله بحياة احد الا بحياته** یعنی اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے زیادہ مکرم و محتشم کسی کو پیدا ہی نہیں کیا اور نہ ہی کسی کی زندگی کی قسم اٹھائی۔

(☆تفسیر بغوی مع الخازن ج ۳ص ۵۱۵ زیر آیت مذکورہ خازن مذکورہ حوالہ)

Marfat.com

علامہ قرطبی تحریر کرتے ہیں ھذا نھایۃ التعظیم و غایۃ البر و التشریف یعنی اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کی زندگی کی قسم اٹھانا تعظیم وتکریم کی انتہا ہے۔

(☆ الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص سورۃ الحجر آیت مذکورہ)

اگر یہ کہا جائے کہ اگر قسم اٹھانے سے کسی چیز کے عز وشرف میں اضافہ ہو جاتا ہے تو قرآن حکیم کے اندر جہاں اللہ تعالیٰ نے تین (انجیر) زیتون اور طور سینین کی قسم اٹھائی ہے اس کا کیا معنی ہے؟ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ جس چیز کی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم اٹھائی ہے یہ اس چیز کے اپنے ہمسروں سے ممتاز اور افضل ہونے پر دلیل ہے اسی طرح ضروری ہے کہ ہمارے نبی محتشم علیہ الصلوۃ والسلام بھی اپنے ہمسروں سے افضل واکرم ٹھہریں۔

کیا حضور کو حروف مقطعات کا علم ہے:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور ﷺ کو حروف مقطعات کا علم نہیں ہے! کیونکہ حروف مقطعات کا علم کسی کو نہیں اور نہ ہی کوئی ان کے معانی کو جانتا ہے علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں در ینابیع آوردہ است ہر حرفے از حروف مقطعہ از سریست از اسرار خزانہ غیب کہ حضرت حق حبیب خود را بر آن اطلاع دادہ بعد ازاں جبریل بر آن نازل شدہ و جز خدا و رسول مقبول کسے بر آں وقوف ندارد (☆ روح البیان ج ۷ سورہ یٰس آیت مذکورہ)

یعنی تمام حروف مقطعات خزانہ غیب کے سربستہ راز ہیں اللہ تعالیٰ خود اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کو ان سے آگاہ فرماتا ہے اس کے بعد جبرائیل انہیں لے کر حضور ﷺ پر نازل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کے علاوہ کوئی بھی ان سے واقفیت حاصل نہیں کر سکتا۔

وہ مزید لکھتے ہیں حضور ﷺ ایک ایسے مقام تک پہنچ گئے ہیں جہاں کسی دوسرے کی پہنچ نہیں۔ اور آپ ﷺ کا معراج کی رات جمیع مواطن ومقامات کو عبور کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے لہٰذا جائز ہے کہ آپ ﷺ اس چیز کو جان لیں جس کو ثقلین (جن وانس) اور ملائکہ میں سے کوئی بھی نہ جان سکے تمام علوم کی نسبت آپ ﷺ کے ساتھ ایسی ہی ہے جیسا کہ ایک قطرہ کو سمندر کے ساتھ

Marfat.com

ہوتی ہے آپ کو حروف کی حقیقتوں کا علم عطا کیا گیا ہے اور حد بشریت میں رہتے ہوئے اس سے زائد علم کا حصول ممکن ہی نہیں آپ کے علاوہ باقیوں کو ان کے لوازمات کا علم ہے اور حسب استطاعت بعض حقائق کا علم بھی۔ (☆روح البیان ج ۷ص زیر آیت مذکورہ سورۃ یس)

علامہ آلوسی بغدادی حنفی لکھتے ہیں فلا یعرفه بعد رسول الله ﷺ الا الاولیاء فهم یعرفونه فی تلک الحضرة و قد تنطق لهم الحروف کما کانت تنطق لمن سبح فی کفه الحصٰی (☆روح المعانی ج ا زیر آیت الم)

یعنی ان حروف کا صحیح علم اور مفہوم حضور ﷺ جانتے ہیں اور اولیاء کاملین کو یہ علم بارگاہ رسالت سے عطا ہوتا ہے بعض اوقات یہ حروف اپنے اسرار کو اولیاء کرام سے خود بیان کر دیتے ہیں جیسے یہ حروف اس ذات پاک سے گویا ہوئے تھے جس کی ہتھیلی میں کنکریوں نے تسبیح کہی تھی۔

سورت کا حسین آغاز:

اللہ تعالیٰ نے یس کے کلمے سے اس سورۃ کا آغاز فرمایا ہے ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازھری رحمتہ اللہ علیہ علامہ آلوسی کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ حدیث شریف میں ہے۔ الله المعطی و انا القاسم فمنزلته ﷺ من العالم باسره بمنزلة القلب من البدن فما الطف افتتاح قلب القرآن بقلب الاکوان یعنی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ دینے والا اور میں بانٹنے والا ہوں اس حدیث پاک کے مطابق کائنات کے جسم میں حضور ﷺ روح کی مانند ہیں۔ سورہ یس قرآن کا دل ہے تو کتنا لطیف اور پیارا آغاز ہے اس سورت کا قرآن کے دل کو کائنات کے دل کے ذکر کے ساتھ شروع کیا جا رہا ہے۔ (☆ضیاء القرآن ج ۴ص سورۃ یس زیر آیت مذکورہ)

(۲) عظمت رسول اور قرآن کی قسم:

''والقرآن الحکیم'' یہ قسم ہے جب کہ مابعد جملہ انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم جواب قسم ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر اپنے محبوب کی رسالت کی

Marfat.com

خبر دے رہا ہے اور سیدھی راہ پر گامزن ہونے کی توثیق فرما کر کفار مکہ کے الزامات اور اعتراضات کو دفع فرما رہا ہے۔ یہ بھی آپ ﷺ کی عظمت کی دلیل ہے۔ یٰسٓ سے ایک قسم اٹھائی اور دوسری قسم قرآن حکیم کی اٹھائی۔ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ یٰسٓ آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے اور یہ بھی صحیح ہو کہ یہ قسم ہے تو یہ تعظیم پر دلالت کرتا ہے۔ اور قسم کا قسم پر عطف کرنا بھی اس کو مؤکد کر دیتا ہے۔ اور اگر یہ ندا کے معنی میں ہو تو اس کے بعد دوسری قسم آپ کی رسالت کی تحقیق اور آپ کے راہ راست پر ہونے کی شہادت کے لئے آیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسم مبارک اور آپ کی کتاب کی قسم اٹھا کر آپ کے رسولوں میں سے ہونے کی خبر بذریعہ وحی اپنے بندوں کو دی اور آپ کے ایمان کی خبر علی صراط مستقیم سے دی یعنی آپ ایک ایسے راستے پر گامزن ہیں جس میں نہ تو کجی ہے اور نہ ہی حق سے عدول۔ (☆ الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۵ سورۃ یٰس زیر آیت مذکورہ)

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قسم اٹھانے سے بے نیاز ہے اسے حضور ﷺ کی قسم اٹھانے اسم مبارک اور آپ پر نازل کی جانے والی کتاب کی قسم اٹھا کر آپ کی رسالت اور راہ راست پر قائم ہونے کی خبر دینے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ کیا معاذ اللہ حضور ﷺ کو اپنے رسول اور پیغمبر ہونے میں کوئی شک وشبہ تھا؟ یا یہ بتلانا مقصود تھا کہ اے حبیب جس منصب پر آپ فائز ہیں اس سے میں بھی باخبر ہوں؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس اسلوب کو اپنانے کی وجہ آپ کو تسلی وتشفی دینا مقصود تھا۔ کیوں کہ کفار مکہ آپ ﷺ کی نبوت کی تکذیب بڑے شدومد سے کر رہے تھے آپ پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر فرمایا اے میرے محبوب، اے سید البشر اور اے انسان کامل۔ اے عرب وعجم کے سردار آپ کی قسم اور آپ پر اترنے والے قرآن حکیم کی قسم آپ نبوت ورسالت کے منصب پر فائز ہیں اور آپ جس راہ پر گامزن ہیں وہ بالکل سیدھی کشادہ اور مستقیم ہے جس میں کوئی کجی یا کوئی رکاوٹ نہیں ہے یہ بدبخت جو آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں بڑے سخت غلط کار ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دیتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اے

Marfat.com

حبیب جب تیری صداقت کی گواہی تیرا رب دے رہا ہے تو آپ کو ان بدبختوں کے انکار پر دلبر داشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھاتے وقت صرف قرآن نہیں فرمایا بلکہ القرآن الحکیم (قرآن محکم یا ذی حکم) کہہ کر قسم اٹھائی یعنی ایسے قرآن کی قسم جو پر از حکمت ہے بلکہ یہ تو حکمتوں کا منبع و ماخذ ہے جس میں باطل کسی جانب سے بھی حملہ آور نہیں ہو سکتا اور یہ ہر قسم کے عیب و تناقض اور تغیر سے پاک ہے خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وانا له لحافظون ہم ہی اس کے محافظ ہیں اس کا نظم و اسلوب محکم اور معنی متقن (پختہ) ہے۔

آپ کا راستہ ہی درست ہے:

یعنی آپ ایسی شریعت اور ایسے عقائد پر متمکن ہیں جو جنت، قربت (اللہ تعالیٰ کا تقرب) رضا، دیدار اور ملاقات باری کی طرف لے جانے والی ہے اس جملہ کو بیان کرنے کا مقصد شریعت کو استقامت کے ساتھ صراحۃً متصف کرنا ہے اگرچہ لمن المرسلین سے ضمناً اور التزاماً اس پر دلالت موجود تھی۔ کیوں کہ جو بھی رسول ہوتا ہے وہ سید ھے راستہ پر ہی گامزن ہوتا ہے۔

تنزیل کا معنی و مفہوم:

تنزیل مصدر ہے اور مفعول کے معنی میں ہے یعنی یہ راستہ، یہ منہج اور یہ شریعت، اللہ رب العزت کی نازل کردہ ہے کسی دانشور، فلسفی یا کسی ادیب یا ساحر بیان کا کلام نہیں ہے بلکہ اسے اس خدا نے نازل کیا ہے جو اپنی بادشاہت اور سلطنت میں بڑا غالب ہے اس کی مرضی کے خلاف کوئی پتہ بھی نہیں ہل سکتا اور جو اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وانک لتهدی الی صراط مستقیم (۵۱) صراط الله الذی له ما فی السموات و ما فی الارض الا الی الله ترجع الامور (شوریٰ ۵۱/۵۲)

ترجمہ: بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں جو اس اللہ تعالیٰ کی راہ ہے جو

Marfat.com

زمین وآسمان کی ہر ہر چیز کا مالک ہے خوب سن لو سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔

اگر تنزیل کا مرجع نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات ہو تو اس صورت میں تنزیل بمعنی انزال ہوگا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلو علیکم ایت اللہ مبینت o الطلاق** (آیت نمبر ۱۱/۱۰)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تمہاری طرف ذکر ایک ایسا رسول جو پڑھ کر سناتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کی روشن آیتیں۔

تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا۔ **محمد رحمۃ اللہ انزلھا من السماء**

(☆ الجامع الاحکام القرآن للقرطبی ج ۸ ص سورۃ یس زیر آیت مذکورہ)

نزول قرآن کا مقصد:

اس آیت کریمہ میں اس کتاب مبین کے نازل کئے جانے کا مقصد بیان کیا جارہا ہے تاکہ ایسی قوم کو خبردار کیا جائے جن کے پاس عرصہ دراز سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا۔ جو انہیں خواب غفلت سے بیدار کرتا انھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈراتا۔ اور ان کے ٹوٹے ہوئے تعلق کو پھر باری تعالیٰ سے جوڑ دیتا۔ سرزمین عرب میں اگرچہ زمانہ بعید میں انبیاء مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کوئی نبی اور رسول تشریف نہیں لایا تھا۔ اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ انھوں نے ان انبیاء کی تعلیمات کو بھی بھلا دیا تھا اور کفر و شرک کی وادی میں بھٹک گئے تھے۔

اگر ما کو موصولہ یا مصدریہ مانا جائے تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا تاکہ آپ انھیں اس طرح ڈرائیں جیسا کہ ان کے آباء واجداد کو ڈرایا گیا تھا یعنی جو پیغام انبیاء کرام کے توسط سے ان تک زمانہ قدیم میں آیا تھا۔ اب آپ پھر اسی پیغام کی تجدید کریں کیوں کہ ان لوگوں نے اس پیغام کو فراموش کر دیا ہے۔ بلکہ انھوں نے تو عقل خداداد سے کام لینا بھی چھوڑ دیا ہے ان کے اردگرد دلائل توحید کا گلشن آباد ہے بلکہ ان کے اپنے نفس میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اس کی

Marfat.com

قدرت اور صنعت گری کے واضح براہین موجود ہیں۔ لیکن آنکھیں موند کر خواب غفلت میں پڑے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں تفسیروں میں کوئی تضاد نہیں ہے کیوں کہ اثبات انذار زمانہ قدیم کے آباء کے لئے کیا گیا ہے اور نفی انذار زمانہ قریب کے آباء سے کی گئی ہے۔ لہٰذا دونوں تفسیریں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اب شبہ یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ لتنذر قوما ما انذر اباؤھم کا تقاضا ہے کہ یہود و نصاریٰ حضور ﷺ کی امت دعوت میں شامل نہیں کیوں کہ ان کے آباؤ اجداد کو ڈرایا گیا ہے تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اگر ما اثبات کے لئے ہو تو ان کا دعوت میں شامل ہونا ظاہر ہے اور نفی کی صورت میں مراد یہ ہوگی کہ اگر چہ ان کے آباؤ اجداد کو تو گمراہ ہونے کے بعد ڈرایا گیا اور سابقہ انبیاء کے بعد بھی لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب بھی وہ کسی رسول یا نبی کو اس دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کرتا ہے تو جب تک اس قوم میں اس نبی کے دین کو بیان کرنے والے، اس کی تبلیغ کرنے والے اور اس کا حکم دینے والے موجود رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی یا رسول کو مبعوث نہیں فرماتا اور نہ ہی ایسی قوم کو ہدایت سے خالی قوم کہا جاتا ہے۔ لیکن جب مرور زمانہ، اور وقت کی دوری کے ساتھ ساتھ کفر و شرک عام ہو جاتا ہے۔ توحید کی شمع گل ہو جاتی ہے اور کوئی فرد بھی ایسا باقی نہیں رہتا جو علم توحید بلند کر کے ہدایت کی شمع کو روشن کرے تو اس وقت اللہ رب العزت بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کسی ایسے نبی کو مبعوث فرماتا ہے جو سابقہ شریعت کا احیاء کرنے والا ہوتا ہے یا کسی ایسے رسول کو مبعوث فرماتا ہے جو ایک نئی شریعت کا واضع ہوتا ہے تو اس آیت لتنذر قوما ما انذر ابائوھم کا معنی ہوگا کہ رسول متقدم کی شریعت اور راہ سے گمراہ ہونے کے بعد انھیں نہیں ڈرایا گیا اور یہود و نصاریٰ اس میں داخل ہیں اور یہ آیت حضور ﷺ کے تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کی بھی دلیل ہے۔

(☆ تفسیر کبیر ج ۹ ص زیر آیت مذکورہ)

Marfat.com

فهم غافلون کا معنی:

فهم غافلون میں ضمیر کا مرجع دونوں گروہ ہو سکتے ہیں یعنی زمانہ بعید کے آباؤ اجداد اور زمانہ قریب کے آباؤ اجداد یعنی ان کے آباء کو نہیں ڈرایا گیا اسی لئے وہ ایمان، رشد و ہدایت، حج توحید اور دلائل قیام قیامت سے غافل ہیں۔ بعض نے کہا غفلت سے مراد دل کی غفلت ہے دل اگر سویا ہو تو پھر زبان کی حرکت کا کوئی اعتبار نہیں اگر دل بیدار ہو اور زبان ساکن تو مضر نہیں حدیث شریف میں ہے:

" الغفلة فی ثلاث الغفلة عن ذکر الله و الغفلة فیما بین طلوع الفجر الی طلوع الشمس و غفلة الرجل عن نفسه فی الدین " یعنی غفلت تین چیزوں میں ہے اللہ کے ذکر سے غفلت، طلوع فجر سے طلوع آفتاب کے درمیان اور آدمی کا دین کے معاملے میں اپنے نفس سے غافل ہونا۔

علامہ اسماعیل حقی کشف الاسرار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ غافل دو قسم کے آدمی ہیں ایک وہ جو دینی امور سے غافل، اپنی اصلاح کی طلب سے بے خبر اور شہوت میں مست ہوتا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے والذین هم عن ایاتنا غافلون اولئک مأواهم النار بما کانوا یکسبون (یونس ۷) ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اپنے کارناموں کے سبب۔

حدیث شریف میں ہے عجبت لغافل ولیس بمغفول عنه میں اس غافل سے تعجب کرتا ہوں جس سے غفلت نہیں کی جاتی۔

اور دوسرا غافل وہ ہے جو دنیاوی پسندیدہ امور اور کسب معاش سے غافل اور حقیقت کا بادشاہ ہوتا ہے اس کا باطن روشن ہوتا ہے وہ مکاشفہ جلال احدیت میں اس طرح مستہلک ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اسے دنیا کی خبر ہوتی ہے اور نہ آخرت کی وہ زبان حال سے یہ کہہ رہا ہوتا ہے۔

Marfat.com

ایں جہاں در دست عقلست آں جہاں دردست روح
پائے ہمت برفقائے ہر دودھ سالار زن

فی الحقیقت یہی لوگ جاگ رہے ہوتے ہیں اگرچہ بظاہر سو بھی رہے ہوں۔ کیوں کہ عارفین کی آنکھ نہیں سوتی، ان کے علاوہ باقی اگر جاگ بھی رہے ہوں تب بھی وہ سو ہی رہے ہوتے ہیں کیوں کہ ان کے دل کی آنکھیں نہیں کھلتیں (☆تفسیر روح البیان زیر آیت مذکورہ ج ۷ ص ۳۶۹) اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اہل علم وعرفاں اور صاحب شہود وایقان میں سے بنائے اور ہمیں سعادت دارین سے نوازے آمین۔

حق القول کے دو معانی:

اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور حق کی دعوت دینے کے لئے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ انکے متعلق بتادیا گیا کہ اکثریت نے اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور عناد کے باعث آپ کی تعلیمات کی طرف توجہ نہ دینے کا فیصلہ کرلیا ہے اس لئے اے محبوب ﷺ ان کے کفر پر اڑے رہنے اور حق دشمنی کے باعث اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **قال فالحق والحق اقول لاملئن جھنم منک وممن تبعک منھم اجمعین** (سورہ ص ۸۴)

ترجمہ: فرمایا میں حق ہوں اور حق ہی کہتا ہوں میں ضرور بھردوں گا جہنم کو تجھ سے اور تیرے سب فرمانبرداروں سے۔

پورا ہو گیا ہے اب ان کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہے ای **وجب العذاب علی اکثرھم** یعنی ان میں سے اکثریت پر عذاب واجب ہو چکا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۵ ص ۷)

دوسرا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں یہ بات متحقق ہے کہ کون ایمان لائے گا اور کون ایمان کی دولت سے محروم ہوگا۔ حدیث مبارکہ میں ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں تو آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے داہنے ہاتھ میں تھی

Marfat.com

ھذا کتاب من رب العلمین فیہ اسماء اھل الجنة و اسماء اٰبائھم و قبائلھم ثم اجمل علی اٰخرھم فلا یزاد فیھم و لا ینقص یہ کتاب رب العلمین کی جانب سے ہے اس میں جنتیوں کے نام مع ولدیت اور قبائل درج ہیں اور ان کے آخر میں ٹوٹل کیا گیا ہے ان میں زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی کبھی کمی کی جائے گی اور جو کتاب آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی اس کے متعلق فرمایا **ھذا کتاب من رب العلمین فیہ اسماء اھل النار و اسماء اٰبائھم و قبائلھم ثم اجمل علی اٰخرھم فلا یزاد فیھم و لا ینقص**۔ یہ کتاب اللہ رب العلمین کی جانب سے ہے اس میں جہنمیوں کے نام مع ولدیت وقبائل درج ہیں پھر اس کے آخر میں ان کا ٹوٹل کیا گیا ہے نہ تو اس میں کبھی زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی کمی۔

پھر آپ ﷺ نے ہاتھ ہوا میں لہرایا اور فرمایا **قد فرغ ربکم من العباد فریق فی الجنة و فریق فی السعیر** تمہارا رب اپنے بندوں سے فارغ ہو گیا ہے ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا جہنم میں۔ (☆ مشکوۃ ص ۲۱ باب ایمان بالقدر فصل دوم بحوالہ ترمذی)

اس آیت میں اس بات پر بھی دلیل موجود ہے کہ ہدایت یافتہ اور سعادت مند لوگ تعداد میں تھوڑے ہوں گے تخلیق کا مقصد چونکہ بندوں میں سے خلیفہ کا ظہور تھا وہ ایک سے بھی حاصل ہو سکتا ہے جب وہ ایک بھی حق پر ہو اور اس ایک کا حق پر ہونا بھی فی الحقیقت سواد اعظم ہی ہے۔

آیت کی لغوی تحقیق:

اس آیت کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں۔

اعناق عنق کی جمع ہے اس کا معنی گردن ہے۔ مقمحون فقہ لغت کے امام الاصمعی کہتے ہیں **یقال اقمحت الدابة اذا اخذت لجامه لترفع راسها** گھوڑے کی باگ کو جب زور سے کھینچا جائے تا کہ وہ اپنا سر اوپر اٹھائے تو عرب کہتے ہیں اقمحت الدابۃ اور جب کسی کے گلے میں طوق ڈال دیا جائے اور اسے بھینچ دیا جائے تا کہ اس کا سر اوپر اٹھا رہے تو کہا جاتا ہے "اقمحہ الغل"

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن یحییٰ فرماتے ہیں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ہمیں اس لفظ کا معنی سمجھانے کے لئے اس طرح کیا کہ پہلے اپنی ڈاڑھی مبارک کے نیچے دونوں ہاتھ رکھے اور سر کو اوپر اٹھالیا کہ وہ پھر نیچے نہ ہو سکے۔

(☆تفسیر ضیاء القرآن ج ۳ص زیر آیت مذکورہ، الجامع لاحکام القرآن ملخصاً ج ۱۵ص ۹،۸)

شان نزول:

اس آیت کے شان نزول کے متعلق علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ یہ آیت ابوجہل اور اس کے دو مخزومی دوستوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابوجہل نے قسم اٹھائی تھی کہ اگر اس نے محمد (ﷺ) کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو پتھر سے آپ ﷺ کے سر مبارک کو کچل دے گا۔ ایک روز آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو وہ ایک بھاری پتھر اٹھا کر حضور ﷺ کی طرف بڑھا جب پتھر مارنے کے لئے اٹھایا تو ہاتھ گردن سے چپک گیا اور پتھر ہاتھ کے ساتھ۔ واپسی میں ہی عافیت سمجھی۔ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو سارا ماجرا کہہ دیا یہ سن کر ولید بن مغیرہ اٹھا اور کہا اے ابوجہل تم تو ہو ہی بزدل میں جاتا ہوں سر پھوڑ کر ہی آؤں گا جب وہ اس نیت بد سے آپ کے قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی ہی سلب کر لی اور اندھا ہو گیا۔ حضور ﷺ کی آواز تو سن رہا تھا لیکن حضور نظر نہ آتے۔ تب اس نے بھی واپس آکر اپنی داستان سنا دی تیسرا کافر غصہ سے بے قابو ہو کر اٹھا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں ہی اس کے سر کو چور چور کر دوں گا وہ پتھر لیکر نزدیک پہنچا تو گھبرا کر پیچھے ہٹا ا رغش کھا کر منہ کے بل زمین پر گر گیا ساتھیوں نے آکر اٹھایا پوچھا کیا معاملہ ہوا اس نے کہا مت پوچھو مجھ پر کیا گزری ہے جب میں ان کے قریب ہوا تو ایک بہت بڑا بیل دم ہلاتا ہوا میرے سامنے کھڑا ہوا فوالللات والعزی لودنوت منہ لاکلنی۔ لات وعزی کی قسم اگر میں ان کے قریب جاتا تو وہ مجھے کھا لیتا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (☆تفسیر بغوی ج ۵ زیر آیت مذکورہ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۵ص ۱۰، مدارک التنزیل ج ۲ص ۳۹۵ تفسیر کشاف ج ۴ص ۶)

ان روشن آیات کو دیکھنے کے باوجود وہ بدبخت ایمان نہ لائے۔

Marfat.com

طوق کا معنی و مفہوم:

اس آیت میں طوق سے مراد انکی ہٹ دھرمی اور ضد ہے جو ان کے قبول حق میں مانع ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی ضد، باطل پر اڑے رہنے، تکبر اور غرور اور پیہم کفر و نافرمانی کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر ثبت کردی ہے اب ان کے ایمان قبول کرنے کی صلاحیت ہی ان کی لگاتار نافرمانیوں کے باعث بطور سزا اللہ رب العزت نے ان سے چھین لی ہے۔ جس طرح وہ آدمی جس کے ہاتھوں میں زنجیر اور گلے میں طوق ڈال دیا جائے اور وہ طوق اس کی ٹھوڑی تک پہنچ گیا ہو اسے اس طرح جکڑ دیا گیا ہو کہ اس کا سر اوپر ہی اٹھا رہے اور نظریں آسمان کی طرف اٹھی رہیں۔ نہ سر ہلا سکتا ہو نہ ہی ادھر ادھر دیکھنے کی ہمت ہو اور نہ ہی اپنے سامنے راستہ دیکھنے کی صلاحیت اس کے اندر باقی رہے۔ اسی طرح یہ لوگ اپنی ضد اور کبر و نخوت کے باعث نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے دکھلائے ہوئے صراط مستقیم کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔

گردنوں کا طوق عدم انقیاد (عدم اطاعت) سے بھی عبارت ہوسکتا ہے کیوں کہ مطیع و فرمانبردار کے لئے کہا جاتا ہے وضع راسه علی الحظ و خضع عنقه اور جس کی گردن میں ٹھوڑی تک بھاری طوق ہو وہ اپنے سر کو جھکا سکتا ہے اور نہ ہی مطیع کی طرح اسے حرکت دے سکتا ہے لہٰذا اس پر مقمحون کے لفظ کا اطلاق ہوسکتا ہے کیوں کہ مقمح انکار کرنے والے کی طرح سر اوپر اٹھائے رکھتا ہے اسی لئے جب اونٹ پانی پینے سے انکار کرے اور اپنا سر اوپر اٹھالے تو کہا جاتا ہے بعیر قامح اور ایمان بھی ماء زلال کی طرح حیات بخش ہے گویا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیا ہے اب وہ امر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کریں گے۔

وجعلنا من بین ایدیهم سدا ومن خلفهم سدا فاغشینٰهم فهم لا یبصرون

ترجمہ۔ اور بنادی ہے ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے۔

Marfat.com

آگے پیچھے دیوار کھڑی کرنے کا معنی:

ان کے تعصبات، انکار و استکبار اور مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے قبول حق کی صلاحیت ہی چھین لی ہے ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور واضح حق کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ جیسے کسی شخص کے لئے دونوں اطراف میں دیواریں ہوں۔ ہر طرف سے راستہ بند ہو وہ کسی بھی طرح منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی حال ان کفار کا ہے کہ ان پر ہر طرف سے ایمان کی راہ بند ہے۔ ان کے سامنے غرور دنیا کی دیوار ہے تو پیچھے تکذیب آخرت کی۔ وہ جہالت کے قید خانہ میں محبوس ہیں۔ آیات و دلائل میں غور و فکر کرنا انھیں میسر نہیں۔

موانع کی اقسام:

امام رازی لکھتے ہیں کہ مانع دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک نفس کے اندر اور دوسرا خارج میں۔ حق بینی اور قبول ایمان سے دونوں قسم کے موانع کفار کے اندر موجود ہیں نفس کے اندر "غل" اور خارج میں "سد" کا مانع موجود ہے انکی نظر اپنے نفس پر بھی نہیں پڑتی تا کہ وہ اپنے نفس کے اندر موجود آیات بینات کو دیکھ سکیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سنریھم ایاتنا فی الافاق و فی انفسھم (فصلت:۵۳) کیوں کہ مقمح اپنے نفس کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور نہ ہی اس کی نظر اپنے سامنے پڑتی ہے اور نہ ہی ان کی نظر آفاق پر پڑتی ہے۔ کیوں کہ وہ دیواروں کے درمیان آفاق کو دیکھ نہیں سکتے اور نہ ہی آفاق میں پھیلی ہوئی آیات انھیں نظر آتیں ہیں پس اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "انا جعلنا فی اعناقھم" اور "وجعلنا من بین ایدیھم" میں نفس اور آفاق میں پھیلی ہوئی آیات کی طرف انکی عدم ہدایت کی طرف اشارہ ہے۔ (☆تفسیر کبیر ج۹ ص زیر آیت مذکورہ)

کفار ہدایت فطری اور نظری دونوں کو ترک کر دیتے ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کے سامنے دیوار کھڑی کر دی اب وہ ہدایت کے راستہ پر نہیں چل سکتے جو کہ نظری ہے اور انکے پیچھے دیوار کھڑی کر دی اب وہ ہدایت جبلی کی طرف نہیں لوٹ سکتے جو کہ فطری ہدایت ہے۔

Marfat.com

کفار کے لئے انذار وعدم انذار کا برابر ہونا:

ان کے کفر وشرک کا مرض لا علاج حد تک بڑھ چکا ہے جس پر انذار وتبشیر کچھ کارگر نہیں ہوتی۔ ان کی آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں کانوں سے حق بات سننے کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے انکے دل زنگ آلود ہو کر مردہ ہو چکے ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے اپنی صلاحیتوں کا گلا اپنے ہاتھوں گھونٹ کر ان کا جنازہ نکال لیا ہے۔ یہ لوگ اب ایمان قبول نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے **ان الذین حقت علیھم کلمة ربک لایؤمنون ولو جائتھم کل ایة حتی یروا العذاب الالیم** (یونس/۹۶)

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ ان کفار کی اس روش سے دلبر داشتہ ہو کر دعوت اسلام کے مشن سے ہی دستبر دار ہو جائیں۔ بلکہ بتلانا یہ مقصود ہے کہ آپ اپنی تعلیمات تمام بشریت تک پہنچائیں۔ اگر چہ یہ مذکورہ اوصاف کے مالک آپ کی دعوت پر کان نہیں دھرتے۔ انھیں لوگوں میں سے آپ کو ایسے خوش نصیب لوگ بھی میسر آئیں گے جو آپ کی تعلیمات کو اپنے لئے حرز جان بنالیں گے۔ اور جن گواہر مقصودہ کی آپ کو تلاش ہے وہ بھی انھیں میں سے آپ کو میسر آئیں گے۔

اس آیت کریمہ میں **سواء علیھم** فرما کر بتا دیا کہ آپ کا انذار وعدم انذار کفار کے حق میں تو برابر ہے وہ اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ لیکن آپ کے حق میں انذار بہر حال نفع بخش ہے آپ اپنی ذمہ داری (تبلیغ دین) سے عہدہ برآ ہو کر اپنی سیادت عاجلہ اور سعادت آجلہ میں اضافہ کرتے رہیں۔ اگر چہ انھیں اس کا کچھ فائدہ نہیں کیوں کہ ان کے لئے آخرت کے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہی قول راجح ہے۔

سلیم الفطرت افراد کے لئے انذار کا مفید ہونا:

اللہ رب العزت نے جب یہ فرمایا کہ آپکا ڈرسنانا اور ڈر نہ سنانا کفار کے حق میں برابر ہے تو اپنے نبی کو یہ بھی بتا دیا کہ آپ کا ڈرسنانا من کل الوجوہ غیر مفید اور رائیگاں بھی نہیں جائے گا۔

Marfat.com

آپ انذار عام فرمائیں۔ اسود واحمر تک اپنے پیغام کو پہنچائیں۔ انھیں توحید کی دعوت دیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرائیں۔ انھیں لوگوں میں سے کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جن میں حق پذیری کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے جو حق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ ان لوگوں کے لئے آپ کا انذار مفید اور کار آمد ثابت ہوگا جب آپ انھیں نصیحت کریں گے تو اس پر عمل کرنا شروع کر دیں گے۔ یہی لوگ قرآنی تعلیمات کو مانیں گے اور اس کے مقتضیٰ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں گے اور آپ کی غلامی کو اپنی زندگی کا سرمایہ شمار کریں گے۔

خشی الرحمٰن فرمانے کی حکمت:

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وخشی الرحمٰن یعنی وہ رحمٰن سے ڈرتے ہیں یہ نہیں فرمایا وہ قہار سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ رحمٰن کی رحمت سے امید ورجاء پیدا ہوتی ہے نہ کہ خوف اور ڈر تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عاقل کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رحمٰن ورحیم کے باوصف اس کی نافرمانی سے ڈرتا رہے کیوں کہ جس کی نعمتیں اس کی رحمت کے سبب کثیر ہوں تو اس کی نافرمانی کی صورت میں متواتر نعمتوں کے منقطع ہونے کا خوف بھی مکمل ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے دو اسم رحمٰن اور اللہ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں جیسے فرمان الٰہی ہے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن (اسراء: ۱۱۰) اسم جلالت اللہ ہیبت اور رحمٰن، رجاء اور عطف ومہربانی کا تقاضا کرتے ہیں۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یرجوا اللہ (احزاب ۲۱) اور دوسرے مقام پر فرمایا وخشی الرحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت ہیبت کے باوجود تم اس سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ اور اس کے رحمٰن ہونے کے باوجود تم اس کے غضب سے امن میں نہ ہو جاؤں۔ (☆تفسیر کبیر جزء السادس والعشرون ص ۲۵۷ ج ۹ زیر آیت مذکورہ)

رحمٰن اور رحیم کا فرق:

رحمٰن اور رحیم دونوں اسماء مبالغہ ہیں اور رحم سے مشتق ہیں جیسے غضبان غضب سے اور علیم علم سے اور رحمۃ لغت میں رقت قلبی کو کہا جاتا ہے۔ انعطاف احسان اور تفضیل دونوں کا تقاضا

Marfat.com

کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء افعال کی غایات کے اعتبار سے ہیں نہ کہ مبادی کے اعتبار سے جو کہ انفعالات ہیں۔

رحمٰن رحیم سے ابلغ ہے کیوں کہ لفظ کی زیادتی معنیٰ کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے جیسے قطع اور قطّع اور کبار اور کبّار کیوں کہ کبھی کمیت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور کبھی کیفیت کا اعتبار۔ پہلی صورت میں کہا جائے گا یا رحمٰن الدنیا کیوں کہ رحمٰن کی رحمت مومن و کافر دونوں کو عام ہے رحیم الاخرہ کیوں کہ رحیم کی رحمت آخرت میں صرف مومنوں کے ساتھ خاص ہوگی۔ دوسری صورت میں کہا جائے گا یا رحمن الدنیا و الاخرة و رحیم الاخرة کیوں کہ اخروی نعمتیں ساری کی ساری جسام ہوں گی جب کہ دنیوی نعمتیں جلیل بھی ہیں اور حقیر بھی۔

(☆تفسیر بیضاوی ج ا ص ۵ زیر آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ رحمٰن اور رحیم دونوں رحم سے مشتق ہیں اس پر دلیل حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "**انا الرحمٰن خلقت الرحم وشققت لها اسمامن اسمی فمن وصلها وصلته ومن قطعها قطعته**"

ترجمہ: میں رحمٰن ہوں اور میں نے رحم کو پیدا کیا اور اپنے اسم سے اس کا اسم مشتق کیا جو اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا جو اسے کاٹے گا میں اسے کاٹ دوں گا۔

یہ حدیث اس کے مشتق ہونے پر نص ہے (الجامع لا حکام القرآن ج ا ص ۹۸)

مزید لکھتے ہیں کہ رحمٰن خاص الاسم عام الفعل اور رحیم عام الفعل خاص الاسم ہے اور یہ جمہور کا قول ہے۔ ابوعلی فارسی نے کہا کہ رحمٰن ہر قسم کی رحمت میں اسم عام ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے رحیم مومنین کی جہت سے ہے۔ جیسے فرمان الٰہی ہے "**وکان بالمؤمنین رحیما**" (احزاب: ۴۳) ابن مبارک نے کہا رحمٰن سے جب سوال کیا جائے تو عطا کرتا ہے اور رحیم وہ ہے جب اس سے سوال نہ کیا جائے تو غصہ ہوتا ہے۔ ابن ماجہ اور ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "**من لم یسأل اللہ یغضب علیه**" (ترمذی)،

Marfat.com

ابن ماجہ کے الفاظ ہیں "من لم یدع اللہ سبحانہ غضب " یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۱ص۹۹)

عامہ ابن جریر طبری نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ، رحمٰن کی رحمت دنیا و آخرت میں ہے اور رحیم کی رحمت آخرت میں۔ اور عثمان بن زفر سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں میں نے عرزمی سے رحمٰن و رحیم کی تفسیر میں سنا رحمٰن تمام مخلوق کیلئے اور رحیم صرف مؤمنین کیلئے۔ (جامع البیان ج۱ص۱۷)

میں کہتا ہوں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا " استوی علی العرش الرحمٰن " اور فرمایا "الرحمٰن علی العرش استوی " تا کہ اسکی رحمت تمام مخلوق کو شامل ہو جائے اور فرمایا "وکان بالمؤمنین رحیما " تو مؤمنوں کو اپنی صفت رحیم کے ساتھ خاص کیا۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے رحمٰن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں اکثر علماء کے نزدیک رحمٰن اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کسی غیر کو اس اسم کے ساتھ مسمّٰی کرنا جائز نہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن " (اسریٰ:۱۱۰) اور فرمایا "و اسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن الھۃ یعبدون " (زخرف :۴۵) پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ رحمٰن ہی مستحق عبادت ہے۔ مسیلمہ کذاب نے جسارت کر کے اپنے آپ کو رحمٰن یمامہ کہلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ صفت کذاب کو لازم کر دیا۔ اگر چہ تمام کفار کاذب ہیں لیکن یہ وصف مسیلمہ کا علم بن گیا جس سے وہ جانا جاتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۱ص۱۵۵)

رحیم کی صفت کا اطلاق مخلوق پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

"لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم " (توبہ:۱۲۸)

ترجمہ: تحقیق آیا تمہارے پاس ایک رسول جو تمہیں میں سے ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بڑا گراں گزرتا ہے۔ وہ مؤمنوں کے ساتھ بہت شفیق اور رحیم ہیں۔

Marfat.com

علامہ قرطبی لکھتے ہیں مھدوی نے کہا رحیم کا معنی یہ ہے کہ تم رحیم کے ذریعے (وسیلہ) اللہ تعالیٰ اور رحمٰن سے مل گئے۔ رحیم محمد ﷺ کا وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس صفت کے ساتھ آپ کی نعت بیان فرمائی ہے۔ اور فرمایا "رؤف رحیم" گویا یہ معنی ہوا کہ آدمی یوں کہے "بسم اللہ الرحمٰن وبالرحیم" یعنی محمد ﷺ کے وسیلے سے تم نے میرا وصال پایا۔ یعنی آپ ﷺ کی اتباع اور آپ کے لائے ہوئے دین کے ساتھ تم نے میرے ثواب، عزت افزائی اور میرے دیدار تک پہنچے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ا ص ١٠٠)

علامہ ابن جریر طبری نے اور ان کے حوالہ سے علامہ ابن کثیر نے عطا خراسانی سے روایت کیا ہے کہ جب غیر خدا کو رحمٰن کے وصف کے ساتھ متصف کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ رحیم کی صفت لگا کر اس وہم کو ختم کر دیا۔ کیونکہ رحمٰن ورحیم کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو متصف کیا جاتا ہے۔ (جامع البیان ج ا ص ٤٣، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ٢١)

جہاں تک مشرکین کے اس قول کا تعلق ہے کہ " وما الرحمٰن انسجد لما تأمرنا ؟" اسی طرح ان کا صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کا حکم دینے پر رحمٰن سے عدم واقفیت اور جاننے سے انکار ان کے عدم علم کی دلیل نہیں بلکہ یہ تو انکے کفر میں ہٹ دھرمی، سرکشی اور حد سے بڑھنے کی بنا پر تھا۔ کیونکہ عربوں کے زمانہ جاہلیت کے اشعار میں اس وصف کو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری نے عربوں کے قبل از اسلام کے وہ اشعار بطور دلیل پیش کرتے ہوئے درج ذیل اشعار نقل کئے ہیں۔

الا ضربت تلک الفتاۃ ھجینھا

الا قضب الرحمٰن ربی یمینھا

اور سلمہ بن جندب طہوری نے کہا ہے،

Marfat.com

عجلتم علينا اذعجلنا عليكم
وما يشأ الرحمٰن يعقد ويطلق

(جامع البیان ج۱ص۷۳)

منکرین حشر کارد:

احیاء کسی شے کو حس وحرکت والا بنانا ہے اور میت اس شے کو کہتے ہیں جس سے روح نکل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کا رد کرتے ہوئے احیاء اموات کی خبر دی کفار جو حیات بعد الممات کو عقل کے خلاف سمجھتے تھے اور اس دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ خیال کرتے تھے ان کے نزدیک مردہ مٹی میں گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے اللہ جل مجدہ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا ایسا نہیں بلکہ ہم تمہیں اگر عدم سے وجود بخشنے پر قادر ہیں تو تمہارے مرنے کے بعد دوبارہ تمہارے اندر زندگی ڈالنا ہمارے لئے چنداں مشکل نہیں بلکہ تمہیں حشر کے لئے دوبارہ زندہ کیا جائے گا جہاں تمہیں اپنے دنیاوی اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

اس سے مجازی معنی بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی جہالت کے بعد ایمان کے ساتھ ہم ان کو حیاۃ بخشتے ہیں ضحاک اور حسن سے بھی یہی معنی مروی ہے۔

(☆الجامع لاحكام القرآن ج ٨ ص ١١ زیر آیت مذکورہ)

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر سنگدلی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا "اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعدموتها" ترجمہ: تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ زندہ فرماتا ہے زمین کو اسکے مردہ (بنجر) ہونے کے بعد۔

حضورعلیہ السلام نے موتی کا اطلاق ہر غنی مترف اور سلطان جائر پر بھی کیا ہے۔ حضورعلیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے اربع یمتن القلوب، الذنب علی الذنب و کثرة مصاحبة النساء و حدیثهن و ملاحاة الاحمق تقول له و یقول لک ومجالسة الموتیٰ قیل یا رسول الله وما مجالسة الموتیٰ قال کل غنی مترف و سلطان جائر

(☆تفسیر روح البیان جزء الثانی والعشرون زیر آیت مذکورہ ص)

Marfat.com

چار چیزیں دلوں کی موت ہیں۔ گناہ پر گناہ، عورتوں کے ساتھ کثرۃ مصاحبت (زیادہ میل جول رکھنا) اور ان کے ساتھ بات چیت کرنا۔ احمق کے ساتھ بے دینی کی باتیں کرنا اور مردوں سے ہمنشینی کرنا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ مردوں کی مجالست سے کیا مراد ہے فرمایا ہر سرکش غنی اور ظالم بادشاہ۔

آثار کی دو تفسیریں:

آثار کی تفسیر میں دو قول ہیں۔

ا۔ آثار معنوی: اس سے مراد انسان کے وہ اعمال ہیں جو اس نے اپنی زندگی میں کئے اور وہ طریقے جو وہ اپنے بعد رائج کر کے آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑ کر آیا ہے۔ یعنی جو نیک کام اس نے خود کئے اور جو نیک اثرات جیسے علم جس کی اس نے تعلیم دی، کتابیں، مساجد، پل، مدارس، ہسپتال یا دیگر رفاعی کام جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہے اس پر اسے اجر دیا جاتا رہے گا۔ بلکہ جو جو اس نیک راستہ پر گامزن ہوگا اس کے اجر کے برابر اسے اجر ملتا رہے گا۔ اسی طرح جو شخص کوئی برا کام اس دنیا میں کرتا ہے یا اپنے پیچھے کسی برے طریقہ کو رائج کر کے آتا ہے اس برائی کے جراثومے معاشرے کو بطور وراثت دے کر اس دنیا سے سدھار جاتا ہے تو بعد میں آنے والی نسلیں انہیں برائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں تو ہر عمل کرنے والے شخص کے گناہ کے برابر اسے بھی اس برائی کی سزا دی جائے گی اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی ہے "کل نفس ماقدمت واخرت (انفطار ۵) ترجمہ: ہر شخص کیلئے (اس کا بدلہ ہے) جو اس نے کیا اور جو پیچھے چھوڑ آیا۔

اور اس فرمان میں بھی ینبؤ الانسان یومئذ بما قدم و اخر (القیامۃ ۱۳)

ترجمہ:۔ ہر انسان کو آگاہ کیا جائے گا اس دن اس عمل سے جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑ آیا۔

اور حدیث شریف میں ہے من سن سنة حسنة کان له اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شیئی ومن سن سنة سیئة کان علیه و

Marfat.com

زرها و وزر من عمل بها من بعده من غير ان ینقص من اوزارھم شیئی
(☆صحیح المسلم کتاب الزکوۃ باب ۴۹)

ترجمہ: جس شخص نے کوئی نیک طریقہ رائج کیا اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو بھی اس پر عمل پیرا ہوا اس کا اجر بھی اور کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جو شخص کوئی برا طریقہ رائج کرتا ہے تو اس کو اس گناہ کی سزا ملے گی اور اس کے بعد جو شخص بھی اس پر عمل کرے گا اس کا گناہ بھی اور ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں قال قال رسول اللہ ﷺ اذا مات ابن ادم انقطع عملہ الا من ثلاث من علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ او صدقۃ جاریۃ من بعدہ (☆صحیح المسلم کتاب المسلم باب من سنۃ حسنۃ اوسیئۃ ومن دعا الی الہدی اوصلالۃ مشکوۃ کتاب العلماء فصل اول)

ترجمہ:۔ جب ابن آدم مرجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین اعمال (کہ ان پر اسے برابر اجر ملتا رہتا ہے) ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے یا ولد صالح جو اس کے لئے دعا (مغفرت) کرتا ہو اور صدقہ جاریہ۔ اسی تفسیر کو محققین نے اختیار کیا ہے۔

بدعت کا لغوی اور شرعی مفہوم:

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں " البدعۃ فی المذھب ایراد قول لم یستن قائلھا وفائلھا فیہ بصاحب الشریعۃ و اما ثلھا المتقدمۃ واصولھا المتقنۃ" بدعت مذھب میں ایسے قول کے وارد کرنے کا نام ہے جس کا قائل و فاعل مذھب میں صاحب شریعت سے کوئی سنت نہ پائے اور نہ ہی اس کے پختہ اصولوں اور اسکے امثال میں اسکی کوئی نظیر پائے۔ (المفردات ص ۳۹)

علامہ سید شریف جرجانی لکھتے ہیں ''البدعۃ ھی الفعلۃ المخالفتہ للسنۃ سمیت البدعۃ لان قائلھا ابتدعھا من غیر مقال امام" ترجمہ: بدعت وہ کام ہے جو مخالف سنت ہو اسے بدعت اس لئے کہا گیا کیونکہ اس کا قائل امام کے قول کے بغیر اس کی

Marfat.com

اختراع کررہا ہے۔

وہ دوسری تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں " **البدعة هی الامر المحدث الذی لم یکن علیه الصحابه و التابعون ولم یکن مما اقتضاه الدلیل الشرعی** "

یعنی بدعت وہ نیا کام ہے جس کو صحابہ اور تابعین نے نہ کیا ہو اور نہ وہ دلیل شرعی کا مقتضیٰ ہو۔

(کتاب التعریفات ص ۱۶)

علامہ ابن منظور افریقی، ابن اثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

بدعت حسنہ، بدعت سیئہ ۔ جو کام اللہ اور اسکے رسول کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم وممنوع ہے۔ جو کام کسی ایسے حکم کے تحت ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ابھارا ہو اور اس کا حکم دیا ہو اس کا کرنا مستحسن ہے۔ اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے سخاوت کی اقسام اور دوسرے نیک کام وہ اچھے کام ہیں بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے۔ آپ نے فرمایا "**من سن سنة حسنة کان له اجرها و اجر من عمل بها**" جس شخص نے اچھے کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو شخص بھی اس کام کو کرے گا اس کے عمل کا اجر بھی ملے گا۔ اور اس کی ضد کے بارے میں فرمایا "**من سن سنة سیئة کان علیه وزرها و وزر من عمل بها**" جو شخص کسی برے کام کی ابتداء کرے گا تو اس پر اس برائی کا وبال ہوگا اور جو شخص بھی اس برائی پر عمل پیرا ہوگا اس کا وبال بھی۔ اور یہ اس وقت ہے جب وہ کام اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف ہو۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ علامہ ابن اثیر جزری نے کہا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان " **نعمت البدعة هذه** " (یہ کتنی اچھی بدعت ہے) اسی نوع سے ہے کیونکہ یہ افعال خیر میں سے ہے اور مدح میں داخل ہے اسے بدعت کا نام دیا اور اس کی مدح کی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ان کے لئے سنت نہیں بنایا تھا آپ نے چند ایام یہ نماز ادا فرمائی اور پھر ترک فرمادیا اس پر محافظت اختیار نہیں فرمائی اور نہ لوگوں کو اس پر جمع فرمایا نہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

زمانہ میں تھی۔اس پر تو حضرت عمر نے لوگوں کو جمع فرمایا اور ان کیلئے اسے اچھا گردانا اور اسے بدعت کا نام دیا۔یہ فی الحقیقت سنت ہے کیونکہ حضورﷺ کا فرمان ہے " علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی " اور یہ فرمان "اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر " اس تاویل کی بناء پر دوسری حدیث "کل محدث بدعة" کو اصول شریعت کی مخالفت اور سنت کی عدم موافقت پر محمول کیا جائے گا۔(لسان العرب ج ۲ص ۳۴۲)

علامہ نووی بدعت کا شرعی مفہوم لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں ، " بدعت کا شرعی معنی یہ ہے کہ وہ نیا کام جو رسول اللہﷺ کے عہد میں نہ ہو اسکی دو قسمیں ہیں ، حسنہ اور سیئہ۔شیخ امام ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جنکی جلالت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔انہوں نے کتاب "القواعد" کے آخر میں فرمایا بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں ، واجب،حرام، مستحب،مکروہ اور مباح۔انہوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کیا جائے اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اگر قواعد تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے اگر قواعد استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور اگر کراھیت کے تحت داخل ہے تو مکروہ ہے اور قواعد اباحت کے تحت داخل ہے تو مباح ہے۔

بدعات واجبہ کی مثالیں : مثلاً علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا موقوف ہے۔یہ اس لئے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول بھی واجب ہے اور قرآن و حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہوسکتا۔اور جس پر کوئی واجب موقوف ہو تو وہ بھی واجب ہوتا ہے دوسری مثال ہے قرآن اور حدیث کے معانی جاننے کیلئے علم لغت کا حاصل کرنا تیسری مثال ہے دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا چوتھی مثال ہے سند حدیث میں جرح و تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت

Marfat.com

کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور علوم مذکورۃ الصدر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

بدعات محرمہ کی مثالیں: مثلاً قدریہ، جبریہ، مرجیہ اور مجسمہ کے نظریات (موجودہ دور میں مرزائیت، پرویزیت، رافضی، اسماعیلی، چکڑالوی اور نجدی نظریات) اور ان لوگوں پر رد کرنا بدعات واجبہ کی قسم میں داخل ہیں۔ یہ بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں ہیں سرائے اور مدارس بنانا اور اصلاحی اور فلاحی کام جو عہد رسالت میں نہ تھا جماعت تراویح، تصوف کی دقیق ابحاث، بدعقیدہ فرقوں سے مناظرے اس مقصد سے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو۔

بدعات مکروہہ کی مثالیں: مساجد کی زیب وزینت (متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے) مصحف قرآن کو مزین کرنا (متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے)

بدعات مباحہ کی مثالیں: مثلاً صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا، کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت اختیار کرنا سبز چادریں اوڑھنا کھلے آستین قمیص پہننا ان امور میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے ان امور کو بدعات مکروہہ میں داخل کیا ہے اور بعض علماء نے ان کو عہد رسالت اور عہد صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے۔ جیسے نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ جہراً پڑھنے میں سنت ہونے، نہ ہونے کا اختلاف ہے۔ یہاں تک امام عبدالعزیز بن عبدالسلام کا کلام ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں امام بیہقی نے مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدعات کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو کتاب، سنت، اثر اور اجماع کے خلاف ہو یہ بدعت سیئہ ہے۔ دوسری قسم وہ نئے کام ہیں جن میں خیر ہو ان میں کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے اور یہ بدعت غیر مذموم ہے۔ حضرت عمر نے رمضان میں جماعت قائم

Marfat.com

کروا کر فرمایا یہ اچھی بدعت ہے، یعنی یہ وہ کام ہے جو پہلے نہیں تھا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے یہ امام شافعی کی مکمل عبارت ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ا ص ۲۲،۲۳)

علامہ شوکانی نے ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام بیان کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں بدعت لغت میں اس فعل کو کہا جاتا ہے جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاح شرع میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لئے یہ مذموم ہے تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیئہ ہوگی۔ ورنہ بدعت مباحہ ہے اور بلاشبہ بدعت کی پانچ اقسام ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۲۵)

محدثین اور علماء کی ان مذکورہ تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ ہر بدعت، بدعت سیئہ اور موجب قباحت نہیں ہے بلکہ بعض اوقات وہ واجب، مستحب اور مباح ہوتی ہے اور کبھی کبھی وہ حرام یا مکروہ ہوتی ہے۔ اور بدعت جسکی اصل شریعت میں موجود ہو اس کا ارتکاب کسی بھی طرح قبیح نہیں ہو سکتا اور ہر وہ کام جس کی اصل قرآن وسنت میں موجود وہ بدعت حسنہ اور جسکی اصل موجود نہیں ہو گی وہ بدعت سیئہ کے زمرے میں داخل ہوگی اور مذموم ہوگی۔

۲۔ آثار قدم: بعض نے آثارہم سے مراد نیکی یا برائی کی طرف جاتے ہوئے قدموں کے نشانات لئے ہیں، علامہ بغوی ابو سعید بن خدری سے روایت کرتے ہیں کہ بنو مسلمہ نے اپنے گھروں کے مسجد سے دور ہونے کی شکایت کی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ونکتب ماقدموا واثارھم (☆ تفسیر بغوی سورۃ یسین زیر آیت مذکورہ ص ۲۰۷ ج ۵)

قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا اے ابن آدم اگر اللہ تعالیٰ تیرے کسی کام سے غافل ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ ان نشانات سے غافل ہو جاتا جنہیں ہوائیں مٹا دیتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال اور قدموں کے ان نشانات کو بھی احاطے میں لے رکھا ہے جو اس کی اطاعت میں اٹھے ہیں اور جو اس کی معصیت میں اب تم میں سے جو استطاعت رکھتا ہو کہ اس کے آثار اللہ کی اطاعت

Marfat.com

میں لکھے جائیں اسے چاہئے کہ وہ ایسا ہی کرے۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ یٰس زیر آیت مذکورہ ص ۵۸۳ ج ۳)

اس معنی کی تائید میں کئی احادیث بھی مروی ہیں۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں مسجد نبوی کے اردگرد کچھ قطعات اراضی خالی تھی۔ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جائیں۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام تک یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے انھیں فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد نبوی کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو۔ تو انھوں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **یابنی سلمة دیارکم تکتب اثارکم دیارکم تکتب اثارکم** (☆ صحیح المسلم شریف کتاب المساجد باب فضل کثرۃ الخطاالی المساجد تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۸۳ زیر آیت مذکورہ)

یعنی اے بنو سلمہ تم اپنے محلہ میں ہی قیام کرو کیوں کہ تمہارے آثار قدم لکھے جائیں گے۔

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ بنو سلمہ مدینہ کے ایک کنارے پر آباد تھے۔ انہوں نے مسجد نبوی کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی **انا نحن نحیی الموتی و نکتب ماقدموا اثارھم** تو حضور ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا **ان اثارکم تکتب** تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ پس وہ منتقل نہ ہوئے۔

(☆ جامع ترمذی کتاب التفسیر باب من سورۃ یٰس تفسیر ابن کثیر زیر آیت مذکورہ)

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی مدینہ میں وصال فرما گیا۔ حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور فرمایا **یالیته مات فی غیر مولده** اے کاش یہ اپنے مولد (جائے پیدائش) کے علاوہ کسی جگہ وصال فرماتا۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کی یارسول اللہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا **ان الرجل اذا توفی فی غیر مولده قیس له من مولده الی منقطع اثره فی الجنة** جب آدمی اپنے مقام تولد کے سوا دوسری جگہ انتقال کرتا ہے تو اس کے مولد سے انقطاع اثر تک جنت سے ناپ دیا جاتا ہے۔

(☆ نسائی کتاب التفسیر باب من سورۃ یٰس ابن ماجہ کتاب زیر آیت مذکورہ ابن کثیر)

Marfat.com

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں پہلے اور دوسرے قول میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

لاتنا فی بینہ و بین الاول بل فی ھذا تنبیه و دلالة علی ذالک بطریق الاولیٰ والآخر فانه اذا کانت ھذه الآثار تکتب فلان تکتب تلک التی فیھا قدوة بھم من خیر اوشر بطریق الاولی

یعنی آثار کی تفسیر جو دوسرے قول کے مطابق آثار قدم سے کی گئی ہے یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ آثار قدم لکھے جاتے ہیں تو آدمی جو نیک یا بد اثر چھوڑے اور جس میں اس کی اقتداء کی گئی ہے وہ بدرجہ اولیٰ اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔

(☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۳ زیر آیت مذکورہ)

Marfat.com

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾
اور بیان فرمایئے ان کے سمجھانے کے لئے مثال اس گاؤں کے باشندوں کی جب آئے وہاں (ہمارے) رسول۔ جب ہم نے
اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْا اِنَّا
انکی طرف دو رسول بھیجے تو انھوں نے ان کو جھٹلایا۔ پس ہم نے (انھیں) تیسرے رسول سے تقویت پہنچائی۔ تو ان سب (تینوں)
اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا اَنْزَلَ
نے کہا ہم تمہاری طرف بھیجے گئے (رسول) ہیں۔ بستی والوں نے کہا تم تو ہماری طرح انسان ہی ہو۔ اور خدائے رحمٰن
الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ
نے کسی چیز کو اتارا ہی نہیں تم محض جھوٹ بول رہے ہو۔ رسولوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہمیں یقیناً
اِنَّا اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾
تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور ہم پر بجز پیام حق صاف اور کھول کر پہنچانے کے علاوہ کوئی ذمہ داری نہیں۔
قَالُوْا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ
وہ بستی والے کہنے لگے ہم تو تمہیں اپنے لئے فال بد سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم آپ کو سنگسار کر دیں گے اور ہماری
مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ
جانب سے تمہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ رسولوں نے فرمایا تمہاری فال بد تمہیں نصیب ہو۔ (تعجب ہے) اگر تمہیں نصیحت کی
قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى
جائے (تو تم دھمکیاں دینے لگتے ہو) دراصل تم حد سے بڑھ جانے والے ہو۔ اسی دوران شہر کے پرلے کنارہ سے ایک شخص
قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا
دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو۔ ان پاکباز ہستیوں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتے
وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ
اور وہ سیدھی راہ پر ہیں۔ اور مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں اس ہستی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے۔ اور اسی کی
تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ
طرف تم سب نے پلٹ کر جانا ہے۔ کیا (میرے لئے جائز ہے کہ) میں اسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں؟ (ہرگز نہیں)

Marfat.com

لَاتُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡـًٔا وَّلَا یُنۡقِذُوۡنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیۡۤ اِذًا لَّفِیۡ

حالانکہ اگر رحمٰن مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے ذرا کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا سکتے ہیں (اگر میں شرک

ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ ﴿۲۵﴾ قِیۡلَ

حکم ہوا جنت کروں تو کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تو تمہارے رب پر ایمان لے آیا (پس کان کھول کر) میرا اعلان سن

ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ

لو۔ میں داخل ہو جا۔ اس نے کہا کاش میری قوم کو علم ہو جاتا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے

وَجَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ

باعزت لوگوں میں شامل فرمالیا ہے۔ اور ہم نے اس (کی شہادت) کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے

مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا کُنَّا مُنۡزِلِیۡنَ ﴿۲۸﴾ اِنۡ کَانَتۡ اِلَّا صَیۡحَۃً

کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہی ہمیں اس کی ضرورت تھی۔ بس ایک گرج ہوئی اور

وَّاحِدَۃً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ﴿۲۹﴾ یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ مَا یَاۡتِیۡهِمۡ مِّنۡ

وہ بجھے ہوئے کوئلے بن گئے۔ صد افسوس ان بندوں پر جو بھی رسول ان کے پاس آیا

رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَهۡلَکۡنَا قَبۡلَهُمۡ

اس کا مذاق ہی کرتے رہے۔ کیا انھیں علم نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے

مِّنَ الۡقُرُوۡنِ اَنَّهُمۡ اِلَیۡهِمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنۡ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیۡعٌ لَّدَیۡنَا

(اور) وہ آج تک ان کی طرف پلٹ کر نہیں آئے۔ اور ان سب کو ہمارے سامنے حاضر کر

مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۲﴾

دیا جائے گا۔

Marfat.com

کیا مرسلین عیسٰی علیہ السلام کے فرستادہ تھے؟:

تمام مقدمین مفسرین قتادہ، ابن عباس، عکرمہ اور کعب احبار وغیرہم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے قریہ سے مراد "انطاکیہ" ملک شام کے ایک شہر کو لیا ہے جس کے بادشاہ کا نام انطیخش ابن انطیخش تھا۔ جو بت پرست تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی طرف تین رسولوں صادق، صدوق اور شلوم کو بھیجا تو ان لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی جس کے باعث انھیں ہلاک کر دیا گیا۔

علامہ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں اسلاف میں سے کثیر نے قریہ سے مراد انطاکیہ لیا ہے اور یہ کہ تینوں حضرات حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے فرستادہ تھے۔ جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے لیکن متاخرین نے اس تفصیل کو ماننے سے انکار کیا اس کی کئی وجوہات ہیں۔

(۱) اس قصہ کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جن حضرات کو بھیجا گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے نہ کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے فرستادہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون" الی ان قال "ربنا یعلم انا الیکم لمرسلون وما علینا الا البلاغ المبین"

معلوم ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے نہ کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے حواری۔ اگر وہ حواری ہوتے تو ان کے کلام کا انداز جدا ہوتا اور پھر کفار یہ بھی نہ کہتے ان انتم الا بشر مثلنا تم نہیں ہو مگر ہماری طرح بشر۔

(۲) اہل انطاکیہ مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے حواریوں کے ہاتھوں پر حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لائے اور انطاکیہ وہ پہلا شہر ہے جس کے باشندے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت پر ایمان لائے اسی وجہ سے نصاریٰ کے نزدیک انطاکیہ چار مقدس شہروں میں سے ایک شہر ہے جب یہ بات متحقق ہوگئی کہ اہل انطاکیہ سب کے سب حضرت عیسیٰ الصلوۃ والسلام پر سب سے پہلے ایمان لائے تو معلوم ہوا قریہ سے مراد انطاکیہ نہیں ہے کیوں کہ اس آیت مبارکہ میں ایسے شہر کا ذکر ہے جس کے باشندوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی۔ انھیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور انھیں سنگسار کرنے کی دھمکیاں تک دیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک چنگاڑ

Marfat.com

کے ذریعے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ کسی بھی تاریخ میں یہ بات نہیں ملتی کہ انطاکیہ پر عذاب الٰہی کبھی نازل ہوا ہو اور اسے نیست و نابود کر دیا گیا ہو۔

(۳) انطاکیہ میں مسیح کے حواریوں کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ نزول تورات کے بعد وقوع پذیر ہوا ہے جب کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نزول تورات کے بعد کسی قوم کو بھی عذاب نازل کر کے ہلاک نہیں کیا گیا۔ بلکہ مومنین کو کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا گیا اس سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن میں مذکورہ قریہ سے مراد کوئی دوسرا شہر ہو گا نہ کہ انطاکیہ یا یہ کوئی دوسرا غیر معروف انطاکیہ ہو گا۔ کیوں کہ اس مشہور انطاکیہ شہر کا کسی بھی ملت یہاں تک کہ نصاریٰ اور ما قبل ملتوں میں اس کے تباہ و برباد ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔

(☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۸۸ زیر آیت ان کانت الا صیحۃ واحدۃ)

قرآن کریم کے اس قصہ کو بیان کرنے کا مقصد کفار و مشرکین کو عبرت دلانا تھا اور انھیں کفر و شرک، ہٹ دھرمی، عناد، تعصب اور انکار حق پر اصرار کی صورت میں انجام بد سے ڈرانا مقصود تھا نہ کہ کسی شہر یا رسولوں کی تعین مقصود تھا۔ رسولوں یا گاؤں کا تعین نہ تو قرآن حکیم میں کسی جگہ پر ملتا ہے اور نہ ہی حدیث مبارکہ میں لہٰذا ہمیں بھی تعین کئے بغیر فقط اس کے مقصد پر نظر رکھنی چاہئے اور بقول ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری مستشرقین کو اسلام پر اعتراض کا ایک اور موقع نہیں دینا چاہئے۔

رسولوں کی بشریت پر کفار کا اعتراض کرنا:

اللہ تعالیٰ نے ابتداً بستی والوں کی ہدایت کے لئے دو رسولوں کو مبعوث فرمایا لیکن انھوں نے ان کی تکذیب کی اور ان کے بتلائے ہوئے راستے پر چلنے سے انکار کیا۔ انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی تقویت کے لئے تیسرے نبی کو بھیجا تا کہ سب مل کر توحید باری کو عام کریں دنیا سے کفر و شرک کا خاتمہ کر کے دین الٰہی کو عام کر دیں اور بھٹکی ہوئی مخلوق کو دوبارہ خالق حقیقی سے ملا لیں انبیاء کرام نے اپنی نبوت و رسالت کی تصدیق کے لئے معجزے دکھائے لیکن وہ کور باطن محض ہٹ دھرمی، جاہلی تعصب اور کبر و نخوت کے باعث اسلام قبول کرنے

Marfat.com

سے باز رہے اور مسلسل انبیاء کرام کی تکذیب کرتے رہے انھیں انبیاء کرام کی شکل ظاہری ہی سے دھوکہ ہوا اور انہیں اپنے جیسا بشر محض سمجھ کر جھٹلا دیا اور انبیائے کرام کی جبین سعادت پر چمکنے والے نور کو دیکھنے سے محروم رہے۔ انہیں انبیاء کرام کا قد وقامت، چلنا پھرنا، کھانا پینا اور ان کے دیگر احوال اپنے جیسے محسوس ہوئے۔ اور یہ سوچ بیٹھے کہ بھلا ہم جیسا انسان ہم ہی کو ہدایت پر لانے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو بنی نوع انسان کی ہدایت ہی مطلوب تھی تو کسی اعلیٰ وافضل اور مافوق الفطرت ہستی مثلاً فرشتہ وغیرہ کو نازل کیوں نہیں کیا۔ یہ اعتراض صرف انھوں نے ہی نہیں کئے بلکہ یہی اعتراض قریش مکہ نے حضور ﷺ پر بھی کیا تھا۔ ''ا انزل علیہ الذکر'' (سورہ ص:۸) کیا اس پر نصیحت کو نازل کیا گیا اور یہی اعتراضات قریباً قریباً ہر نبی کو اس کی امت نے کیا۔ نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم نے آپ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا۔ '' **ما ھذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم ولو شاء اللہ لنزل ملئکۃ ما سمعنا بھذا فی ابائنا الاولین** '' (المومنون۲۴)

ترجمہ: یہ تو ہمارے جیسے بشر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے یہ تم پر صرف اپنی بزرگی جتلانا چاہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی رسول کو بھیجنا چاہتا تو وہ آسمان سے فرشتوں کو نازل فرماتا۔ ہم نے یہ بات اپنے آباؤ اجداد سے بھی نہیں سنی۔

اسی طرح تقریباً تمام قوموں نے اپنے انبیاء کو جھٹلاتے ہوئے کہا۔

اسی طرح ان کا یہ قول جو قرآن نے بطور حکایت نقل کیا ہے ''**ما ھذا الا بشر مثلکم یا کل مما تاکلون و یشرب مما تشربون ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخاسرون** '' (المومنون۳۳/۳۴)

ترجمہ: اے لوگو! یہ تمہاری طرح کا ایک بشر کے سوا کچھ نہیں ہے تمہاری طرح ہی یہ وہی خوراک کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور اسی طرح یہ بھی پیتا ہے جس سے تم پیتے ہو اگر تم اس کی پیروی کرنے لگے تو تم سب نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

Marfat.com

ان کی رائے میں انسان نہ تو نبی ہوسکتا ہے اور نہ ہی انسان کی راہنمائی اور رہبری کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے ان کے گمان میں اللہ تعالیٰ کو نبی بنانے کا اختیار بھی حاصل نہیں ہے کیوں کہ وہ واجب الوجود اور زبردست قدرتوں کا مالک ہے اور ہم انسان سب برابر۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ ہم میں سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اسے نبوت و رسالت کے منصب پر فائز کرے اسی لئے انھوں نے انبیاء کرام کے معجزات کو دیکھنے کے باوجود انکار کردیا۔ قرآن ان کی اس روش کا اظہار ان الفاظ میں فرماتا ہے "وذالک بانہ کانت تاتیھم رسلھم بالبینت فقالوا ابشر یھدوننا فکفروا وتولوا واستغنی اللہ واللہ غنی حمید" (التغابن ۶)

ترجمہ: اس کی وجہ یہ تھی کہ آتے رہے ان کے پاس پیغمبر روشن نشانیاں لے کر پس وہ بولے کیا انسان ہماری رہبری کریں گے پس انھوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے بے نیاز ہوگیا۔

یعنی انھیں اس بات سے تعجب ہوا کہ انسان بھی انسان کی رہبری کرسکتا ہے لہذا انھوں نے انکار کردیا "قالوا ان انتم الا بشر مثلنا تریدون ان تصدونا عما کان یعبدا باؤنا فائتونا بسلطٰن مبین" (ابراہیم:۱۰)

ترجمہ: ان نادانوں نے کہا تم ہماری طرح کے ایک بشر کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیں روک دو ان بتوں کی عبادت سے جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے پس ہمارے پاس کوئی روشن دلیل لے آؤ۔

ان کے نزدیک رسالت کے لئے موزوں صرف برتر مخلوق فرشتے ہی ہوسکتے ہیں۔

"ولو شاء اللہ انزل ملٰئکۃ ما سمعنا بھذا فی ابائنا الاولین" (مؤمنون ۲۴)

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کسی فرشتہ کو نازل فرماتا ہم نے اپنے سابقہ آباؤ اجداد سے یہ بات نہیں سنی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسی نظریے نے انھیں قبول حق سے روکے رکھا۔

"مامنع الناس ان یؤمنوا اذ جائھم الھدی الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا

Marfat.com

رسولا "(بنی اسرائیل:۹۴)

ترجمہ: لوگوں کو ہدایت آنے کے بعد ایمان لانے سے صرف اس چیز نے روکے رکھا کہ وہ کہتے تھے کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے رد میں فرماتا ہے "اللہ اعلم حیث یجعل رسالته" (انعام:۱۲۴) اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ رسالت کہاں رکھے اور الله یجتبی الیه من یشاء (الشوریٰ:۱۳) اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے۔

اور بڑی صراحت کے ساتھ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر ہی کو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر مبعوث فرماتا ہے فرمان الٰہی ہے "قل لو کان فی الارض ملٰئکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السماء ملکا رسولا" (بنی اسرائیل:۹۵) فرما دیجئے اگر زمین پر فرشتے سکونت اختیار کرتے اور اطمینان کے ساتھ چلتے تو ہم آسمان سے فرشتوں کو رسول بنا کر مبعوث فرماتے۔

یعنی رسول کی آمد کا مقصد تعلیم و ہدایت ہے جب زمین پر بسنے والے انسان ہیں تو ان کی رہنمائی کا فریضہ بھی ایک انسان ہی بہتر اور خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کر سکتا ہے۔ اگر زمین پر بسنے والے فرشتے ہوتے تو ان کی ہدایت کے لئے نبی بھی فرشتہ کی جنس سے مبعوث ہوتا لیکن جب زمین پر انسان آباد ہے تو ضروری ٹھہرا کہ ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے بھی انسان ہی کو نبوت و رسالت کا تاج سجا کر مبعوث کیا جائے۔

خود انبیاء کرام کی زبانوں سے بھی اس کا صاف صاف اعلان کر دیا کہ ہم انسان ہی ہیں لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و انعام ہے اور جن فضائل و کمالات اور اوصاف حمیدہ سے ہمیں نوازا ہے ان سے آپ لوگ محروم ہیں ہمیں تم اپنے جیسا بشر مت سمجھو "ان نحن الا بشر مثلکم ولکن الله یمن علی من یشاء من عباده وما کان لنا ان ناتیکم بسلطن الا باذن الله وعلی الله فلیتوکل المؤمنون" (ابراہیم:۱۱)

ترجمہ: ہم تمہاری طرح ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے احسان فرما دیتا ہے اپنے

Marfat.com

بندوں میں سے اور ہمیں یہ طاقت نہیں ہے کہ ہم لے آئیں تمہارے پاس کوئی دلیل اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اور مؤمن صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔

یعنی ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہے کہ ہم بشر نہیں بلکہ فرشتہ ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم صرف ہماری ظاہری صورت دیکھ کر اپنے آپ پر ہمیں قیاس کرنے لگے ہو۔ ہمارے باطنی کمالات وفضائل اور وہ استعدادیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل خاص سے عنایت فرمائی ہیں۔ وہ تمہیں نظر نہیں آرہی۔جن پر رسالت کا دارومدار ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے معجزات سے بھی نوازا ہے اور ہماری عزت افزائی فرمائی ہے۔

کیا نبی عام بشر کی طرح ہیں؟

''قل انما انا بشر مثلکم'' (فرمادیجئے کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں) کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے ہی ایک عام بشر ہیں۔تشبیہ میں ''من کل الوجوہ'' برابری مقصود نہیں ہوا کرتی بلکہ کسی ایک وصف میں مشابہت کافی ہوا کرتی ہے۔قرآن کی اس آیت کا اگلا حصہ بتارہا ہے کہ یہ برابری اور مثلیت صرف اس بات میں ہے کہ میرا اور آپ کا رب صرف ایک ہے میں بھی اس کی عبادت کرتا ہوں اور آپ بھی اس کی عبادت کرتے ہیں۔ ورنہ میری طرف تو وحی نازل ہوتی ہے یہ وہ وصف خاص ہے جو مجھے بلکہ جمیع گروہ انبیاء ورسل کو عام بشریت کی صف سے ممتاز کرکے انہیں ایک اعلیٰ مقام عطا کرتے ہیں۔جس طرح نطق کی صفت انسان کو باقی جمیع حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔

امام غزالی رقم طراز ہیں، نبوت ان اوصاف کو کہا جاتا ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہوں اور ان اوصاف کیوجہ سے نبی اپنے غیر سے ممتاز ہو اور یہ کئی قسم کے خصائص ہیں۔ نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور آخرت کے حقائق کو اسطرح جانتا ہے جس طرح اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ نبی کو انکی جتنی معلومات ہوتی ہیں اور ان پر جتنا یقین ہوتا ہے کسی اور کو نہیں۔ نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جسطرح غیر نبی کو افعال اختیاریہ پر قدرت ہوتی ہے اس طرح نبی کو فارق العادۃ افعال پر قدرت ہوتی ہے۔نبی کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے کہ وہ فرشتوں

Marfat.com

کو دیکھتا ہے عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ مستقبل کے امورِ غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے اور لوح محفوظ میں انہیں پڑھ لیتا ہے وغیرہ۔ (احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۱۸۹،۱۹۰)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تواضع سکھائی تا کہ آپ کی امت آپ کی خلق پر بھٹک نہ جائیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ فرمائیں میں تمہاری طرح آدمی ہوں مگر مجھے وحی کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت بخشی ہے میری طرح کی جاتی ہے کہ تم سب کا ایک معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس میں فتنہ کا سد باب کرنا ہے جس میں عیسائیوں کو مبتلا کیا گیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو تندرست کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے موتٰی کو جلا بخشتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو اپنی عبودیت اور توحید باری تعالیٰ کا اقرار کرنے کا حکم دیا کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔

(تفسیر مظہری آیت مذکورہ سورہ کہف: ۱۸ آیت ۱۱۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ "متیٰ وجبت لک النبوۃ" تو آپ نے فرمایا "وادم بین الروح والجسد" ھذا حدیث حسن صحیح، غریب۔ (ترمذی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ)

جو تخلیق آدم سے پہلے نبی ہو اسکی حقیقت کیا ہوگی ابن قیم کا اس حدیث "کنت نبیاً و ادم بین الماء والطین" اور "کنت نبیاً ولا ماء ولا طین" کی اصل سے انکار اور علامہ خفاجی کا رد کہ انکی اصل ترمذی کی مذکورہ حدیث ہے جو صحیح ہے اور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے اور علم الٰہی میں نبی ہونے کو مان لینے میں نبی کریم ﷺ کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی۔ ابن قسطان نے اپنی کتاب "کتاب الاحکام" میں امام زین العابدین عن حسن بن علی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھم سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ فرمایا "کنت نوراً بین یدی ربی قبل خلق ادم باربعۃ عشر الف عام" (میں آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل رب کے

Marfat.com

ہاں نبی تھا) اور حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا گیا تو آپ نے فرمایا" نور نبیک" (مسند عبدالرزاق)

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں، غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مماثلت کس چیز میں ہے مراتب ودرجات وھبی ہوں یا کسبی، کمالات علمی ہوں یا عملی، عادات وخصائل روح پر نور بلکہ جسم عنصری تک میں کسی کو مماثلت تو کجا ادنیٰ مناسبت بھی نہیں۔ پھر یہ مماثلت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کونسی ہے اور کہاں پائی جاتی ہے؟ یقیناً صرف ایک بات میں پائی جاتی ہے اس کا وہی خالق و مالک ہے جو تمہارا ہے (ضیاء القرآن ج ۳ ص ۶۰ سورہ کہف آیت ۱۸)

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازھری مولانا روم کے اشعار کو جو انھوں نے ان لوگوں کے شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لئے تحریر کئے ہیں نقل فرمائے ہیں مولانا روم لکھتے ہیں:۔

گفت اینک مابشر ایشاں بشر ماو ایشاں بستہ خوابیم و خور

یعنی کفار نے کہا ہم بھی انسان ہیں اور انبیاء بھی انسان ہیں ہم بھی کھاتے ہیں اور سوتے ہیں اور وہ بھی۔

ایں ندانستند ایشاں ازعما ھست فرق درمیاں بے انتھا

ان اندھوں نے یہ نہ جانا کہ ان کے درمیاں اور انبیاء کے درمیاں بے انتہاء فرق ہے۔

ہر دو یک گل خورد و زبنو ونحل زاں یکے شد نیش زاں دیگر مسل

ویسے تو زبنور اور شہد کی مکھی ایک ہی گل سے خوراک حاصل کرتی ہیں لیکن وہاں ڈنک نمودار ہوتا ہے اور یہاں شہد

ہر دو گوں آہو گیاہ خورند و آب زیں یکے سرگیں شد زاں مشک ناب

دونوں قسم کے ہرن ایک ہی قسم کے گھاس کھاتے ہیں لیکن ایک سے صرف لید نکلتی ہے اور دوسرے سے خالص کستوری۔

ایں خورد گردد پلیدی زاں جدا واں خورد گردد ھماں نور خدا

کافر کھاتا ہے تو اس سے نجاست نکلتی ہے اور نبی کھاتا ہے تو وہ نور خدا بن جاتا ہے۔

(☆ضیاء القرآن ج ۲ ص ۵۰۸ زیر آیت مذکورہ)

Marfat.com

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک بھی **قل کفی باللہ بینی و بینکم شھیدا یعلم ما فی السمٰوات والارض والذین امنوا بالباطل و کفروا باللہ اولئک ھم الخاسرون** (العنکبوت ۵۲)

ترجمہ۔ آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کافی ہے وہ جانتا ہے جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔ اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان لائے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ خسارے میں ہیں۔

حضور ﷺ کو بشر کہنے کا حکم:

حضور ﷺ کی بشریت کا مطلق انکار کرنا سرتاسر غلط ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور ﷺ کو بشر کہنا درست ہے یا غلط اور اس پر جملہ اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنا فرض ہے۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں، لفظ بشر مفہوماً اور مصداقاً متضمن بکمال ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے ''**یا ابلیس ما منعک ان لا تسجد لما خلقت بیدی**'' کیونکہ اس پیکر خاکی کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ لگنے کی عزت نصیب ہوئی اس لئے اسے بشر کہا گیا۔ اس خاک کے پتلے کی اس سے بڑھ کر کیا عزت افزائی ہوگی نیز یہی بشر ہے جو آپ کے الفاظ میں کمال استجلاء کے لئے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے۔ یہ دونوں چیزیں اگر ذہن میں ہوں تو بشر کہنا عین تعظیم و تکریم ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و ناکس سوائے اہل تحقیق و اہل عرفاں رسائی نہیں رکھتا لہٰذا اطلاق بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کیلئے جائز اور عوام کے لئے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز ہے۔ (فتاویٰ مہریہ ص ۱۰)

اس بحث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کو اپنی مثل بشر قرار دینا کفار کا شیوہ ہے اور انکی

Marfat.com

عادت ہے جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام بشر تو ہیں لیکن بشر کی طرح نہیں ہیں جیسے یاقوت پتھر تو ہے لیکن پتھر کی طرح نہیں۔ خود حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "ایکم مثلی ابیت عندربی فھو یطعمنی ویسقینی "تم میں سے کون میری مثل ہے میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

حضور ﷺ مثلیت کی نفی فرمائیں لیکن آج چودھویں صدی کے ملاں اس کا اثبات کریں اس فکر اور سوچ پر ہم ماتم ہی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

آیت میں موجود احتمالات اور معنی آیت:

آیت کے اس حصہ میں دو قسم کے احتمالات ہیں۔ (پہلا) یہ پہلے شبہ کا تمہ ہے اس صورت میں یہ سارا ایک ہی شبہ ہوگا تو گویا انھوں نے یہ کہا کہ تم بشر ہو اس لئے تم اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے نہیں کیئے گئے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف آسمانی ہدایت بذریعہ وحی نازل کی ہے تو تم نبی کیسے بن گئے؟ اور ہم پر آپ کی اطاعت کیوں کر واجب ہوگئی؟ یہ شبہ انھوں نے مرسلین کی جانب نظر کرنے پر کیا۔

(دوم) یہ مستقل طور پر دوسرا اعتراض ہے جو مرسل یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب نظر کرتے ہوئے کیا۔ کیوں کہ ان کے گمان میں پہلے تو اللہ کوئی ہے ہی نہیں جیسے بعض آثار میں مروی ہے کہ انھوں نے کہا تھا النا الھة سوی التھنا کیا ہمارے الہوں کے علاوہ بھی کوئی دوسرا معبود ہے؟ اور اگر واقعی کوئی ایسی ہستی ہے بھی جو زمین و آسمان کی خالق و مالک ہے جو سمندروں اور پہاڑوں جیسی عظیم اشیاء کی تخلیق پر قدرت رکھتی ہے جو اتنے کمالات سے متصف ہے تو اس کے لئے مناسب ہی نہیں کہ وہ زمین کی حقیر مخلوق کے لئے قانون حیات اور دستور حیات مرتب کرتی رہے۔

دوسرا ان کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ تو عالم علوی میں تصرف کرتا ہے عالم سفلی تو عالم علوی میں رہنے والوں کے تصرف میں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نہ تو کسی چیز کو نازل کیا ہے اور نہ ہی تمہارے اوپر کسی وحی کو نازل کیا ہے لہٰذا تم نبی کیسے اور کہاں سے بن گئے؟ اس لئے تمہارا دعوت نبوت بالکل سرتاسر جھوٹ اور کذب پر مشتمل ہے ہم اس کو قبول کرنے پر ہرگز راضی نہیں۔

Marfat.com

(۱۶) رسولوں کی یقین دہانی اور کفار کا انکار:

انھوں نے حلف اٹھا کر ان بدبختوں کو اپنی صداقت اور اللہ کے رسول ہونے کی یقین دہانی کرانے کی کوشش کی جب انھوں نے اپنی رسالت پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا۔ استشهدوا بعلم الله تعالى وهو جار مجرى القسم في التاكيد والجواب بما يجاب به

(☆ روح المعانی ج ۱۱ سورۃ یٰس آیت مذکورہ)

اور انھیں اللہ تعالیٰ کے علم سے معارضہ (مقابلہ) سے ڈرانا بھی مقصود ہے۔ اس میں ان کے اس قول کا کہ آپ بشر ہیں کا رد بھی ہے کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ رسول ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مانند ہوگا الله اعلم حيث يجعل رسالته یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کو کہاں رکھے اور کس کو رسول بنائے۔

انھوں نے اہل قریہ کو صاف صاف بتا دیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو من وعن دلائل وحجج اور معجزات سے مبرہن کر کے آپ تک پہنچا دیا ہے اب اس کو قبول کرنا یا نہ کرنا آپ کا کام ہے اب ہم اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو چکے ہیں۔ ہم آپ کو ایمان قبول کرنے پر نہ تو مجبور کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی صدقت کا علم آپ کے دلوں میں ڈال سکتے ہیں اگر تم ایمان لے آئے تو اس میں تمہارا اپنا بھلا ہے ورنہ تمہیں تمہاری سرکشی، عناد محض اور جاہلی حمیت کے باعث اسلام سے اعراض برتنے پر عذاب الٰہی کی بھٹی میں پگھلنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

ان کا یہ قول وما علينا الا البلاغ المبين اس میں انھیں غور وفکر کرنے پر ابھارنا بھی مقصود تھا کہ جب وہ اس شب وروز کی تبلیغ پر نہ ان سے کسی ریاست کا مطالبہ کرتے ہیں اور نہ ہی وہ کسی اجر کا تقاضا کرتے ہیں بلکہ بے لوث، للّٰہیت اور رضائے الٰہی کے تحت بڑے مؤثر انداز میں مشکلات سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی تبلیغ بجا لا رہے ہیں تو یہ بات عاقل اور تھوڑی بہت سمجھ رکھنے والے کو اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرنے کا تقاضا کرتی ہے اور اسے غور وفکر پر ابھارتی ہے۔

Marfat.com

کفار کا انبیاء کرام پر اتہام:

انبیاء کرام کی شب وروز کی تبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ ان کے تمرد اور سرکشی میں مزید اضافہ ہوا اللہ تعالیٰ نے انھیں جب مختلف قسم کی آزمائشوں میں مبتلا کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کر سکیں۔ تو انھوں نے بجائے عبرت پذیری کے ان مقدس ہستیوں پر الزام لگایا کہ یہ مصیبتیں اور یہ تکلیفیں انھیں کی وجہ سے ہم پر نازل ہوئی ہیں۔ جب تک یہ ہم میں موجود نہ تھے ہم خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ درد والم سے ہم تو واقف ہی نہ تھے ہمارا کاروبار عروج پر تھا۔ زندگی کی مسرتیں ہمارے پہلو بہ پہلو چل رہی تھیں۔ لیکن جب ان رسولوں نے آ کر ہمارے ملک میں ہمارے معبودوں کے خلاف آوازیں بلند کیں ہیں اور ان کی تنقیص کر کے انھیں ہم سے ناراض کر دیا ہے تب سے تو ہم مصائب میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ کبھی بارش روک دی جاتی ہے تو کبھی کوئی دوسری وبا پھوٹ پڑتی ہے اور کبھی ہمارے کاروبار مندے کا شکار ہو جاتے ہیں اس لئے ان کا ہمارے شہر میں قدم رکھنا کسی بھی طرح ہمارے لئے نیک شگون نہیں ہے۔

وہ انبیاء کرام سے مخاطب ہو کر کہتے کہ اب بھی وقت ہے کہ ہمارے معبودوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو ان کی توہین کرنا چھوڑ دو اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے سے باز آ جاؤ۔ ورنہ ہم آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر ہلاک کر دیں گے۔ یا پتھر برسا برسا کر آپ کو سنگسار کر دیں گے اور کوئی تمھیں بچانے والا بھی نہ ہوگا۔

صرف وہی لوگ انبیاء کرام سے بدشگونی نہیں پکڑتے تھے بلکہ ان سے قبل اور ان کے بعد دیگر اقوام نے بھی اپنے اپنے نبیوں پر یہی بہتان لگایا اور اپنے مکروہ اعمال کی طرف نظر نہ کی۔ قوم ثمود نے اپنے نبی سے کہا اطیرنا بک وبمن معک (النمل ۴۷) ہم آپ اور آپ کے پیروکاروں کو برا شگون سمجھتے ہیں۔

قوم موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے بدشگونی پکڑی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاذا جائتھم الحسنة قالوا لنا ھذہ وان تصبھم سیئة یطیروا بموسی ومن معه

Marfat.com

(الاعراف ۱۳۰) جب ان پر خوشحالی کا دور آتا تو کہتے ہم اس کے مستحق ہیں اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور ان کے پیروکاروں سے بدشگونی پکڑتے۔

منافقین نے بھی یونہی حضورﷺ کے متعلق ہرزہ سرائی کی اللہ تعالیٰ ان کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے وان تصبهم حسنة يقولوا هذه من عندالله و ان تصبهم سيئة يقولوا هذه من عندك قل كل من عند الله (النساء ۷۸) اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچے تو کہتے ہیں یہ تو آپ کی طرف سے ہے (اے محبوبﷺ) فرمادیجئے کہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

ان سب آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین کا شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنے اعمال سے صرف نظر کر کے اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبتوں اور مشکلات کا ذمہ دار انبیاء کرام کو ٹھہراتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی زبانوں سے ہی اعلان فرمادیا کہ انھیں بتادو کہ یہ مشکلات اور یہ عذاب تمہیں تمہارے کیے کی سزادی جاتی ہے۔ قال طائركم عند الله بل انتم قوم مسرفون (النمل ۴۷) آپ نے فرمایا تمہارا براشگون اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بلکہ تم تو فتنہ میں مبتلا کئے گئے ہو۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوا و كل انسان الزمناه طائره في عنقه (الاسراء ۱۱) ہرانسان کی (قسمت کا نوشتہ) اس کے گلے میں ہم نے لٹکا دیا ہے۔

تطیر کا معنی اور بدشگونی کا حکم:

تطیر کی اصل پرندوں سے بدشگونی پکڑنا ہے۔ کیوں کہ عرب اکثر پرندوں سے اور ان کی آوازوں سے بدشگونی اور بدفالی پکڑتے اس لئے اب ہر اس چیز پر تطیر کا اطلاق ہوتا ہے جس سے بدفالی پکڑی جائے۔ مشرک قوموں میں فال گیری کی رسم بہت قدیم ہے اور ہر اس چیز سے فال پکڑتے جو ان کے سامنے سے گزرتی۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ عرب پرندوں کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو سے بعض امور میں فال پکڑتے تھے اسی طرح ان کے غیر معہود اوقات میں بھی ان کی آوازوں سے فال پکڑتے تھے اسی طرح جب کوئی ہرن ان کے پاس سے گزر جاتا دائیں جانب گزرنے کو اچھا اور بائیں جانب گزرنے کو براشگون سمجھتے جب ان کی

Marfat.com

دائیں جانب سے بائیں جانب گزر جاتا تو کہتے من لی بالتسانح بعد البارحۃ میرے لئے بدفالی کے بعد نیک شگون کیا ہوسکتا ہے۔

(☆ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۴ ص ۱۰۱ از یر آیت فاذا جاء تھم الحسنۃ قالو الناس ص)

جب اسلام آیا تو اس نے تمام شگون اور بدفالی کی نفی کر دی چاہے کوئی بھی پرندہ ہو یا کسی بھی قسم کی آواز ہو اور بدفالی کا خاتمہ کر دیا اور ان جاہلی رسموں کی بیک جنبش قلم ممانعت کر دی۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا اقروا الطیور علی مکنا تھا یعنی پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں ہی رہنے دو۔

کیوں کہ جاہلیت کے لوگ جب کسی کام کے ارادے سے نکلتے تو پرندوں کو اپنے گھونسلوں سے اڑاتے۔ اگر وہ دائیں طرف مڑ جاتا تو اسے فال نیک سمجھتے اور اگر بائیں اڑ جاتا تو اسے فال بد سے تعبیر کر کے واپس گھروں میں لوٹ آتے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔ عکرمہ نے کہا میں عبداللہ بن عباس کے پاس موجود تھا۔ ایک پرندہ آواز نکالتے ہوئے گزرا تو ایک آدمی نے کہا خیر، خیر۔ تو ابن عباس نے فرمایا اس کے پاس کیا ہے نہ تو خیر ہے اور نہ ہی شر۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں ہمارے علماء نے فرمایا ہے پرندوں کے اقوال سے خیر و شر پر دلالت نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ ہی انہیں مستقبل کی کوئی خبر ہے اور نہ ہی لوگوں میں سے کوئی پرندوں کی بولی سمجھتا ہے پس تحقیق یہ ہے کہ پرندوں سے بدشگونی پکڑنا باطل ہے۔

(☆ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۴ ص ۱۹۱ از یر آیت فاذا جائتھم الحسنۃ قالوا لنا ھذہ الخ)

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں قال لاعدوی ولا طیرۃ یعنی نہ بھوت چھات کی کوئی اصل ہے اور نہ طیرہ (بدفالی) کی کوئی حقیقت ہے۔

(☆ صحیح البخاری ج ۲ ص کتاب الطب باب الطیرہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا الطیرۃ شرک الطیرۃ شرک ثلاثا وما منا الا ولکن اللہ یذھبہ بالتوکل

(☆ ابوداؤد سنن کتاب الطب باب الکھانۃ والطیر ص ۵۴۶ ابن ماجہ کتاب الطب باب من یعجبہ الفال ویکرہ الطیر)

آپ نے فرمایا بدشگونی پکڑنا شرک ہے یہ آپ نے تین بار ارشاد فرمایا، اور ہم میں

Marfat.com

سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے (جس کو طیرہ کی جانب سے وہم پیدا نہ ہوتا ہو) مگر وہ اسے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے دور کر سکتا ہے۔

حضور ﷺ نے بدشگونی کو اس لئے شرک قرار دیا کیوں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ خیر وشر کا باعث ہیں اور انہیں سبب مؤثر خیال کرتے تھے۔ اسباب کا ملاحظہ ہی شرک خفی ہے جب اس کے ساتھ سوء اعتقاد بھی مل جائے تو پھر یہ شرک کیسے نہیں بن سکتا۔ پس گویا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرالیا۔

عروہ بن عامر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں بدشگونی کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا احسنها الفال ان میں اچھا فال ہے ولا ترد مسلما فاذا رایٰ احدكم مايكره فليقل اللّٰهم لاياتى بالحسنات الا انت ولا يدفع السيات الا انت ولا حول ولا قوة الا بالله (☆ مشکوۃ شریف بحوالہ ابوداؤد کتاب الطب والرقی الفصل الثالث)

پرندہ کسی مسلمان کو واپس نہیں لوٹاتا۔ جب تم میں سے کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ اچھا نہ سمجھے تو اسے چاہئے کہ وہ کہے اے اللہ اچھائی بھی صرف تیرے ہاتھ میں ہے اور برائی بھی تیرے ہی دست قدرت میں ہے۔ نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے بچنے کی ہمت صرف تیری ہی طرف سے ہے۔

فال پکڑنے کا ثبوت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا لاطيرة وخيرها الفال قالوا: وما الفال؟ قال الكلمة الصالحة يسمعها احدكم (☆ بخاری شریف ج ۲ ص کتاب الطب باب الطیرۃ)

ترجمہ : طیرہ کی کوئی اصل نہیں ہے ان میں بہترین فال ہے صحابہ نے عرض کی فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اچھا کلمہ جو تم سے کوئی سنتا ہے۔

Marfat.com

فال اور تطیر میں فرق:

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ فال اور بدشگونی کے درمیان فرق یہ ہے کہ فال میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھا جاتا ہے اور طیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوء ظن رکھا جاتا ہے اس لئے یہ مکروہ ہے۔ ابن بطال نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے دل میں کلمہ طیبہ کی محبت ڈالی ہوئی ہے اور اس سے انس و محبت پیدا کی ہے۔ جس طرح خوش کن منظر اور صاف پانی کی محبت ان کے دلوں میں ڈالی ہے اگرچہ وہ اس پر ملکیت بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی پی سکتے ہوں۔ امام ترمذی نے حضرت انس سے صحیح حدیث روایت کی ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی سفر پر نکلتے تو آپ یا نجیح اور یا راشد کے الفاظ سننے کو زیادہ پسند فرمایا کرتے۔ اور زمانہ جاہلیت میں پرندوں وغیرہ سے بدشگونی پکڑی جاتی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا خاتمہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا من تکھن اور دہ عن سفر تطیر فلیس منا اور آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا جب کہ یہ اعتقاد ہو کہ پرندے کی حالت ہی اس کے ظن کا موجب ہے اور تدبیر کو اللہ کی طرف منسوب نہ کرے۔ لیکن اگر وہ مدبر اللہ تعالیٰ ہی کو جانتا ہے لیکن اسے شر کا خوف لاحق ہو جاتا ہے کیوں کہ تجارب سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان مخصوص آوازوں یا ان کی ان مخصوص حالتوں کے بعد شر لاحق ہوتا ہے پس اگر اس نے اپنے آپ کو اس پر آمادہ رکھا تو یہ برائی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کی اور شر سے پناہ مانگ لی اور اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے چلا گیا تو اسے جو خوف لاحق ہوا تھا کچھ بھی ضرر اسے نہیں پہنچے گا۔ ورنہ اس سے مؤاخذہ کیا جائے گا۔

(☆ فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۶۴ کتاب الطب باب ۴۴ الفال)

فال چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے اور مؤمن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کو پسند فرمایا حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس سے اس کا نام دریافت کرتے اگر آپ کو پسند آتا تو خوش ہوتے اور اگر ناپسند ہوتا تو اس کے اثرات آپ کے چہرہ پر سے دکھائی دیتے۔ (☆ ابوداؤد کتاب الطب باب التفائل ج ۲ ص)

Marfat.com

حضور ﷺ نے سفر ہجرت کے موقعہ پر سہل نام سے فال پکڑا تھا۔ علامہ ابن اثیر جذری بداللہ بن بریدہ عن ابیہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فال پکڑا کرتے تھے بد فالی اور شگونی نہیں پکڑتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے موقع پر حضرت بریدہ اپنے قبیلہ بنی سہم کے ستر سواروں کے ساتھ سوار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو آ ملے۔ آپ نے فرمایا آپ کن لوگوں میں ے ہو؟ انہوں نے عرض کی اسلم میں سے تو رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق کو فرمایا ہم سلامتی گئے، پھر آپ نے فرمایا کس قبیلے سے تعلق ہے؟ تو انہوں نے عرض کی بنی سہم سے۔ آپ نے مایا تمہارا حصہ نکل آیا۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۲۶۴ عنوان بریدہ بن حصیب)

اسی طرح بعض لوگ ماہ صفر سے بدشگونی پکڑتے ہیں اور اسے مصیبتوں اور آزمائشوں کا مہینہ قرار دیتے ہیں اور ماہ صفر کے متعلق اس قسم کی باتیں بہت عام ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ وایت بھی نقل کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ماہ صفر بڑی صعوبت والا مہینہ ہے آپ اس ماہ کے شروع ہونے پر افسردہ ہو جاتے اور اس کے ختم ہونے پر مسرت کا اظہار فرماتے فرمایا ماہ صفر میں ایک لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ اور یہ روایت بھی ملتی ہے من بشرنی بخروج الصفر بشرته بالجنة (☆ الموضوعات الکبیر ص ۱۱۶)

محدثین نے اس روایت کو ہی بے اصل اور موضوع قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ حضور ﷺ سے یہ حدیث ثابت ہی نہیں ملا علی قاری لکھتے ہیں من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة لا اصل له (☆ تذکرۃ الموضوعات ص ۱۱۶)

اس کے برعکس حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ابو ہریرہ راوی ہیں فرمایا لا عدوی ولا صفر ولا هامة نہ چھوت چھات کی کوئی اصل ہے اور نہ ہی صفر کی کوئی حقیقت ہے۔

(☆ صحیح البخاری ج ۲ ص کتاب الطب باب ۱۱ الصفر)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا لا صفر بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد ماہ صفر ہے جو محرم کے بعد آتا ہے عام

Marfat.com

لوگ اس کو مصیبتوں، بلاؤں اور حوادثات کا مہینہ قرار دیتے تھے یہ اعتقاد باطل ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (☆ اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۲۰ کتاب الطب باب الفال والطیر ۃ)

قرآن سے فال پکڑنا اور طوطے کی فال کا حکم:

قرآن سے فال نکالنا اور طوطے کے ذریعہ فال نکالنا جائز نہیں۔

علامہ السید امیر علی ملیح آبادی قرآن سے فال نکالنے کے عدم جواز پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قاری (ملاعلی قاری) نے کہا کہ علم الحروف کے مصحف مجید سے فال نکالنا جائز نہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو کھول کر دیکھتے ہیں کہ اس کے اول صفحہ میں کونسا حرف پڑا ہوا ہے پھر ساتویں ورق کی ساتویں سطر میں کونسا حرف پڑا ہوا ہے پھر اگر "متشخذ کم" کے حرفوں میں سے کوئی حرف آجائے تو حکم لگاتے ہیں کہ اچھا نہیں اور باقی حرفوں میں سے اس کے خلاف حکم لگاتے ہیں اور شیخ ابن العجمی نے اپنے مسلک میں تصریح کردی کہ فال نکالنا مصحف سے ہمارے علماء کے نزدیک اس میں اختلاف ہے بعض نے کراہت اور بعض نے اجازت دی اور علماء مالکیہ نے اس کے حرام ہونے پر تنصیص کردی ہے انتہی کلامہ مترجما قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شاید جس نے اجازت دی وہ معنی یہ ہیں کہ کھول کر اس معنی پر نظر کی اور حرام کہنے والوں نے ان حروف کی فال پر تحریر کی ہے کیوں کہ وہ حروف کے طریقہ پر فال بمعنی استقام بازلام ہے اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ فال مصحف سے ہر صورت میں حرام ہے کیوں کہ مقصود میں سے اطلاع ہر نیک و بد ہے اور اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا سلف صالحین نے یا ائمہ مجتہدین کسی نے نہیں کہا کہ قرآن مجید تمہارے خیالات کے واسطے کاموں میں کہ اس کام کو کرو یا نہ کرو یا مانند اس کے اطلاع دینے والا نہیں ہے پس اگر فال نکالی تو خواہ اس نے یہ زعم کیا کہ خیر یا شر ہے اسی وقت اس نے ایک افترا قرآن پر باندھا اور یہ حرام ہے یا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور اگر اس کو اپنی خیالی زعم کے خلاف پایا سو فساد کبیر ہوگا اور مشائخ نے تصریح کردی کہ جو فعل نوافل میں سے ثابت ہو مگر ایسا ہو کہ عوام کے واسطے سوء فساد کبیر ہوگا تو اس کا ترک کرنا ضروری ہے۔ پھر یہاں تو کچھ بھی ثبوت

Marfat.com

سابق سے نہیں ہے پس شریعت فقہ اس کی اجازت نہیں دیتی۔

پھر قاری نے لکھا کہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ روا نہیں ہے کہ تین ٹکڑے سادہ کاغذ کے پُر کر کے یا بہتر و بدتر وغیرہ لکھ کر فال لے کیوں کہ یہ بدعت ہے یعنی بدعت قبیح ہے اور مدارک میں قولہ تعالی حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر الایه (تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام ہے) سورہ مائدہ کی تفسیر میں قولہ ان تستقسموا بالاز لام کے تحت میں لکھا کہ یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استقسام بالازلام منصوص حرام فرمایا ہے چنانچہ فرمایا فنهی اللہ عن ذالک و حرمه (☆عین الہدایہ مقدمہ)

ہر شخص کے گلے میں اعمال نامہ لٹکانے کا مفہوم:

انبیاء کرام نے جواب میں ارشاد فرمایا یہ مصیبتیں تمہیں ہماری وجہ سے نہیں پہنچ رہیں بلکہ یہ تو تمہیں تمہارے کئے کی سزا دی جارہی ہے اور تمہیں آگاہ کیا جارہا ہے کہ تم ضد اور ہٹ دھرمی سے باز آجاؤ اور راہ راست اختیار کرو۔ اگر تم یونہی سرکشی اختیار کئے رہے تو تم پر عذاب الیم نازل ہوتے رہیں گے۔ ہر ایک کا اچھا یا برا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا گیا ہے طائر کم معکم (یس ۱۹) تمہارا نامہ اعمال (اچھا یا برا شگون) تمہارے ساتھ ہے اور و کل انسان الزمناه طائره فی عنقه (بنی اسرائیل ۱۳) ہر آدمی کا نامہ اعمال اس کے گلے میں لٹکا دیا گیا ہے۔

امام ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ہر شخص کے لئے ایک خاص مقدار مقرر فرمادی۔ انسان اس مقدار سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسان اپنے اختیار سے نیک کام کرے گا یا بد اور اس کے نتیجہ میں وہ سعید ہوگا یا شقی۔ انسان اس مقدار سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ اور اس کے گلے میں طائر (نامہ اعمال) لٹکانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو اس کے مقدور کر دیا اور اس کے علم میں جن چیزوں کا ہونا لازمی ہے وہ انسان کے لئے لازمی ہیں اور انسان ان سے منحرف نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قلم

Marfat.com

لکھ کر خشک ہو چکا ہے عقل، عمر، رزق، تنگی، فراخی اور بیماری وصحت ان میں انسان کو کوئی اختیار نہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے۔ اور نیک و بد اعمال یہ انسان کے اپنے اختیار سے ہیں۔ ازل سے اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان اپنے اختیار سے کیسے عمل کرے گا اس نے لکھ کر انسان کے گلے میں لٹکا دیا اور یہ تمام امور اس کے لئے لازم کر دیئے۔

(☆ تبیان القرآن ج ٦ ص زیر آیت و کل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ الخ)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی پر دلالت کرتا ہے **ان تصبھم حسنة یقولوا ھذہ من عند اللہ و ان تصبھم سیئة یقولوا ھذہ من عندک قل کل من عند اللہ فما لھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثا** (النساء ٧٨)

اگر انہیں کوئی اچھائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ آپ کی طرف سے ہے۔ فرما دیجئے سب اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے پس اس قوم کو کیا ہو چکا ہے یہ تو کوئی بات سمجھتے ہی نہیں۔

یعنی سب اللہ ہی کی تقدیر اور اسی کی جانب سے ہے یہ خوشحالی، مال و دولت کی فراوانی، صحت و سلامتی، امن وسکون، فتح و کامرانی اور مال غنیمت کا حصول غرض ہر طرح کی اچھائی من جانب اللہ ہے اسی طرح اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے یا وہ تنگدستی، قحط سالی، بیماری، خوف، فقر اور معاشی بدحالی کا شکار ہوتے ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے۔ البتہ ان میں فرق صرف یہ ہے کہ حصول نعمت، عیش و آرام اور اطاعت کی توفیق یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے احسان کا صدقہ ہے اور مصائب و آلام اور تکالیف میں مبتلا ہونا ان کے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ کی جانب سے عقوبت کے طور پر نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا **و ما اصابک من حسنة فمن اللہ و ما اصابک من سیئة فمن نفسک** (النساء ٧٩)

ترجمہ: یعنی آپ کو جو بھی بھلائی پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جو تکلیف پہنچے وہ آپ کو اپنی طرف سے ہے۔

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وما اصابکم من مصیبة فما کسبت ایدیکم (الشوری ۳۰)
یعنی تمہیں جو مصیبت پہنچے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کی بدولت ہے۔

علامہ آلوسی بغدادی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے انسان تجھے جو بھی نعمت حاصل ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اس کا فضل و احسان ہے نہ کہ تیرے استحقاق کی بنا پر اور استحقاق ہو بھی کیسے سکتا ہے کیوں کہ انسان کی کوئی بھی اطاعت جس سے نعمت کے حصول کا ذریعہ بننے کی امید کی جا سکتی ہے وہ حاصل شدہ نعمت کا حق بھی ادا نہیں کر سکتی چہ جائیکہ وہ کسی دوسری نعمت کے حصول کا مستحق کرنے والی ہو اسی لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جسے ابو ہریرہ سے شیخین نے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا لن یدخل احدا عملہ الجنة قیل ولا انت یارسول اللہ قال ولا انا الا ان یغمدنی اللہ تعالی بفضل رحمتہ کوئی بھی شخص اپنے عمل کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ بھی فرمایا میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے فضل سے ڈھانپ لے۔

اور انسان کو جو برائی پہنچتی ہے وہ اس کے گناہوں کی سزا کے طور پر اسے پہنچتی ہے۔
اگر چہ وہ برائی من حیث الایجاد اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہوتی ہے اور عقوبتہ اور سزا کے طور پر انسان پر نازل ہوتی ہے وما اصابکم من مصیبة بما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر (الشوری ۳۰) اور تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے باعث ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) بہت سے (گناہوں سے) درگزر کرتا ہے۔

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ ابو موسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لا یصیب عبدا نکبة فما فوقها او ما دونها الا بذنب و ما یعفو اللہ تعالی عنہ اکثر یعنی تمہیں جو بھی تھوڑی یا زیادہ مصیبت پہنچتی ہے وہ (تمہارے) گناہ کے باعث ہوتی ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ درگزر کرتا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ (☆ روح المعانی ج ۳ ص ۱۳۲ از یر آیت ما اصابک من حصنة فمن اللہ و ما اصابک من السیة الخ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں علماء نے فرمایا ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا

Marfat.com

ہو اس کو اس میں ذرہ بھر بھی کوئی شک نہیں کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی مرضی، اس کی قدرت، ارادہ اور مشیت سے وقوع پذیر ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **ونبلوکم بالشر و الخیر فتنۃ** (الانبیاء ۳۵) اور ہم آپ کو خیر و شر میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **اذا اراد اللہ بقوم سوء افلا مرد لہ وما لھم من دونہ من وال** (الرعد ۱۱) جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے لوٹانے والا کوئی نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا ولی اور دوست ہوتا ہے۔

(☆الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۹۶ زیر آیت **ما اصابک من حسنۃ فمن باللہ**)

یہ شرط ہے اس کی جزا محذوف ہے **ان ذکرتم تطیرتم و تواعدتم بالرجم و التعذیب** یعنی اگر ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں تو تم ہم سے بدفالی پکڑنے لگتے ہو اور ہمیں سنگسار کرنے اور عذاب دینے کی دھمکیاں دینے لگتے ہو۔

(☆روح البیان ج ۸ ص ۳۸۲ زیر آیت مذکورہ)

مقصد یہ تھا کہ تمہارا طریقہ کار اور تمہارا رویہ بالکل معقول نہیں ہم نے تو خلوص نیت سے تمہاری خیر خواہی کرتے ہوئے تمہیں توحید خالص کی دعوت دی تم سے کسی معاوضہ کا مطالبہ نہیں کیا بجائے اس کہ تم اپنے محسنوں اور مصلحین کی تعظیم و تکریم کرتے اور ان سے تبرک حاصل کرتے تم نے ہمارے حق میں نحوست کا الزام لگایا اور ہمیں مار پیٹ کرنے اور گالی گلوچ اور طرح طرح کی سزائیں دینے کی دھمکیاں دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تم کفر و شرک، معصیت اور اتباع نفس اور انکار حق میں حد سے بڑھ چکے ہو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، ملک، صحت، تندرستی، فارغ البالی، اولاد کی کثرت اور دیگر انعامات کا تقاضا یہ تھا کہ تم اپنے رب کا شکر بجا لاتے اس کی فرمانبرداری کرتے اور اس کے رسولوں کی اطاعت کرتے الٹا تم نے راہ حق سے گریز کر کے ناشکری اور نافرمانی کی انتہا کر دی۔ اور تم نصیحت قبول بھی کیسے کر سکتے ہو نصیحت تو مومنین کے لئے ہی نفع بخش ہوتی ہے۔

Marfat.com

مردحر کا نعرہ مستانہ:

جب اہل قریہ نے ان پاکباز ہستیوں کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا کیوں کہ شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ یہ نحوست تمہیں انھیں کی وجہ سے پہنچ رہی ہے اور قتل انبیاء ان کے لئے مزین کردیا وہ قتل کرنے کی تیاریاں کر ہی رہے تھے کہ شہر کے دور دراز علاقہ سے ایک سلیم الفطرت مرد پاکباز کو اس کا علم ہوا وہ انبیاء کرام کی نصرت و تائید کے لئے اور اپنی قوم کی اصلاح اور خیر خواہی کے لئے سر بکف میدان میں اتر آیا اور اپنی قوم کو سمجھاتے ہوئے فرمایا اے میری قوم کس بات نے تمہیں ان پاکباز ہستیوں کے قتل پر برانگیختہ کیا ہوا ہے؟ کیوں ان کی جان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو؟ ان کا قصور کیا ہے؟ کیا فقط اس بنا پر تم ان کے قتل پر آمادہ ہو چکے ہو کہ یہ بڑے خلوص، دلسوزی، للّٰہیت اور صرف تمہاری دنیاوی اور اخروی بھلائی کے لئے تمہیں صرف ایک خدا کی عبادت کرنے اور اس کے احکامات کی اتباع کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اور اس کے عوض نہ تم سے کسی اجر کا مطالبہ کرتے ہیں اور نہ ہی کسی جاہ و منصب کی انھیں تڑپ ہے۔ اور پھر وہ تمہیں بھی انھیں چیزوں کا حکم دیتے ہیں جن پر وہ بذات خود عمل پیرا ہیں ان کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کی صداقت کی کیا گواہی ہوسکتی ہے کہ نہ ان کے قول و فعل میں تضاد ہے اور نہ ہی اس دعوت کے پیچھے کوئی غرض۔ اللہ جل مجدہ نے اس کے اس استدلال کو پیش کر کے ایک معیار لوگوں کے سامنے رکھ دیا کہ اگر نبی کی نبوت کو پرکھنا ہو تو اس کسوٹی پر پرکھ لو۔ اور میرے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت میں شک کرنے والو اور انھیں راہ راست سے بھٹکنے والا سمجھنے والو اس کسوٹی پر میرے محبوب کی صداقت کو پرکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ نہ تو ان کے قول و فعل میں تضاد ہے اور نہ ہی ان کی اس سعی و جہد کے پیچھے کوئی ذاتی غرض ہے تم پھر کس بنا پر ان کی تکذیب کرتے ہو اور ان پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہو۔ تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ ان پر ایمان لا کر فلاح دارین حاصل کرو۔

Marfat.com

وہ مرد پاکباز کون تھا:

مفسرین کے قول کے مطابق وہ مرد پاکباز حبیب تھا ابن اسحٰق نے ابن عباس، کعب احبار اور وہب بن منبہ سے روایت کیا کہ جب اس قوم نے انبیاء کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو شہر کے دور دراز علاقہ سے ایک شخص حبیب نامی ان کی مدد کے لئے دوڑتا ہوا آیا۔ وہ ریشم کے پیشہ سے منسلک تھا، وہ نحیف ولاغر اور جذام کا شکار تھا لیکن صدقہ بہت کرتا تھا۔ اپنی آدھی کمائی راہ خدا میں صرف کرتا تھا۔ (☆تفسیر ابن کثیر زیر آیت مذکورہ ج ۳ ص)

علامہ شوکانی نے لکھا وہ حبیب بن موسیٰ نجار تھا اور یہ بھی کہا گیا کہ موچی تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ دھوبی تھا۔ مجاہد اور مقاتل نے کہا وہ حبیب بن اسرائیل نجار تھا۔ اور بت تراش تھا۔ قتادہ کا قول ہے کہ وہ غار میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ جب اس نے رسولوں کی خبر سنی تو دوڑتا ہوا چلا آیا۔ (☆فتح القدیر للشوکانی ج ۹ ص ۴۸۱ زیر آیت مذکورہ)

علامہ ابن ابی حاتم نے روایت کیا کہ وہ حبیب بن نجار تھا۔

(☆تفسیر ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۱۹۲ زیر آیت مذکورہ)

علامہ قرطبی نے ابن عباس، مجاہد و مقاتل سے روایت کیا کہ وہ حبیب بن اسرائیل نجار تھا اور حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان رکھتا تھا۔ اس کے درمیان اور آپ ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ جس طرح تبع اکبر اور ورقہ بن نوفل وغیرہ آپ پر ایمان لائے تھے، اور حضور ﷺ کے علاوہ باقی کسی نبی پر بعثت سے قبل کوئی بھی ایمان نہیں لایا۔

(☆الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۵ زیر آیت مذکورہ)

علامہ آلوسی مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ان تمام صفات کے جامع ہو وہ مزید لکھتے ہیں کہ ان کے مومن ہونے کا قول ظاہر ہے اور یہ ان کے بت تراش ہونے کی بھی نفی کرتا ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ بت تراش نہ ہو بلکہ وہ بتوں کی تصویریں بناتا ہو اور یہ ان کی شریعت میں جائز ہو۔ اور ابن ابی لیلی نے ان کے ایمان کے قول کی حکایت کی ہے۔ عبداللہ بن عباس سے اس کے بارے میں ایک حدیث بھی نقل کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سباق

Marfat.com

الامـم ثـلاثة لم يكفروا طرفة عين علي ابن ابی طالب و صاحب یٰسٓ و مومن ال فـرعون امتوں میں سے تین فرد سبقت لے جانے والے ہیں جنہوں نے ایک لحہ (آنکھ جھپکنے کی مقدار) بھی کفر نہیں کیا علی بن ابی طالب، صاحب یٰس اور مومن آل فرمون۔

(☆روح المعانی ج ۱۱ ص: ۳۲ زیر آیت مذکورہ)

علامہ ابن کثیر نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کی روایت میں حسین الاشقر آتا ہے جو شیعہ ہے اور متروک ہے۔

(☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۸۸ زیر آیت ان انتم الا صیحة واحدة)

بہرکیف ان روایت میں اس بات پر تنبیہہ ہے کہ اسلام میں رنگ ونسل ور پیشہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اسلام میں شکلوں اور مالوں اور دنیاوی مناصب کے بجائے انسان کے اعمال، دلوں کی کیفیت اور ان کی صفائی کا اعتبار ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔" (رواہ المسلم)

اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے:

آیت کے پہلے حصہ میں بتلا دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کونسی چیز مانع ہے حالانکہ اس نے ہی مجھے عدم سے وجود بخشا پھر مجھے اپنی طرح طرح کی رحمتوں، نوازشات و اکرامات اور انعامات میں پروان چڑھا کر عقل جیسی دولت سے نوازا۔ کائنات ہست و گیتی کو میرے لئے سجایا اور زمین و آسمان کی ہر چیز کو میرے لئے مسخر کر دیا۔ وہ میرا خالق بھی ہے اور مالک بھی۔ اس کی عبادت کے سوا میں کس کی عبادت کروں۔ اگر اس کے سامنے جبین نیاز نہ جھکاؤں تو پھر کس کے سامنے سر بسجود ہوں گا اور پھر یہ کتنی ناشکری اور احسان فراموشی کی بات ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے سرنگوں ہو۔ اور بتوں کو اس کا ہمسر بنائے۔ عقل وخرد کا تقاضا یہی ہے کہ انسان فقط اسی ذات کی عبادت کرے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ اور سب سے برتر ہستی ہے۔

Marfat.com

آیت کے دوسرے حصہ میں کفار کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اگر تم نے اس واحد و تنہا خالق و مالک، قہار و جبار کی بندگی نہ کی اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہوئے تو پھر اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ یہ چند روزہ فانی زندگی بالآخر ختم ہو کر رہے گی اور تمہیں ایک دن اللہ جل مجدہ کے روبرو ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا یہ سوچ لو کس منہ سے بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو گے؟ وہاں جواب کیا دو گے؟

فطرت کی نسبت اپنی طرف اور رجوع کی نسبت کفار کی طرف کرنے کی وجہ:

علامہ بغوی لکھتے ہیں فطرت کی نسبت اپنی طرف اور رجوع کی نسبت ان کی طرف کرنے کی حکمت یہ ہے کہ فطرت نعمت کا اثر ہے اور یہ اثر اس کی اپنی ذات میں زیادہ ظاہر تھا۔ اور رجوع میں زجر و توبیخ ہے۔ اور یہ ان کے زیادہ منا ب حال تھی لہٰذا اس کی نسبت ان کی طرف کی۔

(☆معالم التنزیل علی الخازن ۲۱۲ج ۵ زیر آیت مذکورہ)

کفار کے عقیدہ بد کی تردید:

کفار کا عقیدہ تھا کہ وہ بت جنہیں انھوں نے معبود بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں بڑا مقام حاصل ہے اگر ان کے گناہ حد سے بڑھ ہی کیوں نہ گئے ہوں۔ ان کی نافرمانیاں اور سرکشیاں کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہوں یہ بت اللہ کے ہاں ان کی سفارش کر کے انھیں اللہ کے غضب سے محفوظ کر لیں گے۔ ان کے بقول وہ ان بتوں کی پرستش اور عبادت اس لئے کرتے تھے تا کہ یہ بت انھیں اللہ کا مقرب بنائیں۔

اس مرد پاکباز نے ان کے اس باطل نظریہ کی تردید کرتے ہوئے انھیں آگاہ کیا کہ یہ بت، اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے سامنے سر بسجود ہوا جائے ان کی بندگی کی جائے۔ عبادت کی مستحق تو وہ ذات ہے :و خالق اور قادر ہو جو اپنے وجود کے لئے ہی دوسروں کا محتاج ہو اور پھر خود کو نفع پہنچانے یا اپنے سے ضرر دور کرنے کی ہمت نہ رکھتا ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر خدائے رحمٰن کسی ضرر اور تکلیف میں مبتلا کرے تو یہ مورتیاں نہ تو اس پروردگار کے سامنے ہماری سفارش کر کے ہمیں

Marfat.com

چھڑا سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں وہ طاقت ہے کہ وہ بذور اللہ کے غضب سے ہمیں نجات دلا سکیں۔ بلکہ اس دن تو بڑے بڑے اولوالعزم انبیاء کرام بھی بغیر اذن الٰہی سفارش کرنے کی سکت نہیں رکھیں گے چہ جائے کہ یہ مٹی کی مورتیاں۔

پھر ہر شخص کہاں اس قابل ہے کہ اس کے حق میں سفارش کی جائے وہاں سفارش کا مجاز بھی وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینے والا ہو اور اس کی یہ گواہی علم یقین پر مبنی بھی ہو اور سفارش بھی اس کی جائے گی جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہوگا اس بات کو خوب ذہن نشین کر لو کہ شفاعت صرف ان گناہ گاروں کے لئے ہوگی جو ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے اور جن کا خاتمہ کفر و شرک پر ہوا ان کے لئے سفارش و شفاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس حقیقت کو دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ بایں الفاظ بیان فرماتا ہے:

ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق وھم یعلمون

(الزخرف ۸۶) وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں پوجتے ہیں وہ کسی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس شفاعت کا حق انہیں حاصل ہے جو علم رکھتے ہوئے حق کی گواہی دیتے ہیں۔

انہیں بتا دیا کہ اگر یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ان بتوں کی پوجا کروں ان کی بندگی بجا لاؤں اور اس خالق و مالک کو چھوڑ دوں تو یہ سراسر گھاٹے کا سودا ہوگا عقل و خرد سے اس کا واسطہ بھی نہ ہوگا اور یہ تو کھلی گمراہی ہے جس کا انجام دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی کے بغیر کچھ بھی نہیں۔

مسئلہ شفاعت کی وضاحت:

۱۔ طلب شفاعت غلط نہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ جس سے شفاعت کی جا رہی ہے کیا اس کے لئے شفاعت کی کوئی دلیل موجود ہے؟ اگر دلیل موجود ہے تو طلب شفاعت درست بصورت دیگر طلب شفاعت نادرست۔ کفار و مشرکین جن بتوں اور ہاتھ سے تراشیدہ مورتیوں سے طلب شفاعت کیا کرتے تھے ان کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ حضرت ہود علیہ السلام کی زبانی کفار کے اس عقیدہ بد کی تردید ان الفاظ میں فرماتا ہے۔ ''**اتجادلوننی فی اسماء سمیتموھا انتم و اباؤکم مانزل اللہ بھا من سلطان**'' (اعراف:۷۱)

Marfat.com

ترجمہ: کیاتم میرے ساتھ ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم اور تمھارے آباؤ اجداد نے رکھ لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی دلیل نہیں نازل کی۔

جبکہ مسلمان جن ہستیوں سے طلب شفاعت کرتے ہیں ان کی شفاعت پر دلیل موجود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اپنی وجاہت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہگاروں کے حق میں شفاعت کریں گے۔ اسی طرح دنیا میں اور بعد از وصال ان ہستیوں سے طلب شفاعت کرنا نہ صرف درست بلکہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔ اور جمہور علماء اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

۲۔ کفار عقیدہ شفاعت میں غلو کر گئے تھے اور طلب شفاعت کرتے کرتے ان کی عبادت کرنے لگ گئے اور اس طرح وہ راہ ہدایت سے گمراہ ہو کر شرک کی وادی میں بھٹک گئے اور ان مورتیوں اور اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ بتوں کے سامنے سر بسجود ہو کر اللہ تعالیٰ کے مدمقابل انہیں ٹھہرالیا اور ان کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور اس چیز کو اللہ تعالیٰ کا قرب خیال کرنے لگ گئے۔ جیسے قرآن میں ان کے اس عقیدہ بد کو بایں الفاظ حکایت کیا گیا ہے ''ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفا'' (زمر:۳) ترجمہ: ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنائیں۔

ایک مسلمان موحد شرک کا تصور بھی نہیں کر سکتا تو پھر طلب شفاعت کیونکر ایسے شخص کیلئے ناجائز ہوگی۔

۳۔ مشرکین مکہ جو بتوں سے طلب شفاعت کرتے تھے وہ مآل اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے چھٹکارے اور جنت کے حصول کیلئے نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تو دنیوی منفعت اور حصول دنیوی جاہ کیلئے کرتے تھے تاکہ وہ مال و دولت اور دنیوی طاقت حاصل کر کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹادیں۔ قرآن نے ان کے اس نظریہ کو بایں الفاظ نقل کیا ہے '' ویعبدون من دون اللہ مالا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعآ ئونا عنداللہ '' (یونس:۱۸)

Marfat.com

ترجمہ: وہ اللہ کے سوا ان دوسروں کی عبادت کرتے ہیں جو نفع ونقصان کے مالک نہیں اور کہتے ہیں یہ ہمارے اللہ کے ہاں سفارشی ہیں۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں اس سے مراد بت ہیں (یعنی وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں) اور ''ھؤلاء شفعآئونا عنداللہ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں (یہ ان کی انتہائی جہالت ہے اس طرح کہ وہ ان سے مآل میں شفاعت کے منتظر ہیں جو حال میں انہیں نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے اور ایک قول یہ ہے کہ ''شفعآئونا'' سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیا میں ہماری معیشت کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کریں گے۔

(الجامع الاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۹۱ یونس: ۱۸)

معلوم ہوا کہ وہ جنت کے حصول کیلئے شفاعت کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

۴۔ کفار ومشرکین شفاعت کا یہ معنی نہیں لیتے تھے کہ وہ ہمیں جہنم سے سفارش کر کے نکال لیں گے اور جنت میں داخل کروائیں گے۔ کیونکہ وہ تو قیامت ہی کے منکر تھے قرآن تو ان کے اس نظریہ کو اس طرح بیان کرتا ہے ''ء انکم لفی خلق جدید'' (سباء:) ترجمہ: کیا تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائیگا۔ اور ان کا یہ قول ''ومن یحی العظام وھی رمیم'' (یٰس:)
ترجمہ: اور کون ہے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا۔

معلوم ہوا کہ کفار کے عقیدہ شفاعت کا مسلمانوں کے عقیدہ شفاعت سے کوئی تعلق نہیں۔ عقیدہ شفاعت نہ صرف جائز بلکہ قرآن وسنت کی تائید سے مئوید اور ثابت ہے۔ اور یہ طلب شفاعت حالت حیات اور بعد از وصال ہر حال میں جائز اور درست ہے۔ قرآن کا واضح فرمان ہے ''ولوانھم اذظلموا انفسھم جائوک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما'' (نساء: ۶۴)

ترجمہ: اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور اے محبوب پھر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر استغفار کریں اور آپ بھی ان کے لئے استغفار کریں تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں اور عصیاں شعاروں کو تعلیم دی کہ وہ

Marfat.com

بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے خود بھی استغفار کریں اور حضور ﷺ سے بھی شفاعت کا سوال کریں جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو صادق نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی تدفین کے تین روز بعد ہمارے پاس ایک اعرابی آیا اس نے اپنے آپ کو قبر نبی ﷺ پر گرایا اور آپ کی قبر کی مٹی اپنے سر پر ڈالنے لگا۔ اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ آپ فرمایا ہم نے آپ کے فرمان کو سنا آپ نے اللہ تعالیٰ سے بغور سنا اور ہم نے آپ سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو کچھ نازل فرمایا اس میں یہ بھی تھا "ولو انھم اذظلموا انفسھم" تحقیق میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں تا کہ میرے لئے استغفار کریں۔ تو قبر انور سے ندا دی گئی آپ کی مغفرت کردی گئی۔ (الجامع لاحکام القرآن نساء:٦٤)

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کے ذیل میں شیخ ابو منصور الصباغ کی کتاب "الشامل الحکایة المشھورہ" کے حوالہ سے عتبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قبر نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی حاضر ہوا اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ، میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا "ولو انھم اذظلموا، الخ" پس میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں اور آپ کو اپنے رب کے ہاں شفیع (سفارشی بناتے ہوئے) حاضر ہوا ہوں پھر اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا۔

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمه — فطاب من طیبهن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه — فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ترجمہ: اے وہ ذات جو میدانوں میں دفن کئے جانے والوں میں سب سے بہتر ذات ہے جن کی خوشبو سے میدان اور دامان کوہ مہک اٹھے میری جان قربان ہو اس قبر پر جس کے آپ ساکن ہیں اس میں تو پاکدامنی اور جود و کرم ہے۔

پھر وہ اعرابی پلٹا، پس مجھے اونگھ آئی اور خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے مجھے فرمایا اے عتبی اس شخص کو ملو اور اسے یہ خوشخبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی

Marfat.com

مغفرت کردی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۵۲۰ سورۃ النساء: ۶۴)

معلوم ہوا کہ طلب شفاعت حیات اور بعد از وصال ہر حال میں جائز اور درست ہے۔ حضور علیہ نہ صرف قبر میں زندہ ہیں بلکہ آپ اپنی امت کے احوال سے بھی باذن اللہ باخبر ہیں انکی شفاعت کرتے ہیں ۔اگر بعد از وصال طلب شفاعت جائز نہ ہوتی تو صحابہ کرام ہرگز ایسا نہ کرتے اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کی ہدایت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد از وصال بھی حضور علیہ کو ''یا'' کے ساتھ ندا دینا اور آپ کو مخاطب کرنا درست ہے اور صحابہ کرام کا عمل ہے جیسا کہ حضرت عثمان بن مظعون والی حدیث جسے ترمذی، ابن ماجہ، حاکم نے مستدرک میں ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں وغیرھم نے ذکر کیا ہے۔اسی طرح ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' کے اندر صحابہ کرام کا یہ عمل ذکر کیا ہے کہ جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ گھمسان کا رن پڑا اپنے پرائے کی تمیز باقی نہ رہی تو اس وقت مسلمانوں نے اپنے شعار ''یا محمداہ'' اور ''یارسول اللہ'' پکارا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا جب پاؤں سن ہوگیا تو انھیں محبوب ترین شخص کو پکارنے کا کہا گیا تو آپ نے ''یا محمداہ'' پکارا وغیرہ کئی ایک حوالہ جات اور واقعات کتب حدیث وتاریخ میں سلف صالحین سے منقول ہیں۔ اسمیں قبر مبارک پر حاضر ہونا اور بعید ہونا دونوں کا حکم ایک ہی ہے اور دونوں میں آپ کی کرامت اور آپکی شرافت ہے۔قبر کے اندر سننا خواہ قریب سے ہو یا بعید سے دونوں خارق للعادۃ ہیں۔

حق کی قوت وبیباکی:

اس مرد باکباز نے مجلس کفار میں بانگ دہل یہ اعلان فرمایا اے میری قوم سن لو! میں تمہارے کفر وشرک سے باز آیا۔تمہارے بتوں کی پوجا سے میں نے اجتناب کیا۔اور میں ان مورتیوں کی عبادت سے دستکش ہوکر تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا ہوں۔اب تم میں سے جو کوئی میرا کچھ بگاڑنا چاہتا ہے بگاڑے۔

Marfat.com

حق کتنا بے باک ہوتا ہے اور انسان کو کتنا جری اور نڈر بنا دیتا ہے۔ایک طرف پوری قوم،قوم کے تمام سردار، رئیس، اعلیٰ عہدیدار، حکومتی کارندے، سیاسی و مذہبی پیشوا سارے کے سارے آگ بگولا ہوں۔اس آتشکدے میں کھڑا ہو کر ڈنکے کی چوٹ پر اعلان توحید کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔اس آگ کے دریا میں کودنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ حوصلہ اور ہمت ہر کسی کو حاصل نہیں ہے۔انی امنت بربکم کا اعلان کرنا مردان حر کا ہی شیوہ ہے۔اور انھیں کے شایان شان ہے۔

اس مرد جری نے امنت بربکم فرمایا اور امنت ربی نہیں فرمایا تا کہ انھیں یہ شعور دلایا جاسکے کہ جس پروردگار کی میں عبادت کرتا ہوں اور جس کی بندگی میں بجالا رہا ہوں وہی درحقیقت سب کا خالق و مالک ہے۔میرا علیحدہ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے میری ان باتوں کو گوش و ہوش سے سنو اور ان پر غور و فکر کرو کیوں کہ یہ تمہاری فطرت کی آواز ہے اور یہی حق کی منطق بھی ہے۔

فاسمعون کا مرجع انبیاء کرام بھی ہوسکتے ہیں تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اس نے انبیاء کرام سے عرض کی کہ آپ لوگ میری بات کو سن لیجئے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے گواہ رہیئے۔علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں **وقال لهم اسمعوا قولي لتشهدو الي بما اقول لكم عند ربي اني امنت بربكم و اتبعتكم وهذا القول الذی حکاه عن هولاء اظهر في المعنى**

(☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۵۶ زیر آیت مذکورہ) یہ معنی زیادہ ظاہر ہے۔

مژدہ جانفزاء:

یہ تقریر اس نے ختم کی ہی کی تھی کہ لوگوں نے اس مرد مجاہد پر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔آپ کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے واصل بحق کیا۔اس وقت بھی اس کی زباں پر یہی الفاظ جاری تھے **اللهم اهد قومی** اے اللہ میری قوم کو راہ راست دکھا۔حق پذیری کی توفیق عطا فرما اور اسی حالت میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔رحیم و کریم پروردگار نے بھی اپنی رحمتوں اور

Marfat.com

نوازشوں کی حد کر دی بارگاہ ایزدی سے اسے مژدہ جانفزا سنایا گیا آواز آئی اے میرے محبوب دلفگار اے میرے عاشق صادق آؤ میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنت کی ابدی نعمتوں سے لطف اندوز ہو جاؤ۔ میری جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ ملائکہ اور حوران بہشت تیرے استقبال کے لئے بے تاب کھڑے ہیں اور میرا حسن ازلی آپ کے دل بے قرار کو تسکین بخشنے اور تیری آنکھوں کی حسرتوں کو پورا کرنے کے لئے بے نقاب ہوا ہی چاہتا ہے۔ قیل ادخل الجنة جنت میں داخل ہو جاؤ۔

دخول جنت کا مطلب:

دخول جنت کی تاویل میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسی وقت جنت میں داخل فرما دیا اور وہ وہاں زندہ ہے رزق پا رہا ہے۔

(☆ تفسیر الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۷ از یرآیت مذکورہ)

جب کہ مجاہد سے عبد ابن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

(☆ روح المعانی ج ۲ ص ۱۴۴ الثانی والعشر ون زیرآیت مذکورہ)

ان کے بقول امر تبشیر کے لئے ہے نہ کہ حقیقتاً دخول جنت کے اذن کے لئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جب انھوں نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیا جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور وہ جنت میں ہیں اسے وہاں موت نہیں آئے گی مگر جب آسمان فنا ہو جائے گا اور جنت ہلاک ہو جائے گی اور جب اللہ تعالیٰ جنت کا اعادہ فرمائے گا اسے دوبارہ اس میں داخل فرمائیں گا۔

علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں جمہور مفسرین کا موقف یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ بلکہ ابن عطیہ نے تو اس پر اخبار و روایات کے تواتر کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ اور قتادہ کا یہ قول ادخله الله الجنة و هو فيها حي يرزق بھی نفی قتل پر نص نہیں ہے اور بحر میں ہے ان کے اس قول و هو فيها حي يرزق سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہو گا بل احياء عند ربهم يرزقون

Marfat.com

(انعام ۱۶۹) بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں۔

(☆روح المعانی ج ۷ الثانی والعشر وشار زیر آیت مذکورہ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے قتل کر دیا گیا پھر اسے حکم دیا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (☆الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۷ از زیر آیت مذکورہ)

اور علامہ آلوسی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ "والظاهر ان الامر اذن له بدخول الجنة حقيقة" (☆روح المعانی ج ۱۱ الجزء الثانی والعشر ون ص ۳۴)

دعوت حق اور جذبہ خیر خواہی:

اس مرد باکباز کے پاکیزہ اور اخلاق رفیعہ کا نمونہ تو دیکھو۔ قوم نے ظلم و بربریت کی حد کر دی پتھر مار مار کر واصل بحق کیا اور جسم پارہ پارہ کر دیا لیکن بایں ہمہ جذبہ ہمدردی اور خیر خواہی سرد نہ پڑا عالم برزخ میں پہنچ کر بھی فقط یہ آرزو ہے کہ کسی طرح میری بد بخت قوم کو میری حالت کا علم ہو جائے انہیں مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات واکرامات سے آگاہی حاصل ہو جائے اور وہ میری شہادت سے ہی سبق حاصل کریں اور اس کفر و ضلالت اور معصیت سے توبہ کر کے ایمان لے آئیں اور جن ابدی لازوال نعمتوں کا مستحق ہو چکا ہوں انہیں بھی حاصل ہو جائیں۔ اللہ! اللہ! کتنا جذبہ خیر خواہی ہے۔ مخلوق خدا کی بھلائی کتنی مقصود ہے۔ اپنے قاتلوں کے لئے بھی بددعا نہیں کرتا بلکہ ان کے لئے جہنم سے رستگاری اور حصول جنت کی آرزو کرتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے" نصح قوما حيا و ميتا" ترجمہ: اس نے قوم کو زندگی اور موت دونوں حالتوں میں نصیحت کی۔

عبدالملک بن عمر سے مروی ہے عروۃ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ مجھے اپنی قوم کی طرف بھیجئے تاکہ میں انھیں اسلام کی دعوت دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کو کہیں قتل نہ کر دیں تو انھوں نے عرض کی کہ اگر وہ مجھے سویا ہوا پائیں تو جگائیں گے بھی نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا جاؤ حضرت عروہ لات وعزیٰ کے پاس سے گزرے تو فرمایا کل میں آپ کے ساتھ برا سلوک کروں گا۔ یہ سن کر ثقیف غضب ناک

Marfat.com

ہوئے۔ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے قوم ثقیف نہ کوئی لات ہے اور نہ عزیٰ۔ تم لوگ اسلام قبول کرو سلامتی پاؤ گے۔ اے گروہ احلاف عزیٰ کچھ نہیں ہے اور لات کچھ نہیں ہے۔ تم اسلام لے آؤ سلامتی پاؤ گے۔ یہ کلمہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اتنے میں ایک شخص نے تیر مارا اور آپ شہید ہو گئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ صاحب یٰسین کی مانند ہے۔ (☆ابن کثیر ج ۳ ص ۵۸۷ زیر آیت مذکورہ)

کعب احبار سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ کے سامنے حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا جسے مسیلمہ کذاب نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے شہید کیا تھا جب انھیں یمامہ سے گرفتار کر کے مسیلمہ کذاب نے پوچھنا شروع کیا کہ کیا تو محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتے ہو تو آپ فرماتے نعم جی ہاں۔ جب وہ پوچھتا کہ کیا تو میرے رسول اللہ ہونے کی بھی گواہی دیتا ہے تو آپ فرماتے میں نہیں سنتا۔ تو مسیلمہ کذاب لعنۃ اللہ کہتا کہ تو اس کلمہ کو تو سنتا ہے لیکن یہ کلمہ نہیں سنتا تو حبیب رضی اللہ عنہ کہتے ہاں تو وہ ملعون ان کے ایک ایک عضو کو کاٹتا جاتا۔ وہ بار بار پوچھتا جاتا تھا مگر ہر بار حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی جواب دیتے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ جب کعب احبار نے سنا کہ ان کا نام حبیب تھا تو فرمایا واللہ یٰس میں جس مرد صالح کا ذکر ہے اس کا نام بھی حبیب تھا۔ (☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۸۷ زیر آیت مذکورہ)

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری علامہ قزوینی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جب اہل انطاکیہ نے انھیں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ انطاکیہ میں مومن و کافر دونوں رہتے تھے۔ وہ خوفناک کڑک جس نے کافروں کو موت کی نیند سلا دیا اہل ایمان کو اس سے محفوظ رکھا یہاں تک کہ جو اہل ایمان محو خواب تھے وہ بدستور سوتے رہے۔ ان کی آنکھ بھی نہ کھلی۔ انطاکیہ شہر میں ایک مسجد ہے اس مسجد کو مسجد حبیب کہا جاتا ہے اس کے صحن میں ان کا مزار ہے لوگ ان کی زیارت کے لئے آتے جاتے ہیں۔ اور مشہور جغرافیہ دان علامہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ اپنی کتاب معجم البلدان میں انطاکیہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ انطاکیہ میں حبیب نجار کی قبر ہے دور و نزدیک سے لوگ ان کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ آیات انھیں کے بارے

Marfat.com

میں نازل ہوئی تھیں وجاء من اقصی المدینة رجل یسعی الخ لیکن یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے علامہ ابن کثیر کی رائے آپ چند صفحات پہلے پڑھ چکے ہیں۔

(☆تفسیر ضیاء القرآن ج ۴ ص ۱۶۷ از یر آیت مذکورہ)

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اے اہل مکہ جس طرح وہ حبیب نجار اپنی قوم کی فلاح اوران کی بھلائی وخیر خواہی پر حریص تھا۔ ایسے ہی مسلمان بھی تمہارے خیر خواہ ہیں۔ انہیں تمہارے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ وہ تو تمہیں راہ راست پر لانا چاہتے ہیں۔

آیت کریمہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ موت فنا محض کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تو جہان فانی سے ابدی جہاں کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے یہ ایک ایسا پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملانے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے یہ ایک ایسا قدم ہے جس کے ساتھ ایک مرد مومن دنیا کی تنگی اور قید سے خلاصی پا کر عالم آخرت کی وسعت میں سما جاتا ہے۔ باطل کے ظلم وستم سے بچ کر حق کے سکون و اطمینان میں سماتا ہے۔ اور جاہلیت کی ظلمتوں سے نجات پا کر نور یقین کی طرف چلا جاتا ہے۔

(☆تفسیر فی ظلال القرآن ج زیر آیت مذکورہ)

اسی لئے تو قرآن میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوا "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء" (آل عمران:۱۶۹)

ترجمہ: آپ ہرگز ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے مردہ خیال مت کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ شہداء اپنی قبروں میں اہلِ دنیا سے باخبر رہتے ہیں ان کیلئے دعائیں کرتے ہیں اوران کی مصیبتوں اور گناہوں پر پریشان ہوتے ہیں اوران کے اعمال صالحہ پر خوش ہوتے ہیں۔ ابن کثیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر سے فرمایا اے جابر کیا میں تجھے خوشخبری نہ دوں عرض کی ضرور یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کو خیر کی خوشخبری دے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کر کے فرمایا اے میرے بندے! تو جو چاہے تمنا کر میں تجھے عطا کروں گا تو انہوں نے عرض کی اے میرے رب میں تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا میں تجھ سے تمنا کرتا ہوں کہ تو مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج میں تیرے نبی کے ساتھ ملکر

Marfat.com

جہاد کروں اور تیری راہ میں دوبارہ شہید کیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کوئی بھی دوبارہ دنیا میں لوٹ کر نہیں جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۴۲۷ ال عمران: ۱۶۹)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کی اے پروردگار پھر تو میری طرف سے میرے پیچھے رہنے والوں تک میری یہ حالت پہنچا تو یہ آیت نازل ہوئی ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ اموات'' (تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۴۲۷ سورہ ال عمران: ۱۹۹)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے فرماتے ہیں جب جنگِ یمامہ میں لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے ثابت بن قیس بن شماس سے کہا اے چچا! کیا آپ دیکھ نہیں رہے؟ دراں حالیکہ میں نے انہیں حنوط لگاتے ہوئے پایا۔ تو انہوں نے فرمایا ہم تو اسطرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہیں لڑا کرتے تھے تم نے اپنے دشمنوں کو جس چیز کا عادی بنایا وہ بہت برا ہے اور تم نے جس کا اپنے آپ کو عادی بنایا وہ بہت برا ہے۔ اے اللہ میں تیری طرف برأت کا اظہار کرتا ہوں اس چیز سے جسے یہ کافر لائے ہیں اور میں تیری طرف برأت کا اظہار کرتا ہوں ان مسلمانوں کے فعل سے پھر انہوں نے قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ آپ اور ثابت مولیٰ ابی حذیفہ ثابت قدم رہے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ثابت پر ایک نفیس زرہ تھی تو ایک مسلمان اس کے پاس سے گزرا اسے لے لیا۔ ایک دوسرا مسلمان شخص سویا اسے ثابت خواب میں آئے اور اسے کہا میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں خبردار! اسے خواب نہ سمجھنا کہ اس وصیت کی پرواہ نہ کرے کل جب میں شہید ہوا تو ایک مسلمان شخص میرے پاس سے گزرا اور میری زرہ لے گیا ہے اور وہ لوگوں کے آخر میں قیام پذیر ہے اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے اس نے زرہ پر ایک چادر رکھی ہوئی ہے اور اس چادر پر کجاوہ ہے آپ خالد بن ولید کے پاس جائیں اسے کہیں کہ وہ آئے اور اسے لے جائے۔ جب آپ مدینہ میں خلیفہ رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوں تو اسے کہنا کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے اور میرا فلاں فلاں غلام آزاد ہے۔ پس وہ شخص بیدار ہوا اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اپنا خواب سنایا، پس اس نے اسے زرہ کیلئے بھیجا اس نے اسے اسی طرح پایا جس طرح اس نے بتایا ہوا تھا اور ابوبکر صدیق کو وہ خواب بیان کیا گیا پس انہوں نے اسکی وصیت کو جائز قرار دیا۔

Marfat.com

موت کے بعد ان کے علاوہ کسی کی وصیت کو پورا نہیں کیا گیا۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۲۴۰ زیر عنوان ثابت بن قیس، الاستیعاب ج ا ص ۱۲۶، الاصابہ، تہذیب التہذیب ج اص ۵۵۵، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۱۹۵)

معلوم ہوا کہ صلحاء اور شہداء مرنے کے بعد بھی فنا نہیں ہوتے بلکہ انکی روحیں اس عالم دنیوی سے بھی باخبر رہتی ہیں اور دنیا میں تصرف بھی کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اور موت فنا محض کا نام نہیں بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہونے کا نام ہے۔

تبلیغ کے رہنما اصول:

اگر قرآن سنت کا بغور طالعہ کیا جائے تو تبلیغ کے درج ذیل اصول کھل کر واضح ہو جاتے ہیں۔ جو ایک کامیاب مبلغ کے لئے رہنمائی کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے **ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھو احسن** (النحل ۱۲۵) ترجمہ:۔ (اے محبوب) آپ انہیں اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے۔ اور ان سے بحث (مباحثہ) اس انداز سے کیجئے جو بڑا پسندیدہ ہو۔

(۱) حکمت کے ساتھ تبلیغ کرنا:۔

(۱) آیت مقدسہ میں دعوت و تبلیغ کے تین رہنما اصول متعین ہوتے ہیں جو خالق کائنات نے اپنے رسول مکرم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو سکھائے۔ ان میں سے پہلا اصول حکمت ہے حکمت سے مراد ایسے محکم اور پختہ دلائل ہیں جو حق کو روز روشن کی طرح واضح اور عیاں کرنے والے ہوں اور شک وشبہ کی ساری تاریکیوں کو کافور کر کے قلب کی تاریکیوں کو نور یقین سے بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ **یعنی بالمقالۃ المحکمۃ الصحیحۃ وھی الدلیل الموضح للحق المزیل للشبھۃ** (☆تفسیر خازن ج ۴ ص ۶۲ زیر آیت ادع الی ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ الخ تفسیر المدارک ص ۷۰۲ ج ۱ از زیر آیت مذکورہ)

یعنی مخاطب کی ذہنی استعداد اور حالات کے مطابق موقع کی مناسبت سے بات کرنا حکمت ہے۔ تا کہ بات دل میں بیٹھ جائے۔

Marfat.com

(۲) موعظہ حسنہ :۔

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رقمطراز ہیں موعظہ حسنہ اس نصیحت کو کہا جاتا ہے جو خیر و فلاح کی یاد دہانی اس اسلوب سے کرائے کہ پتھر دل بھی موم ہو جائیں۔ علامہ راغب الاصفہانی لکھتے ہیں قال الخلیل (الوعظ) ھو التذکیر بالخیر فیما یرق لہ القلب والعظة الموعظة الاسم (☆المفردات للراغب ص ۵۲۷) یعنی فلسفیوں کی طرح دلائل کے خشک انبار نہ لگاتے چلو بلکہ تمہارا انداز خطاب ایسا ہونا چاہئے کہ لفظ لفظ سے اخلاص و محبت کے چشمے ابل رہے ہوں آپ کی آواز کا زیر و بم شفقت و پیار کا آئینہ دار ہو۔ اور دلسوزی اور خیر خواہی ہر ہر لفظ سے عیاں ہو رہی ہو۔ (☆تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص زیر آیت ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة الخ)

(۳) مجادلہ بطریق احسن :۔

اگر مد مقابل آمادہ پیکار ہو جائے اور بات بحث مباحثہ اور مناظرہ و جدل تک پہنچ جائے تو بحث مباحثہ احسن اور عمدہ طریقہ سے کیا جائے تہذیب و شائستگی کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے کلام میں شیریں بیانی اور شریفانہ برتاؤ جھلک رہا ہو۔ اپنی علمی برتری کے گھمنڈ میں فریق مخالف کو نیچا دکھانے کے لئے ہر حربہ استعمال میں نہ لائے۔ بلکہ مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی اور اس کی رضا جوئی ہو۔

لوگوں کے تین اقسام :۔

پہلی قسم وہ علماء کاملین ہیں جو عقل صحیحہ اور نظر ثاقب کے مالک اور حقائق اشیاء کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ادع الی سبیل ربک یعنی انہیں دلائل قطعیہ یقینیہ کے ساتھ دعوت دیں تاکہ وہ حقائق اشیاء کو جان لیں۔ خود بھی نفع حاصل کریں اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائیں۔

Marfat.com

دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو فطرت سلیمہ کے مالک ہوتے ہیں اور خلقت اصلیہ پر ہوتے ہیں یہ لوگوں کی وہ اکثریت ہے جو حد کمال کو نہیں پہنچے ہوتے اور نہ ہی حد نقصان تک گرے ہوتے ہیں یہ درمیانی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ انھیں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا والموعظة الحسنة یعنی انہیں موعظہ حسنہ سے دعوت دیں۔

تیسری قسم کے لوگ صاحب جدال اور جھگڑالو ہوتے ہیں انہیں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وجادلهم بالتی هی احسن تاکہ وہ حق کی طرف مائل ہو جائیں۔ (☆تفسیر خازن ص۶۲ ج۴ زیر آیت ان الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة الخ) اس کے علاوہ بھی ان کے معانی بیان کئے گئے ہیں جنہیں طوالت کے خوف کی بناء پر درج نہیں کیا جاتا۔

(۴) نرم بات چیت:۔

دعوت اسلام کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انتہائی نرم لہجہ میں دعوت دی جائے نہ کہ ترش اور کھردرے انداز میں ارشاد باری تعالیٰ ہے فقو لا له قو لا لینا (طہ۴۴) اس کے ساتھ نرم انداز سے گفتگو کریں۔

علامہ قرطبی رقمطراز ہیں القول اللین هو الذی لاخشونة فیه فاذا کان موسیٰ امر بان یقول لفرعون قولا لینافمن دونه احریٰ بان یقتدی بذالک بخطابه (☆تفسیر ۵۶ مع لاحکام القران ج۶ ص۹۶ زیر آیت فقو لا له قو لا لینا)

قول لین سے مراد ایسی گفتگو ہے جس میں کسی بھی قسم کی کوئی خشونت (تند کلامی) وغیرہ نہ ہو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ فرعون کے ساتھ بھی نرم لہجہ میں گفتگو کریں تو آپ کے علاوہ دوسرے تو بدرجہ اولیٰ اس بات کے حقدار ہیں کہ وہ آیت کی اتباع کریں اور تند کلامی اور سخت گفتگو سے احتراز کریں اور کلام میں نرمی اور شیریں بیانی کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اگر مبلغ ترش رو اور سخت خو ہو تو لوگ اس کی طرف مائل ہونے اور اس کی گفتگو کو غور سے سننے کے بجائے اس سے نفرت کریں گے اور اس سے دور بھاگیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا

Marfat.com

کہ وہ شخص اپنی بات ہی دوسروں تک نہ پہنچا سکے گا۔لہٰذا ایک مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم مزاج اور شیریں کلام ہو۔اور بقول ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری اس کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں یا دودھ اور شہد کی نہریں بہہ جارہی ہوں۔

(☆تفسیر ضیاء القرآن ج ۳ ص ۱۱۳ زیر آیت فقولا له قولا لینا الخ)

(۵) دین کو آسان بنا کر پیش کرنا:

دین اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے آسان طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور لوگوں کو ترغیب دینی چاہئے نہ کہ صرف ترھیب اور خوف دلا کر اسلام کی طرف دعوت دی جائے خود نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی دعوت لے کر بھیجا تو فرمایا:

یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا یعنی تم دین کو آسان بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرنا اور سخت بنا کر پیش نہ کرنا لوگوں کو خوشخبری سنانا اور نفرت نہ دلانا۔ (☆بخاری کتاب العلم باب ماکان النبی ﷺ یتخولهم بالموعظة والعلم کی لاتنفروا)

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں **المراد تالیف من قرب اسلامه و ترک التشدید علیه فی الابتداء و کذالک الزجر من المعاصی ینبغی ان یکون بتلطف لیقبل و کذا تعلم العلم ینبغی ان یکون بالتدریج لان الشیی اذا کان فی ابتدائه سهلا حبب الی من یدخل فیه و تلقاه بانبساط و کانت عاقبته غالبا الازدیاد بخلاف ضده** (☆فتح الباری ج ا کتاب العلم باب ماکان النبی ﷺ یتخولهم بالموعظة والعلم ولاینفروا)

ترجمہ: اس سے مراد قریب الاسلام کی تالیف قلبی کرنا ہے اور ابتداءً اس پر تشدد کو ترک کرنا ہے اس طرح گناہوں پر زجر و توبیخ بھی تلطف (مہربانی) سے ہونی چاہیئے تاکہ اسے قبول کرے اسی طرح تدریجاً علم کی تعلیم دی جائے کیونکہ جب کوئی چیز ابتداء سہل ہو تو وہ اس میں داخل ہونے کیلئے محبوب ہوا کرتی ہے اور وہ اسے خوشی سے قبول کرتا ہے اور اس کا نتیجہ عموماً زیادتی ہوتی ہے۔

Marfat.com

(۶) عدم اکراہ:

ایک مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے عقائد و نظریات کی دعوت دلائل و براہین سے دے اور اس پر حق کو واضح کر دے۔ اور اسلام کی حقانیت، توحید اور رسالت کی صداقت اس پر واضح کرے تا کہ وہ اسلام کے دائرہ میں داخل ہو کر ابدی راحت و سکون اور اخروی نعمتوں کا حقدار ٹھہر سکے۔ لیکن اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نظریات یا عقائد کسی پر جبر اور ظلم و اکراہ سے ٹھونس دے کیوں کہ اسلام میں جبر نہیں ہے قرآن حکیم میں اسی حقیقت کو اللہ رب العزت نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے **لا اکراہ فی الدین** (بقرہ/۲۵۶) دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

دین کے اندر جبر ہو بھی کیسے سکتا ہے اور کسی کو مجبوراً اسلام کے دائرہ میں داخل کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے جب کہ دین کا تعلق ایمان سے ہے اور ایمان کا تعلق قلب سے ہے اور دل تو جبراً کسی کے سامنے سرنگوں ہونا جانتا ہی نہیں نیز اسلام لوگوں کے قلب و باطن کی اصلاح اور وابستگی چاہتا ہے اور قلب و باطن کی درستگی اسی وقت ممکن ہے جب اسلامی تعلیمات کو دل کی گہرائیوں سے حق اور درست سمجھ کر قبول کر لیا گیا ہو۔ اور ان تمام تعلیمات اور نظریات کو اپنے لئے حرز جاں بنالیا جائے اور ان کے تحفظ کے لئے جان و مال کی قربانی دینے سے گریز نہ کیا جا سکتا ہو۔ وہ اسلام اور دین جس کو جبراً تسلیم کیا گیا ہو دل میں سرایت نہ ہوا ہو اسلام کو اس کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی ایسا ایمان اسلام میں قابل قبول ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ایک مبلغ کے لئے کسی بھی طرح یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کو مجبوراً اسلام قبول کروائے بلکہ وہ صرف اور صرف دعوت دے قران مجید فرقان حمید میں دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے **فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر** (الکھف ۲۹) جو چاہے وہ ایمان قبول کرے اور جو چاہے کفر کرے۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا **ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین** (الشعراء/۴۳) اگر آپ کا رب چاہے تو سارے زمین والے ایمان لے آئیں کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں گے۔

Marfat.com

(۷) مبلغ کی بے غرضی اور دلسوزی:

مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیاوی اغراض اور مادی منفعت کو پیش نظر رکھے بغیر فقط اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور دین اسلام کی سربلندی کے جذبہ کے تحت اسلام کی دعوت دے رہا ہو۔ اور بندگان خدا کو راہ راست پر لا کر خالق حقیقی سے ملانا اور اس کی سرزمین پر اسی کے نظام کو قائم کرنے کا ولولہ اس کے دل میں موجزن ہو۔ اور پھر وہ انہیں اپنی بے غرضی اور بے لوث ہونے کا احساس بھی دلائے۔ جس طرح کہ انبیاء کرام کا طریقہ کار رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ **انی لکم رسول امین فاتقو اللہ واطیعون وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی اللہ رب العلمین** (الشعراء ۱۰۷/۱۰۹) بے شک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو میرے رب کے ہاں ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا **وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی اللہ رب العلمین** (الشعراء ۱۲۷)

اس طرح حضرت صالح، لوط، شعیب اور دیگر انبیاء کرام نے بھی اپنی بے غرضی اور دلسوزی کا برملا اعلان کر کے اپنی اپنی قوم کو کفر و شرک کے ترک کرنے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کی تلقین کی۔ اور حضور ﷺ نے بھی طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کیں یہاں تک کہ طائف کے مقام پر آپ لہولہان ہوئے غزوہ احد کے موقع پر آپ زخمی ہوئے آپ کے سامنے کے دو دندان مبارک شہید ہوئے پیشانی سے خون پونجھ رہے تھے اور ساتھ ہی یہ فرما رہے تھے **رب غفر لقومی فانھم لایعلمون** اے میرے رب میری قوم کو بخش دے بے شک وہ نہیں جانتے (کہ وہ کیا کر رہے ہیں) طائف کے مقام پر بدبخت آپ کو پتھر برسا برسا کر لہولہان کرتے ہیں۔ جب فرشتہ آپ کے پاس آ کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ اگر حکم فرمائیں تو اہل طائف کو تباہ و برباد کر کے

Marfat.com

رکھ دوں۔تو آپ فرماتے ہیں مجھے تو رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔زحمت بنا کر نہیں کیا ہوا ان لوگوں نے مجھے نہ پہچانا ہوسکتا ہے ان کی اگلی نسلیں مجھے پہچان لیں اور مجھ پر ایمان لا کر اسلامی نعمتوں سے مالا مال ہو جائیں۔

(۸) تدریج کا عمل:

تبلیغ اسلام میں تدریج کے عمل کو بروئے کار لانا چاہئے۔یعنی آہستہ آہستہ اسے اسلام کے قریب کیا جائے اور وقفہ وقفہ سے اس پر اسلامی احکامات اور ان کے فوائد وثمرات اور ان پر مرتب ہونے والے اثرات کی تعلیم دی جائے تاکہ وہ ذہنی طور پر اسلام کو قبول کرنے اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار ہو جائے۔اور یہی تعلیم خود نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام کو فرمائی۔عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا **ثم انک ستاتی قوما من اهل الكتاب فادعهم الى شهادة لا اله الا الله و انى رسول الله فان هم اطاعوا لذالک فاعلمهم ان الله افترض عليهم خمس صلوات فى كل يوم وليلة فان هم اطاعوا لذالک فاعلمهم ان الله افترض عليهم صدقة توخذ من اغنيائهم فترد الى فقرائهم فان هم اطاعوک لذالک فاياک و كرائم اموالهم واتق دعوة المظلوم فانه ليس بينها و بين الله حجاب .**

(☆مسلم کتاب الزکوۃ باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام)

تم بعض اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو تو پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت دینے کی دعوت دینا جب وہ اس کو مان لیں تو انھیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔جب وہ ان کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ بھی فرض کی ہے جو ان کے دولت مند لوگوں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے

Marfat.com

گی جب وہ اس کو قبول کرلیں تو زکوۃ میں ان کا بہترین مال ہرگز نہ لینا اور مظلوم کی دعا سے بچنا کیوں کہ مظلوم کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے اندر آپ ﷺ نے کس انداز میں تبلیغ کے اصول کو واضح فرمایا ہے کہ اگر آپ نے پہلی بار ہی یہ تمام احکامات بتا دیئے تو ہوسکتا ہے وہ اس دین کو ہی اپنے لئے گراں سمجھ بیٹھے۔ اور اس سے اعراض کر کے جہنم رسید ہو جائے لہٰذا تم انہیں ایک ایک بات کی تعلیم دو جب وہ اسے قبول کرے اس کے بعد تدریجاً اسے احکامات سکھاتے جاؤ کہ یہ چیز بھی اسلام میں فرض ہے لہٰذا اس پر بھی عمل پیرا ہو جاؤ۔ جب وہ اس پر عمل پیرا ہو پھر دوسرا حکم اسے سنایا جائے۔ الی غیر ذالک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل ہوئی وہ ایک مفصل سورۃ ہے جس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگ جنت کے دائرے میں آ گئے تب حلال وحرام کے احکامات نازل ہوئے اگر بالکل شروع میں ہی یہ حکم نازل ہوتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز شراب کو نہیں چھوڑیں گے جب یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو وہ کہتے ہم ہرگز زنا کو نہیں چھوڑیں گے۔ (☆ بخاری کتاب باب تالیف القرآن)

مبلغ کے اوصاف:

ایک مبلغ دین اور داعی امت کے لئے درج ذیل اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے تا کہ وہ کامیابی سے اپنا پیغام دوسروں تک پہنچا سکے بصورت دیگر وہ اپنے مقصد میں کماحقہ کامیاب وکامران نہیں ہوسکتا۔

(۱) صحیح العقیدہ ہونا:

ایک مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ صحیح العقیدہ ہو۔ اور اللہ اور رسول اور یوم آخرت پر کامل یقین رکھتا ہو اور معرف اور نیکی و خیر خواہی کا حکم دینے والا اور منکر اور برائی سے روکنے والا ہو

Marfat.com

قرآن حکیم میں اسی حقیقت کو بایں الفاظ بیان فرمایا ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله تم بہترین امت ہو جنہیں لوگوں کی (ہدایت و بھلائی) کے لئے ظاہر کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

آیت کریمہ میں امت مسلمہ کی افضلیت کی وجہ اور علت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس پر دوام اختیار کرنا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایک مبلغ کے لئے صحیح العقیدہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر صحیح العقیدہ ہونا ضروری نہ ہوتا تو تومنون باللہ سے متصف کرنے کی چنداں ضرورت نہ ہوتی۔ لہٰذا ایک مبلغ دین کے لئے صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان کامل رکھتا ہو اور اسے ذات وصفات اور افعال میں یکتا مانتا ہو اور پھر اس کے آخری رسول مکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت ورسالت اور اس کے تمام تقاضوں پر ایمان رکھتا ہو۔

(۲) حق کی بصیرت:

ایک مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ دین اسلام کی کامل بصیرت رکھنے والا ہو حق و باطل میں کامل امتیاز رکھتا ہو اور دین اسلام کی صداقت پر دلائل عقلیہ ونقلیہ رکھتا ہو تب جا کر وہ اس راہ خارزار میں ثابت قدم رہ سکتا ہے۔ اگر کامل بصیرت اور ایمان ویقین ہی انسان کو مشکل وقت میں قدم ڈگمگانے سے بچا سکتا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے قل هذه سبيلى ادعو الى الله على بصيرة انا ومن اتبعنى وسبحن الله وما انا من المشركين (یوسف/۱۰۸) اے محبوب فرما دیجئے! یہ میرا راستہ ہے میں بلاتا ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف واضح دلیل پر ہوں۔ اور جو میری پیروی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں۔

Marfat.com

علامہ خازن لکھتے ہیں یعنی علی یقین و معرفة والبصیرة ھی المعرفة التی یمیز بھا بین الحق والباطل (☆تفسیر خازن ص ۴۲۲ ج ۴ زیر آیت مذکورہ) یعنی بصیرت سے مراد یقین اور معرفت ہے اور بصیرت ایسی معرفت کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان تمیز کی جاسکے۔

علامہ نسفی لکھتے ہیں علی حجة و برھان لا علی ھوی یعنی میں حجت اور برہان (دلائل) پر ہوں نہ کہ خواہش نفسانی پر (☆المدارک ص ۶۲۷ ج ۱ زیر آیت مذکورہ)

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں بصیرت سے مراد ایسے واضح دلائل ہیں اور قوی براہین ہیں جن کے بعد کوئی اندھیرا نہیں رہتا۔
(☆تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۴۶۳ زیر آیت مذکورہ)

(۳) باعمل شخصیت:

ایک مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تعلیمات پر خود بھی عمل پیرا ہو جن کی وہ دوسروں کو تعلیم دے رہا ہے اور جن کے اپنانے کا حکم وہ دوسروں کو دے رہا ہے یا جن سے وہ دوسروں کو منع کر رہا ہے وہ بذات خود ان سے متصف اور منہیات سے دور رہنے والا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم (البقرہ/۴۴)

کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟

حدیث شریف میں آیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے جبریل سے ان کے متعلق دریافت کیا تو جبریل نے بتایا ھؤلاء الخطباء من اھل الدنیا (وفی روایة من امتک) یامرون الناس بالبر و ینسون انفسھم وھم یتلون الکتب افلا یعقلون
(☆تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۸۶ زیر آیت اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم الخ)

Marfat.com

یہ دنیا کے خطباء ہیں (ایک روایت میں ہے کہ آپ کی امت کے خطیب ہیں) جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور اپنے نفسوں کو بھلائے رکھتے ہیں حالانکہ وہ کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے یایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون (الصف/۲) اے ایمان والو تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر مبلغ کسی حکم پر بتقاضائے بشری عمل پیرا نہ ہو سکے تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وظیفہ ہی کو ترک کر دے، بلکہ ایک مبلغ بیک وقت دو حکموں کا پابند ہے وہ بذات خود نیکی پر گامزن ہونے اور برائی سے رکنے کا بھی پابند ہے اور اس پر دوسروں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی فرض ہے لہٰذا عمل میں کوتاہی کی صورت میں تبلیغ کے فریضے سے سبکدوشی اسے دو احکام اور دو فریضوں کے ترک کا مرتکب ٹھہرے گا۔

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں مکلف کو دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ایک معصیت کو ترک کرنا اور دوسرا غیر کو معصیت سے روکنا ایک حکم پر عمل نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرے حکم کو بھی صرف نظر کر دے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم" (البقرہ:۴۴) کے دو محل ہیں ایک یہ کہ انسان اپنے آپ کو بالکل بھول جائے اس سے منع کیا گیا ہے دوسرا محل یہ ہے کہ جس وقت خود عمل نہ کر رہا ہو اس وقت دوسروں کو حکم دینے سے منع کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک پہلا محل ہی مراد ہے نہ کہ دوسرا۔ (تفسیر کبیر ج اول ص ۳۲۶ بقرہ:۴۴)

(۴) جذبہ ایثار و قربانی:

مبلغ کے لئے بے لوث اور دنیاوی جاہ و جلال اور مادی منفعت سے بے غرض فقط رضائے الٰہی کے لئے دین اسلام کی تبلیغ کرنی چاہئے اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر بڑی سے بڑی خدمت اور قربانی کے لئے جذبہ رکھنا چاہئے۔ انبیاء کرام کے پیش نظر صرف یہی چیز تھی اور یہی اعلان بار بار انھوں نے کیا کہ ہمیں کسی قسم کی دنیاوی و مادی منفعت کی کوئی حاجت نہیں ہم

Marfat.com

تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے دین کی سربلندی اور آپ لوگوں کی بھلائی کی خاطر تمہیں دعوت اسلام دے رہے ہیں اور اس کے لئے طرح طرح کی مشکلات اور مصائب برداشت کرتے ہیں ہمیں آپ سے کسی بھی قسم کا کوئی اجر مطلوب نہیں ہے ہمارا اجر ہمارے رب کے ہاں ہے **قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا** (فرقان/ ۵۷) فرما دیجئے میں تم سے (اس خیر خواہی) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔

یعنی میں اس دین کی تبلیغ اور اس کے بدلے تمہاری جانب سے طرح طرح کی تکالیف، طعنے اور گالیاں فقط اس لئے برداشت کرتا ہوں تاکہ تم میں سے سلیم الفطرت لوگ ایمان کی دولت اس کے نیچے استقرار پذیر ہوکر سجدہ کرتا ہے۔ حالانکہ امام الحرمین وغیرہ نے تصریح کردی ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورج ایک قوم پر غروب ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے اور ایک قوم کے ہاں رات طویل ہوتی ہے تو دوسری قوم پر چھوٹی۔ اور خط استواء میں رات و دن کے درمیان طول وقصر کا اختلاف اور بلاد بلغار میں تو سورج شفق کے غروب ہونے سے قبل ہی طلوع ہوتا ہے۔ اور اس پر دلائل قائم ہو چکے ہیں کہ غروب کے وقت یہ ساکن نہیں ہوتا۔ ورنہ طلوع کے وقت بھی سکون پذیر ہوگا۔ اور پھر یہ اپنے مدار سے جدا بھی نہیں ہوتا۔ پھر ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف طلوع ہوکر عرش تک کیسے پہنچتا ہے؟

سے مالا مال ہوکر عنداللہ ماجور ہوں اور عذاب الیم سے بچ جائیں اس کے علاوہ میرے پیش نظر کوئی دوسری مادی منفعت یا کسی جاہ جلال کی کوئی خواہش نہیں ہے میری مشقتوں اور جانفشانیوں کا اجر و صلہ صرف یہی چیز ہے۔

(۵) باوقار شخصیت:

مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک باوقار شخصیت ہو جس کو دیکھنے سے ہی اس کا رعب داب اور اس کی پر وقار اور پر عظمت شخصیت انسان کو متاثر کرے اور دوسرا شخص اس کی بات سننے اور

Marfat.com

اس پر عمل کرنے کے لئے بے تاب ہو جائے اور حاضرین اسے خفیف اور گیا گزرا ہوا آدمی نہ سمجھ بیٹھیں تاکہ اس کی بات پر توجہ ہی نہ دے سکیں قرآن حکیم اس حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے۔

ولا یستخفنک الذین لایوقنون (الروم/۶۰)

آپ کو ہرگز سبک نہ کریں وہ لوگ جو ایقان نہیں رکھتے۔

علامہ راغب الاصفہانی لکھتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے وہ آپ کو (ہلکا پھلکا سمجھ کر) اپنے اعتقاد سے شبہات میں ڈال کر پھسلا نہ دیں۔ ای **لا یزعجنک ولا یزیلنک عن اعتقادک ما یوقعون من الشبهة**۔

(☆ المفردات للراغب ص۱۵۲)

(۶) قلبی تڑپ:

ایک کامیاب مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دل میں مخلوق خدا کی بھلائی اور خیر خواہی کی تڑپ موجود ہو وہ انہیں گمراہی وضلالت اور کفروشرک کی لعنت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات دلانے کے جذبہ سے موجزن ہو۔ اوران کی ابدی نجات کے لئے کوئی بھی قربانی دینے کے لئے تیار ہو یہی وہ جذبہ تھا جس کی بنا پر خود مبلغ اعظم ہادی عالم رحمت مجسم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوۃ والسلام نے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کیں۔ اپنا جسم لہولہان کروایا گالیاں سنیں۔ دندان مبارک شہید کروائے تین سال تک محصور رہے لیکن بایں ہمہ دعوت وتبلیغ کو نہ چھوڑا بلکہ مکہ کے بازاروں میں، کعبۃ اللہ کی دیواروں کے سائے میں، ان کی خلوت اور جلوت گاہوں میں اور ان کے میلوں میں جا جا کر درد وسوز میں بھری ہوئی آواز میں اسلام کا پیغام سنایا۔ اور راتوں کو سربسجود ہو کر بارگاہ ایزدی میں ان کی ہدایت کی دعائیں مانگتے رہے۔ خداوند قدوس نے اپنے محبوب کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا **فلعلک باخع نفسک علی اثارهم ان لم یؤمنوا بهذا الحدیث اسفاً** (الکھف/۶)

گویا آپ فرط غم سے اپنی جان کو تلف کر دیں گے ان کے پیچھے اگر وہ اس قرآن کریم پر ایمان نہ لائے افسوس کرتے ہوئے۔

Marfat.com

(۷) تعصب سے بالاتر ہونا:

مبلغ کے لئے یہ بات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ وہ ہر قسم کی ذات پات، رنگ و نسل اور دیگر ہر قسم کے تعصب سے پاک ہو کر سب کو اسلام کی تبلیغ کرے۔ امیر کبیر، چھوٹے بڑے اور خاندان و حسب و نسب کے امتیاز سے بالاتر ہو کر حق کا پیغام سنائے اور اس سلسلہ میں لومۃ لائم کی کوئی پروانہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یاایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلوا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا (النساء/۱۳۵) اے ایمان والو انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ محض اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ چاہے تمہیں یہ گواہی اپنے نفسوں، والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ (جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہے) چاہے وہ امیر ہو یا غریب پس اللہ تعالیٰ دونوں کا زیادہ خیر خواہ ہے انصاف کرنے میں نفسوں کی اتباع نہ کرو۔ اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ موڑو تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:۔

یاایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (مائدہ ۸)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے ہو جاؤ کسی قوم کی عداوت تمہیں ہرگز عدل نہ کرنے پر نہ اکسائے عدل کیا کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہر حال میں عدل و انصاف پر قائم رہنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اور دوسرے مقام پر امت مسلمہ کی فضیلت کا بیان کرتے ہوئے انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی وجہ سے خیر امت کا تاج سر پر رکھ کر انھیں عزت و شرف سے نوازا لہٰذا ایک مبلغ کے لئے ضروری ٹھہرا کہ وہ ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر فقط اللہ جل مجدہ

Marfat.com

کی رضا جوئی کی خاطر انصاف پر مبنی احکام لوگوں تک پہنچائے۔ اس سلسلہ میں کسی بھی قسم کی کوئی دوسری چیز اسے سچی بات اور حق پہنچانے سے باز نہ رکھے۔

(۸) صبر و استقامت:

مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے وقت مصائب و تکالیف اور آلام و شدائد کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور ان کے سامنے سینہ سپر ہو کر اپنے کام میں مگن رہے لوگوں کے طعن و تشنیع کے تیروں، مالی نقصان اور جسمانی و ذہنی اذیتوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے دین اسلام کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جان کی بازی لگانے سے بھی احتراز نہ کرے۔ کیوں کہ وہ لوگ جو دین اسلام کی تعلیمات سے کوسوں دور رہ کر کفر و عصیان کی زندگی گزار رہے ہوں نفس امارہ کی اطاعت گزار اور ہوائے نفسانی کے مطیع ہوں انھیں ایمان و ایقان اور اطاعت و فرمانبرداری کی جانب لانا اتنا آسان کام نہیں ہے یہ کام جتنا اہم ہے اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ اس کے لئے صبر و استقامت کی بھی بڑی ضرورت ہے قرآن حکیم میں فرمان ہے حضرت لقمان اپنے فرزند کو اسی چیز کی تعلیم دے رہے ہیں۔ **یا بنی اقم الصلوة وامر بالمعروف وانه عن المنکر و اصبر علی ما اصابک ان ذالک من عزم الامور** (لقمان/۱۷)

میرے پیارے بچے! نماز صحیح صحیح ادا کیا کرو نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکتے رہو اور صبر کیا کرو ہر مصیبت پر جو تمہیں پہنچے بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

(۹) خدا کی نصرت اور تائید پر ایمان:

ایک مبلغ اسلام اور داعی امت کے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید پر پورا پورا بھروسہ ہونا ضروری ہے اور اس راہ میں آنے والی مشکلات و پریشانیوں سے دلبرداشتہ ہو کر دعوت و تبلیغ سے کنارہ کش نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ خود بخود اس کے لئے راہیں کھولتا رہے گا خود رب العزت کا فرمان ہے **والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا و ان الله لمع المحسنین**.
(العنکبوت/۶۹)

اور جو (بلند ہمت) مصروف جہاد رہتے ہیں ہمیں راضی کرنے کے لئے ہم ضرور انھیں اپنے راستے

Marfat.com

دکھادیں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ہر وقت) محسنین کے ساتھ ہے۔

یعنی جو شخص ہمارے دین کی سربلندی کے لئے ہماری رضا جوئی کے لئے ظاہری و باطنی دشمنوں سے برسرپیکار رہے اور اپنی تمام کوششیں، اپنی تمام توانائیاں دین اسلام کے پیغام کو عام کرنے اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے صرف کرے گا تو ہم انھیں ایسی راہوں پر پہنچا دیتے ہیں جن پر چل کر وہ منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ ہماری رحمت اسے کسی بھی وقت کہیں بھی تنہا نہیں چھوڑتی۔ بلکہ ہر نازک وقت میں ہر مشکل گھڑی میں ان کی دستگیری کرتی ہے اور ان کے قدموں کو جادہ حق سے بھٹکنے نہیں دیتی اور میرے بندے کہیں بھی بے یار و مددگار نہیں ہوتے بلکہ میری نصرت و تائید ہمیشہ ان کے شامل حال رہتی ہے سبحان اللہ! جب ایک مبلغ کو اس بات کا قوی یقین ہو بلکہ اس بات پر اس کا ایمان ہو کہ اس کے رحیم و کریم پروردگار کی نصرت و تائید اس کے ساتھ ہے وہ اکیلا نہیں ہے تو پھر اس راہ میں پیش آنے والی مصیبتیں اس کے سامنے ہیچ ہوتی ہے اور ارشاد و تبلیغ سے اسے روک نہیں سکتی۔

(۱۰) پاکیزہ کردار:

ایک مبلغ کا صاحب کردار ہونا بھی ضروری ہے جب تک ایک مبلغ خود پاکیزہ کردار کا مالک نہیں ہوگا اس کی بات کسی پر اثر انداز نہ ہوگی اور نہ کوئی دوسرا اس کی بات سننے کے لئے آمادہ ہوگا خود نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے جب دعوت اسلام کا آغاز فرمایا تو اپنی ذات کو اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر پیش کیا اور اپنی چالیس سالہ زندگی کا کردار ان کے سامنے رکھا چنانچہ کفار مکہ کی انتہائی مخالفت کے باوجود اور خون کے پیاسے ہونے کے باوصف وہ لوگ حضور ﷺ کی سیرت پر انگلی نہیں اٹھا سکتے تھے تاریخ گواہ ہے کہ اس مخالفت کے باوجود اپنی امانتیں بھی آپ کے پاس انتہائی محفوظ سمجھتے ہوئے رکھتے تھے اور آپ کو "الصادق والامین" کے لقب سے پکارتے بھی تھے۔ ابوجہل نے بھی ایک دن کہا تھا اے محمد (ﷺ) میں آپ کو جھوٹا نہیں کہتا مگر کیا کروں آپ کی دعوت پر میرا دل نہیں ٹھہرتا۔ آپ کے بعد صحابہ کرام اور اولیاء عظام نے بھی اپنی پاکیزہ سیرت کے ذریعے ہی دین اسلام کو دنیا کے دور دراز گوشوں تک پھیلایا۔ اللہ جل مجدہ کا فرمان ہے

Marfat.com

و ثیابک فطھر والرجز فاھجر اپنے کپڑوں کو پاکیزہ رکھئے اور گندگی سے احتراز فرمایئے۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ اے ایمان والو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ اپنی ذات کو ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاکیزہ رکھنا ہی اعلیٰ سیرت و کردار ہے۔ لہٰذا جب تک ایک مبلغ خود اپنے کردار کو درست نہیں کرے گا اس کی بات غور سے نہیں سنی جائے گی۔ لہٰذا مبلغ کا پاکیزہ کردار والا ہونا نہایت ضروری ہے۔

(۱۱) تبلیغ کے مواقع تلاش کرنے والا ہو:

مبلغ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تبلیغ کے مواقع کی تلاش میں ہو جب بھی کوئی اہم موقع ہو جہاں لوگ جمع ہوں اور اسکی بات سننے کیلئے تیار ہوں لوگوں کے دل نرم ہوں تو اسے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے تبلیغ کے فریضے کی ادائیگی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیئے۔

تبلیغ کے چند ایک مواقع درج ذیل ہیں:

۱۔ **دعوت کا اہتمام کرے:** مبلغ کیلئے تبلیغ کا ایک سنہری موقع دعوت کا اہتمام کر کے انہیں پیغام حق سنانا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہوا "وانذر عشیرتک الاقربین" اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔ تو حضور ﷺ نے خاندان مطلب کو دعوت دی اور دعوت کھلانے کے بعد آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے خاندان بنی مطلب! میں تمہاری طرف بالخصوص اور عام لوگوں کی طرف بالعموم مبعوث کیا گیا ہوں اس آیت میں تم نے دیکھا جو کچھ دیکھا پس تم میں سے کون میری بیعت کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہو جائے پس کوئی بھی نہ اٹھا۔ حضرت علی فرماتے ہیں میں اٹھا حالانکہ میں سب سے چھوٹا تھا۔ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا، تم بیٹھ جاؤ یہ آپ نے تین بار فرمایا ہر بار میں آپ کیطرف اٹھتا آپ مجھے فرماتے بیٹھ جایئے، تیسری بار آپ نے اپنے دست مبارک سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۲ سورۃ شعراء ۲۱۴، معالم التنزیل ج ۴ ص ۵۰۶ تفسیر خازن ج ۴ ص ۵۰۶ سورۃ شعراء: ۲۱۴)

۲۔ **ختم قرآن کا موقع:** ختم قرآن کی تقریب بھی مبلغ کیلئے ایک اہم موقع ہے جس سے وہ فائدہ اٹھا کر اپنے فریضہ کو بحسن وخوبی ادا کر سکتا ہے، اور ختم قرآن کے آداب میں سے ایک

Marfat.com

ادب یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے اہل وعیال اور دوست واحباب کو اس موقع پر جمع کرے۔ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''شعب الایمان'' میں لکھتے ہیں، ختم قرآن کے آداب میں سے ہے کہ قاری اپنے اہل وعیال کو جمع کرے اور کوشش یہ کرے کہ یا تو اول نہار یا اول لیل میں ختم قرآن کرے۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۳۲۷ باب فی تعظیم القرآن)

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسکی تاڑ میں رہے جس دن اس نے ختم قرآن کیا آپ اٹھے اور اسکے پاس تشریف لائے۔ (سنن دارمی باب ختم القرآن ج ۴ ص ۲۱۷۹)

حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک جب رات کو ختم قرآن کے قریب پہنچتے تو کچھ حصہ باقی رکھتے صبح کو اپنے اہل وعیال کو جمع کر کے ان کے ساتھ ختم قرآن کرتے۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۳۶۸ باب فی تعظیم القرآن، سنن دارمی ج ۴ ص ۲۱۸۰) دوسری روایت میں ہے کہ آپ اپنے اہل وعیال کو جمع کر کے ان کیلئے دعا کرتے۔ معلوم ہوا کہ ختم قرآن وہ بہترین موقع ہے جس میں شریک آدمیوں کو بآسانی ایک مبلغ تبلیغ کر کے اپنے فریضہ کو بحسن و خوبی ادا کر سکتا ہے۔

۳۔ وفات کے موقع پر جب لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں اور اس وقت ترغیب وترہیب ان پر بڑی موثر ہوتی ہے لہٰذا مبلغ کو چاہیئے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائے اور پیغام حق لوگوں تک پہنچائے جیسا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے اقرار زنا پر جب حضور ﷺ نے رجم کا حکم ارشاد فرمایا اور انہیں رجم کیا گیا تو حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا ''ہم جب اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے جاتے ہیں تو کوئی شخص پیچھے ہماری عورتوں میں رہ جاتا ہے اور بکرے کی طرح آوازیں نکالتا ہے مجھ پر لازم ہے کہ میں ہر اس شخص کو عبرتناک سزا دوں جس نے یہ کام کیا ہو اور اسے میرے سامنے لایا گیا ہو'' (مسلم کتاب الحدود باب حد الزنا)

Marfat.com

معلوم ہوا کہ اس موقع سے بھی مبلغ دین فائدہ اٹھا سکتا ہے اور تبلیغ کے فریضے سے سبکدوش ہوسکتا ہے۔

۴۔ شادی بیاہ کے خوشی کے موقع پر بھی ایک مبلغ دین فائدہ اٹھا سکتا ہے اور خطبہ نکاح اور اس میں پڑھی جانیوالی آیات وآحادیث کا ترجمہ اور انکی شرح کر کے لوگوں تک پیغام حق پہنچایا جاسکتا ہے۔

۵۔ جمعرات کو ذکر ونعت وغیرہ کی محافل کا انعقاد کر کے بھی تبلیغ دین کے فریضہ کا ادا کیا جاسکتا ہے۔ جمعرات کو خود حضور ﷺ روزہ کا اہتمام کیا کرتے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے میں نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جب میرے نامہ اعمال پیش کئے جائیں تو میں روزہ میں ہوں۔ معلوم ہوا کہ جمعرات کو خصوصیت کے ساتھ عبادت کی جائے اور محافل ذکر ونعت کا اہتمام کیا جائے اور اس میں تبلیغ کے فریضہ کو بھی ادا کیا جائے۔ (سنن دارمی کتاب الصوم باب فی صیام یوم الاثنین والخمیس، جامع الترمذی کتاب الصوم باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، سنن ابن ماجہ کتاب الصوم باب صیام یوم الاثنین والخمیس) وغیرہ۔

عصر حاضر کے مبلغین کا طریقہ تبلیغ اور اس کا اثر:

عصر حاضر کے مبلغین نے انبیاء کرام کے طریقہ تبلیغ کو نظر انداز کر دیا ہے اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس روگردانی کا اثر یہ ہے کہ صبر وتحمل، تدبر، برداشت اور حکمت کی جگہ مبلغین بات بات پر غصے ہوتے ہیں۔ جوش خطابت میں آ کر مخالفین پر نہ صرف جملے کستے ہیں بلکہ بسا اوقات ناجائز گالیاں بھی ان کی زبان پر آجاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بجائے عبرت پذیری اور نصیحت حاصل کرنے کے مخالفین میں جذبہ ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اور بجائے اسلام کے قریب آنے کے وہ اسلام سے زیادہ دور ہی ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسوۂ پیغمبری پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے اور اپنے حسن عمل سے لوگوں کو دین اسلام کے قریب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے

Marfat.com

اندر جذبہ خلوص اور للّٰہیت پیدا فرمائے آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم وعلی الہ واصحابہ اجمعین آمین۔

ولی اللہ کی شہادت اور قوم کی تباہی:

جب ان ظالموں نے اللہ کے ایک ولی کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرما کر انھیں ہلاک کر دیا کیوں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ولی کے ساتھ دشمنی کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب ہم نے ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو ہمیں ان کی ہلاکت کے لئے آسمان سے فرشتوں کے لشکر بھیجنے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور نہ ہی ہماری حکمت ومصلحت اس بات کی مقتضی ہے کہ کسی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آسمان سے فرشتوں کا لشکر اتاریں اور نہ ہی ہمیں اس کی ضرورت تھی بلکہ ہمارے نزدیک تو پوری کائنات کو تباہ وبرباد کر دینا بھی ایک معمولی کام ہے۔اس حقیر سے کام کے لئے ایک ایسی کڑک اور گرج پیدا ہوئی کہ چشم زدن میں وہ سرکش قوم راکھ کا ڈھیر بن گئی اور ان کا سارا جوش وخروش اور اپنی طاقت پر گھمنڈ خاک میں مل گیا۔اور ان کا نام ونشاں تک مٹ گیا۔

مفسرین نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کے لئے حضرت جبرائیل امین کو بھیجا اور انھوں نے شہر کے دروازے کے دونوں اطراف کو پکڑ کر اس زور سے ہیبت انگیز چیخ نکالی کہ کوئی ذی روح چیز اس کو برداشت نہ کر سکی۔سب کے سب مر گئے۔اور ان کے مرنے کو قرآن نے خامدون سے تعبیر کیا۔(☆تفسیر ابن کثیر ج۳ص ۵۸۷ زیر آیت مذکورہ)

معجزہ کی تعریف :

ایسا خارق للعادہ امر جو خیر وسعادت کی دعوت دینے والا اور دعوی نبوت کے ساتھ مقرون ہو۔اور مدعی نبوت کے دعوئی رسالت کی تصدیق کا اس سے قصد کیا گیا ہو معجزہ کہلاتا ہے۔(کتاب التعریفات ص۱۵۲)

Marfat.com

کرامت کی تعریف:

ایسا خارق للعادہ امر جو غیر مدعی نبوت مومن، صالح، اولیاء اللہ میں سے کسی شخص کے ہاتھ پر صادر ہو کرامت کہلاتا ہے اگر ایمان وعمل صالح مقرون نہ ہو تو استدراج کہلاتا ہے۔

(کتاب التعریفات ص۱۲۹)

معجزہ اور کرامت میں فرق:

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں ''معجزہ ایسا فعل ہے جو بشریت کو اسکی مثل لانے سے عاجز کرتا ہے۔ اسی لئے اسے معجزہ کہا جاتا ہے یہ انسانی مقدورات کی جنس میں سے نہیں ہوتا اور اس کے محل قدرت سے باہر ہوتا ہے''۔

وہ مزید لکھتے ہیں ''عام متکلمین کے نزدیک معجزات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم سے صرف چیلنج کرنا مقصود ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی اس کے وقوع سے پہلے اسے اپنی نبوت کی تصدیق کیلئے بطور ثبوت پیش کرے۔ جب یہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے سچے نبی ہونے پر قول صریح کی مانند ہو جاتا ہے اس وقت اس معجزہ کی دلالت صدق قطعی پر ہوتی ہے پس معجزہ خارق للعادہ اور تحدی دونوں پر بیک وقت دلالت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے تحدی اس کا جزو ہے۔

تحدی معجزہ اور کرامت وسحر میں فرق کرنیوالی ہے۔ کیونکہ ان دونوں کو تصدیق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پس تحدی کا وجود ان میں سوائے اتفاق کے نہیں پایا جاتا۔ کرامت میں تحدی (چیلنج) کے مجوزین کے نزدیک تحدی کا وقوع ولایت پر دلالت کرنے کیلئے ہوتا ہے جو غیر نبوت ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص۱۰۳)

بدر وحنین میں فرشتوں کے نزول کی وجہ:

جنگ بدر اور احزاب وحنین کے اندر فرشتوں کا نزول آنحضرت ﷺ کی تعظیم وتکریم کے باعث تھا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی اور آپ ﷺ کی عظمت شان اور جلالت قدر کے اظہار

Marfat.com

کے لئے فرشتوں کے لشکروں کو نازل کیا گیا اور صحابہ کرام کی طمانیت قلب بھی مطلوب تھی۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما جعل اللہ الا بشری لکم ولتطمئن بہ قلوبکم وما النصر الا من عند اللہ۔ (ال عمران:۱۲۶)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یوم بدر و خندق کو فرشتے کیوں نازل فرمائے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فارسلنا علیھم ریحاً و جنودا لم تروھا (الاحزاب ۹) اور فرمایا بالف من الملائکۃ منزلین (انفال ۹) اور دوسری جگہ فرمایا بخمسۃ الاف من الملئکۃ مسومین (ال عمران ص ۱۸۰) فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ایک فرشتہ بھی کافی تھا، اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو جبریل امین کے ایک پر کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ قوم ثمود و قوم صالح ایک چیخ سے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں تمام انبیاء پر اور اولوالعزم رسولوں پر حضور ﷺ کو فضیلت دی ہے اور آپ کو وہ عزت و شرف بخشا ہے جو کسی اور کو نہیں۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آسمان سے فرشتوں کو نازل فرمایا اور وما انزلنا اور وما کنا منزلین سے اس طرف اشارہ تھا کہ فرشتوں کی جماعتوں کا نزول ان عظیم امور کے لئے ہے جس کے اہل صرف آپ ہی ہیں اور آپ کے بغیر ہم کسی کے لئے فرشتوں کو نازل نہیں فرماتے۔

(☆ تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۸ ص ۱۸ از یر آیت مذکورہ)

کفار کا انبیاء کا تمسخر اڑانا:

ان ظالموں اور سرکشوں کے پاس جب بھی کوئی رسول پیام حق لے کر آیا تو انھوں نے ان مقدس ہستیوں کا تمسخر اڑانا شروع کر دیا پھر جب اللہ جل مجدہ نے اپنے مقدس بندوں کی استہزاء کی سزا کے طور پر انھیں تباہ و برباد کر دیا ان پر اپنا عذاب مسلط کر دیا تو یہی تمسخر اور استہزاء ان کے لئے باعث پشیمانی اور ندامت بن گیا۔ پھر کف افسوس ملنے لگ گئے کہ کاش ہم نے ان انبیاء کرام کی نصیحت کو گوش و ہوش سے سن کر اسے اپنے لئے حرز جان بنا لیا ہوتا۔ تو یہ ذلت و رسوائی ہمیں نہ اٹھانا پڑتی۔ لیکن اب پچھتانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ یہ ان کی حسرت میں مزید اضافہ کا باعث ہی بنے گا۔

Marfat.com

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ قیامت میں جب یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے اس وقت انھیں سخت ندامت ہوگی کہ کیوں کر ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا کیوں کہ وہ دنیا میں اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا کرتے تھے۔

(☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۸۸ زیر آیت مذکورہ)

گزشتہ امتوں کی ہلاکت اور درس عبرت:

اب کلام کا رخ اہل مکہ کی جانب موڑا جا رہا ہے یعنی اہل مکہ کتنے ناعاقبت اندیش ہیں سابقہ اقوام وملل کی روش اپنائی ہوئی ہے۔ اور انھیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نبی مکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی تکذیب اور آپ اور آپ کے صحابہ کا تمسخر واستہزاء اڑانا اپنا مشغلہ بنایا ہوا ہے۔ ان کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے ہیں اور ان پر پھبتیاں کستے ہیں اور یہ کتنے تعجب کی بات ہے۔ سابقہ امتوں اور قوموں کے انجام بد سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے جنہیں ان کی انھیں مجرمانہ سرگرمیوں کی پاداش میں عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔ کسی قوم کو زمین میں گاڑھا گیا تو کسی کو چنگاڑ اور گرج سے ہلاک کیا گیا۔ اور کسی پر پتھروں کی بارش کر کے تباہ و برباد کر کے آنے والی قوموں کے لئے باعث عبرت بنا دیا۔ لیکن اہل مکہ ہیں کہ تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے تجارتی قافلوں کا گزر بھی بسا اوقات ان اجڑی ہوئی بستیوں کے پاس سے ہوتا رہتا ہے جو اپنے ساکنین کی تباہی اور بربادی کا پتہ دیتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اپنی روش کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں حالانکہ انھیں بخوبی علم ہے کہ جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا ان کا نام ونشان بھی اب دنیا سے مٹ چکا ہے۔ اور کوئی واپس اس دنیا میں بھی نہیں آیا۔ مرنے کے بعد تو دنیا میں کوئی واپس نہیں آ سکتا۔ مگر یوم حشر سب لوگ جمع ہو کر عند اللہ اپنے اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے۔ نیکوکار اپنے اعمال کا اچھا بدلہ جب کہ بدکار پا بجولاں ہو کر جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

ان آیات کریمہ میں دھریوں اور ھنادکہ وغیرہ کا رد بھی ہے جو اپنی جہالت کی بنا پر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ دنیا میں دوبارہ ایسے ہی لوٹ آئیں گے جیسے وہ پہلے تھے۔

Marfat.com

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ

ان کے لئے ایک نشانی یہ مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندگی بخشی اور ہم نے اس سے غلہ نکالا پس وہ اس سے

یَاْكُلُوْنَ ۳۳ وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِیْهَا

کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات اگائے اور اس میں چشمے جاری

مِنَ الْعُیُوْنِ ۳۴ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ اَفَلَا

کر دیئے۔ تاکہ وہ اس کے پھلوں سے کھائیں سب کچھ ان کے ہاتھوں کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ پھر کیا وہ ان نعمتوں پر شکر

یَشْكُرُوْنَ ۳۵ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

ادا نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑے جوڑے پیدا فرمایا۔ خواہ وہ زمین کی نباتات میں ہوں یا

الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۳۶ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ

ان کے اپنے نفسوں میں سے (بنی نوع انسان میں سے) اور ان اشیاء کو بھی جنہیں یہ نہیں جانتے۔ اور دوسری نشانی ان

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۳۷ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ

کے لئے رات ہے ہم اتار لیتے ہیں اس سے دن کو تو یکلخت وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور یہ آفتاب ہے جو چلتا

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۳۸ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ

رہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف یہ اندازہ مقرر کیا ہوا ہے اس (خدا کا) جو عزیز (اور) علیم ہے۔ اور (ذرا) چاند کو دیکھو

مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۳۹ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَا

ہم نے مقرر کر دی ہے اس کے لئے منزلیں آخرکار ہو جاتا ہے کھجور کی بوسیدہ شاخ کی طرح۔ نہ سورج کی یہ مجال ہے

اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ

(پیچھے سے) چاند کو آ پکڑے اور نہ رات کی یہ طاقت ہے کہ دن سے آگے نکل جائے اور یہ سب سیارے اپنے اپنے

یَّسْبَحُوْنَ ۴۰ وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ

فلک میں تیر رہے ہیں۔ ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی ذریت کو بھری کشتی میں

Marfat.com

الْمَشْحُوْنِ ﴿٤١﴾ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنْ

اٹھایا۔ اور ہم نے ان کے لئے اس کشتی کی مثل اور چیزیں بھی پیدا فرمائیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو

نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا

ان کو غرق کر دیتے نہ ان کی آواز کوئی سنتا اور نہ ہی کوئی انھیں بچانے والا ہوتا بجز ہماری رحمت کے (نہ ہم انھیں پار

وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا

لگائیں) اور انھیں لطف اندوز ہونے دیں ایک مقررہ وقت تک۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس عذاب سے

خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ

ڈرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (تو وہ اعراض کرتے ہیں) اور نہیں آتی ان

رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا

کے پاس کوئی نشانی رب کی نشانیوں میں سے مگر یہ کہ وہ اعراض کرتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ

دیئے ہوئے میں سے خرچ کرو (اس کی راہ میں) تو کافر مسلمانوں کو کہتے ہیں کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا

اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا

تو کھلا دیتا تم تو کھلی گمراہی میں ہو۔ کافر کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو

الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

(تو اس کا وقت مقرر ہمیں بتاؤ) یہ (بدبخت) صرف ایک گرج کا انتظار کر رہے ہیں

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿٤٩﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا اِلٰى

جو (اچانک) انھیں آلے گی دراں حالیکہ وہ بحث مباحثہ کر رہے ہوں گے پس نہ تو وہ وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی

اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٠﴾

اپنے گھروں کو لوٹ سکیں گے۔

Marfat.com

تکوینی دلائل سے توحید باری پر استدلال:

پہلے دو رکوعوں میں کفار کے انکار و تکذیب کے رویہ پر مذمت کی گئی۔ اب تکوینی امور سے توحید اور قیامت کے ثبوت پر دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ انسان پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات و احسانات اور ان میں انسان کے لئے ودیعت کئے گئے فوائد و حکمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یہ دلائل اتنے سادہ، واضح اور ہمہ گیر ہیں کہ ایک عامی سے لے کر فلسفی اور سائنس دان سب کے لئے ان میں تسلی و تشفی کا سامان موجود ہے ان آیات اور نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے جو اپنے خالق و مالک و مدبر کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ ان نشانیوں میں پہلی اور سب سے بڑی نشانی کے طور پر مردہ اور بنجر زمین کو پیش کیا جا رہا ہے جس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نظر نہیں آتی پھر اللہ جل مجدہ اس پر بارش برساتا ہے اور اس میں از سر نو زندگی کی توانائیاں انگڑائیاں لینے لگتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے، خشک، بے آب و گیاہ اور بنجر زمین رنگ برنگے پھولوں اور کلیوں سے بھر جاتی ہے باغات طرح طرح کے پھلوں سے لد جاتے ہیں کھیت ہریالی فصلوں سے لہلہانے لگتے ہیں اور ہر چیز اپنے دیکھنے والوں کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔ یہ کاریگری کس کی ہے؟ کیا یہ سب کچھ خود بخود ہوئے جا رہا ہے؟ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ایک خالق و مالک ہے جس نے ہر چیز میں ایک تناسب رکھا ہے جو مردہ اشیاء میں زندگی ڈالنے پر قادر ہے جو مردہ زمین میں دوبارہ زندگی ڈال کر اسے دوبارہ کاشت کے قابل بناتا ہے؟ کیا وہ مردوں کو دوبارہ اٹھا کر حساب کتاب لینے پر قادر نہیں ہے؟ یقیناً ہے لیکن تم عقل خداداد سے کام لو تو سہی۔

مردہ زمین کے احیاء سے استدلال:

زندگی کا جاری کرنا اعجاز ہے اور معجزہ دست قدرت سے ہی صادر ہو سکتا ہے مردہ زمین میں زندگی ڈالنا اور پھر اس سے مختلف النوع فصلیں، پھلوں اور درختوں کا پیدا کرنا صرف اللہ جل مجدہ ہی کے شایان شان ہے کیا تم آنکھیں کھول کر دیکھتے نہیں کہ یہ اتنے لمبے لمبے کھجور کے درخت

Marfat.com

کس کی کرشمہ سازی ہے؟ کس کی قدرت کاملہ سے انگور کی نرم و نازک بیل زمین سے لاکھوں من مٹی کا بوجھ ہٹا کر روشنی کی تلاش میں نکلتی ہے؟ اور پھر اس پر ترو تازہ پتوں اور شاخوں سے مزین ہو کر دیکھنے والوں کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ پھلوں سے لد جاتی ہے اور پک کر تمہارے توڑنے کے لئے کس کی قدرت سے تیار ہو جاتی ہے۔ کون ہے جو مردہ زمین سے باغات پیدا کر کے اس کو مختلف پھلوں سے مزین کرتا ہے اور تمہارے کھانے اور لذت اٹھانے کے لئے مختلف رنگ و ذائقہ کے پھلوں کے تیار کرتا ہے؟ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات وہ ہستی ہے جس نے یہ سارا نظام ایک ترتیب کے ساتھ قائم کیا ہوا ہے۔ لیکن تم ہو کر عبرت حاصل کرتے ہی نہیں اس خدائے وحدہ لاشریک کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار کرنے سے انکار کر رہے ہو۔

آیت مقدسہ کے اندر دو چیزوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ایک کھجور اور دوسرا انگور۔ علامہ قاضی شوکانی لکھتے ہیں پھلوں میں سے سب سے اعلیٰ اور بندوں کے لئے سب سے زیادہ منافع بخش ہونے کی وجہ سے ان کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔ وخصھما بالذکر لانھما اعلیٰ الاثمار و انفعھما للعباد (☆فتح القدیر الشوکانی ص ۴۸۵ ج ۲ زیر آیت مذکورہ)

علامہ رازی لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بالخصوص کھجور اور انگور کا ذکر اس لئے کیا کیوں کہ یہ میٹھے ذائقہ دار پھلوں میں سب سے زیادہ لذیذ ہوتے ہیں اور اس لئے بھی کیوں کہ یہ دونوں پھل بھی ہیں اور غذا بھی۔ جب کہ دوسرے پھلوں میں یہ چیز نہیں ہے اور پھر ان کا نفع بھی عام ہے اور انھیں دور دراز جگہوں تک منتقل بھی کیا جاتا ہے۔ (☆تفسیر کبیر للرازی ج ۹ زیر آیت مذکورہ ص ۲۷۳)

موت کا معنی :

علامہ راغب اصفہانی موت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں " حیات کی انواع واقسام کے مطابق موت کی انواع واقسام ہیں۔

اول: انسان، حیوان اور نباتات میں قوت نامیہ کے مقابلہ میں موت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "یحی الارض بعد موتھا" (روم: ۱۹) اور یہ فرمان "واحیینابہ بلدۃ میتاً" (ق: ۱۱) ترجمہ : اور ہم نے اس سے بنجر زمین کو حیات بخشی۔

Marfat.com

دوم: قوت حاسہ کے زائل ہونے کا نام موت ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "یا لیتنی مت قبل ھذا" (مریم:۲۳) ترجمہ: ہائے کاش میں اس سے پہلے ہی مرچکی ہوتی۔

سوم: قوت عاقلہ کے زائل ہونے کا نام موت ہے اور یہ جہالت ہے جیسے یہ فرمان "اومن کان میتا فا حییناہ" (انعام:۱۲۲) ترجمہ: کیا وہ جو (پہلے) مردہ تھا پھر زندہ کیا ہم نے اسے۔

چہارم: حزن جو زندگی کو مکدر کردے اسے بھی موت سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے یہ فرمان " ویاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت" (ابراھیم:۱۷) ترجمہ: اور آئے گی اس کے پاس موت ہر سمت سے اور وہ (باایں ہمہ) مرے گا نہیں۔

پنجم: نیند کو بھی موت کہا جاتا ہے نیند موت خفیف ہے اور موت نیند ثقیل۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو وفات سے تعبیر کیا ہے جیسے یہ فرمان خداوندی "ھو الذی یتوفاکم باللیل" (انعام:۶۰) ترجمہ: اور وہ وہی ہے جو قبضہ میں لے لیتا ہے تمہیں رات کو۔

اور یہ فرمان" اللہ الذی یتوفی الا نفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا " (زمر:۴۲) ترجمہ: اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا (ان کی روحیں) حالت نیند میں۔

اسی طرح یہ فرمان " ولا تحسبن الذین قتلو ا فی سبیل اللہ امو اتا بل احیاء " (ال عمران:۱۶۹) ترجمہ: اور آپ ان لوگوں کو مردہ مت گمان کریں جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (المفردات فی غرائب القرآن ص ۴۷۷)

مذکورہ بالا لغوی وضاحت سے یہ ثابت ہوا کہ موت جسطرح زوال حیات کیلئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح یہ لفظ عدم حیات کیلئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے کئی مقامات پر بتوں کیلئے مردہ اور اموات کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "اموات غیرا حیاء وما یشعرون ایان یبعثون" (نحل:۲۱) ترجمہ: وہ مردہ ہیں زندہ نہیں اور اس بات کا شعور نہیں رکھتے کہ انہیں کب اٹھایا جائیگا۔

Marfat.com

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں قتادہ نے کہا اس سے مراد بت ہیں جنکی عبادت کی جاتی ہے وہ مردہ ہیں انکے اندر روحیں نہیں ہیں۔ اور نہ اپنے اہل کیلئے نفع وضرر کے مالک ہیں۔
(جامع البیان ج ۸ ص ۱۱۹ سورہ نحل: ۲۱)

اور " ومایشعرون " کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ بت نہیں جانتے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو کہ کب اٹھایا جائے گا؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس سے مراد بت ہیں انمیں روحیں نہیں ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ یعنی یہ جمادات ہیں آپ انکی عبادت کیسے کرتے ہیں حالانکہ تم حیات کی وجہ سے ان سے افضل ہو (تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ------- سورہ نحل) قاضی شوکانی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ بت اجساد میتہ ہیں ان میں اصلاً کوئی زندگی نہیں "غیر احیاء" کی زیادتی اس بیان کیلئے ہے کہ یہ ان بعض احیاء کی طرح بھی نہیں کہ جن میں ثبوت حیات کے بعد موت طاری ہوتی ہو بلکہ ان میں تو اصلاً زندگی ہے ہی نہیں۔ پس وہ کس طرح انکی عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ ان سے افضل ہیں اور "ومایشعرون ایان یبعثون" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ جمادات بت نہیں جانتے کہ انکے پجاری کفار کب زندہ کئے جائیں گے؟ (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۸ سورۃ نحل: ۲۱)

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں رقمراز ہیں یہ بت جمادات ہیں ان میں روحیں نہیں ہیں نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں "ومایشعرون ایان یبعثون" کی تفسیر میں لکھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کب قیامت واقع ہوگی پس کیسے ان سے ثواب یا جزاء کی امید کی جاسکتی ہے؟ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۸۲ سورۃ نحل: ۲۱)

موت کی لغوی وضاحت اور مفسرین کے اقوال سے یہ بات نصف النہار کی طرح ظاہر و باہر ہوگئی کہ اموات غیر احیاء سے مراد بت ہیں نہ کہ اولیاء وشہداء اور انبیاء کرام۔ اب اگر ان کو کوئی مراد لے اور بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات کا مصداق اپنی انا کی تسکین کیلئے اور عامۃ المسلمین کو مشرک قرار دینے کے لئے انبیاء کرام اور اولیاء وشہداء کو قرار دے تو ہم اسکی فہم پر سوائے افسوس کے کیا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست پر چلائے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن کی ہدایت سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

کھجور کے درخت کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں:

کھجور کا درخت اپنے گوناگوں فوائد کے باعث ہر مذہب اور ہر دین میں قابل عزت و تعظیم رہا ہے۔ یہاں تک کہ ہندوؤں کے نزدیک بھی قابل تعظیم ہے خود نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے درختوں میں سے مسلمان درخت کہا۔ اور کتب مقدسہ میں بھی اس کا ذکر کثرت سے ملتا ہے اس کا کوئی حصہ بھی بیکار اور ناکارہ نہیں جاتا۔ پتوں سے ٹوکریاں بنتی ہیں تنا عمارتی لکڑی کے طور پر کام آتا ہے شاخیں کرسیاں بننے اور جلانے کے کام آتی ہیں۔

قرآن کریم میں اس درخت کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کا تذکرہ جابجا کیا گیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ایود احدکم ان تکون له جنة من نخیل و اعناب "البقرۃ" ترجمہ:۔ کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو۔

اور یہ ارشاد و هو الذی انشاء جنٰت معروشات و غیر معروشات والنخل والزرع مختلفا اکله (الانعام ۱۴۱) اور وہی ہے وہ ذات جس نے پیدا کئے ہیں باغات کچھ چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور کچھ بغیر اس کے اور کھجور اور کھیتی الگ الگ، ہیں کھانے کی چیزیں ان کی۔

ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات (النحل ۱۱)
اگاتا ہے تمہارے لئے اسی کے ذریعے طرح طرح کے کھیت اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ان کے علاوہ ہر قسم کے پھل۔

ومن الثمرات النخیل والاعناب (النحل ٦٧)
اور (ہم پلاتے ہیں تمہیں) کھجور اور انگور کے پھلوں سے۔

فانشا نالکم به جنٰت من نخیل و اعناب لکم فیها فواکه کثیرة ومنها تاکلون (المومنون ۱۹)

پھر ہم نے اگائے تمہارے لئے اس پانی سے باغات کھجوروں اور انگوروں کے ان میں بہت سے پھل ہیں۔ اور ان میں سے تم کھاتے بھی ہو۔

Marfat.com

و جعلنا فیھا جنٰت من نخیل و اعناب (یٰسٓ ۳۴)

اور ہم نے اگائے اس میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے۔

اور اسی قسم کی دیگر کئی آیات مقدسہ میں اس متبرک اور کثیر الفوائد درخت کو اپنی نعمتوں کے بیان میں ذکر کیا۔

حدیث میں کھجور کی اہمیت:۔

نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو کھجور بڑی مرغوب تھی اور بڑے اشتیاق سے کھجور تناول فرمایا کرتے تھے۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا

ان النبی ﷺ کان یاکل الرطب بالبطیخ۔

کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کھجوروں کے ساتھ تربوز کھارہے ہیں۔

یوسف بن عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو میں نے دیکھا:

اخذ کسرۃ من خبز الشعیر فوضع علیھا تمرۃ فقال ھذہ ادام و ھذہ اکل

(☆ مشکوۃ المصابیح کتاب الاطعمہ ص ۳۶۶ الفصل الثانوی)

آپ ﷺ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اس پر کھجور رکھی اور فرمایا یہ سالن ہے اور یہ کھانا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ کان یاکل البطیخ بالرطب رواہ الترمذی و زاد ابو داؤد و یقول یکسر حر ھذا ببرد ھذا و برد ھذا بحر ھذا

(☆ مشکوۃ المصابیح کتاب الاطعمہ ص ۳۶۷ الفصل الثانوی)

نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام خربوزہ کو کھجور کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ ابوداؤد نے اس پر یہ زیادتی بھی کی ہے کہ آپ نے فرمایا اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک سے زائل ہوتی ہے اور اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی سے ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھجوریں تناول فرمارہے تھے دوسری روایت

Marfat.com

میں ہے کہ آپ ﷺ تیزی تیزی سے کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔

رواہ مسلم (☆مشکوۃ المصابیح کتاب الاطعمۃ الفصل الاول)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **لایجوع اهل بيت عندهم التمر و فی روایة قال یا عائشة بیت لاتمر فیه جیاع اهله قالها ثلاثا**

(رواہ مسلم) (☆مشکوۃ المصابیح کتاب الاطعمۃ الفصل الاول)

یعنی جس گھر میں کھجوریں ہوں وہ کبھی بھوکے نہیں رہ سکتے۔ دوسری روایت میں ہے اے عائشہ جس گھر میں کھجوریں نہیں اس گھر والے بھوکے ہیں یہ ارشاد مبارک آپ نے دو یا تین بار ارشاد فرمایا۔

نیز نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ارشاد مبارک بھی ہے جس کو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

من یصبح بسبع تمرات عجوۃ لم یضرہ الیوم سم و لا سحر

(☆مشکوۃ المصابیح کتاب السلعمہ الفصل الاول) (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ جس آدمی نے صبح سات عجوہ کھجوریں کھائیں اس دن نہ اسے زہر اثر کرے گا اور نہ جادو۔

اور پھر آپ ﷺ بچوں کو گھٹی بھی کھجور کی دیا کرتے تھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مجھے مکہ المکرمہ میں عبداللہ بن زبیر پیدا ہونے والا ہو گیا تھا یہ بچہ مجھے قبا میں آکر پیدا ہوا میں بچہ کو لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی۔ اور بچے کو آپ ﷺ کی گود میں ڈال دیا آپ نے کھجور منگوائی اسے اپنے منہ میں چبایا پھر اپنا لعاب دہن مع کھجور کے بچے کے منہ میں ڈال دیا اور اس کے تالو سے لگا دیا اور پھر بچے کے لئے برکت کی دعا کی۔ مدینہ میں یہ مسلمانوں کا پہلا بچہ تھا۔ متفق علیہ (☆مشکوۃ المصابیح کتاب السلعمہ الفصل الاول)

اور ہمیں یہ حدیث بھی ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے کھجور کو دل کے دورہ کے علاج کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا میری عیادت کو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے انھوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے

Marfat.com

درمیان رکھا تو اس کی ٹھنڈک میں نے اپنی چھاتی میں پھیلتی ہوئی محسوس کی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا انک رجل مفود آپ کو دل کا دورہ پڑ چکا ہے۔ اسے حارث بن کلدہ کے پاس لے جاؤ جو ثقیف میں مطب کرتا ہے حکیم کو چاہئے کہ وہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں گھٹلیوں سمیت کوٹ کر اسے کھلائے ائت حارث بن کلدة اخا ثقیف فانه رجل یطیب فلیاخذ سبع تمرات من عجوة المدینة فلیجا هن بنواهن ثم لیلد لک بهن رواہ ابوداؤد

(☆ مشکوۃ المصابیح کتاب الاطعمۃ الفصل الاول)

کھجور کی افادیت جدید طب میں:

ڈاکٹر خالد محمود غزنوی اپنی کتاب طب نبوی اور جدید سائنس میں کھجور کی افادیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں کھجور کی افادیت کے درج ذیل پہلو سامنے آتے ہیں۔

(۱) شدید کمزوری کے لئے رطب۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کو قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق نصیحت کی گئی۔

(۲) جسمانی کمزوری کے لئے خاص طور پر جب کسی کو کچھ کھانے کو نہ ملے تو وہ اپنی توانائی کی جلد بحالی کے لئے کھجور پر بھروسہ کر سکتا ہے اسی اصول کے مطابق روزہ افطار کرنے کے لئے کھجور کھانے کی ہدایت کی گئی ہے۔

(۳) جنسی اور جسمانی کمزوری کے لئے اور جب اعتدال سے زیادہ دبلا ہو تو کھجور کے ہمراہ کھیرا، ککڑی، بھارتی ماہرین اس غرض کے لئے تربوز کو بھی تجویز کرتے ہیں۔

(۴) پیٹ کے کیڑے مارنے کے لئے نہار منہ

(۵) گردوں مثانوں، پتہ، آنتوں میں قولنجی دردوں کو روکنے کے لئے۔

(۶) تازہ پکی کھجور کا مسلسل استعمال (Menorrhagix) یعنی عورتوں میں حیض کے خون کا کثرت سے آنا میں مفید ہے یہ کیفیت غدودوں کی خرابی، جھلیوں کی سوزش،

Marfat.com

غذائی کمی اور خون میں فولاد کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوسکتی ہے کھجور ان میں سے ہر ایک کا علاج ہوسکتی ہے۔

(۷) آنکھوں کی سوزش میں کھجور کا کھانا درست نہیں اور بیماری سے اٹھنے کے فورا بعد زیادہ مقدار میں کھجوریں درست نہیں۔

(۸) دل کے دورہ میں کھجور کی گھٹلی سمیت کوٹ کر دینا جان بچانے کا باعث ہوسکتا ہے احادیث میں اس غرض کے لئے عجوہ کھجور تجویز کی گئی ہے۔ تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ اس غرض کے لئے دوسری کھجوریں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔

(۹) کھجور کا مسلسل استعمال اور اس کی پسی ہوئی گھٹلیاں دل کی توسیع (عظیم القلب) میں مفید ہیں۔

(۱۰) پرانی قبض کی بہترین دوائی اور بہترین ناشتہ ہے۔

(☆ طب نبوی اور جدید سائنس ص ۲۸۸، ۲۸۹، جلد ۱)

کھجور کی مومن کے ساتھ مشابہت:

ان تمام طبی خصوصیات کے ساتھ ساتھ کھجور کے درخت کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ یہ بندہ مومن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس درخت کو ایک مومن کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مومن کے مشابہ ہے وہ کون سا درخت ہے؟ فرماتے ہیں لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف گیا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرا ذہن کھجور کے درخت کی طرف گیا، لیکن مجھے شرم آئی۔ پھر لوگوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کھجور کا درخت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے اس کا ذکر حضرت عمر سے کیا انہوں نے کہا اگر آپ بتا دیتے تو مجھے یہ فلاں فلاں چیز سے پسند ہوتا۔

(صحیح بخاری ج ۱ کتاب العلم باب ۵ مسلم کتاب المنافقین)

حضور ﷺ نے کھجور کے درخت کو مومن کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی کیونکہ اسکی ہر چیز

Marfat.com

فائدہ بخش ہے اس کا سایہ پھل تنا اور پتے غرض ہر چیز یہاں تک کہ گھٹلی بھی فائدہ مند ہے۔اور بندہ مومن کا ہر کام بھی حسن نیت اور عبادت کی غرض سے ہر ہر قدم اسکی انفرادی زندگی سے لیکر بین الاقوامی زندگی تک اس کے سیاسی وسماجی، معاشی ومعاشرتی اور غرض اس کا اٹھنا بیٹھنا، سونا اور جاگنا تک جب اتباع رسول اور احکام الٰہی کے مطابق گزارا جائے تو یہ اس کیلئے فائدہ بخش ہوتا ہے۔

پھر اسکی مومن کے ساتھ مشابہت اس وجہ سے بھی ہے کہ درختوں میں سے یہ درخت خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کرتا ہے۔جیسا کہ بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند امام احمد وغیرہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ استوان حنانہ فراق نبی میں بچوں کی طرح بلبلا کر رویا تھا اور اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔حضور ﷺ نے اسے سینے سے لگایا اور اسے دنیا یا آخرت میں سے ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا جس پر اس نے آخرت کو ترجیح دی۔(بخاری کتاب الحج باب الخطبہ علی المنبر حدیث نمبر ۹۱۸)

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں علامہ قرطبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان تشبیہ اس اعتبار سے ہے کہ مومن کا دین ثابت ہے اور اس سے جو علوم وخیر صادر ہوتے ہیں وہ ارواح کی غذا ہیں جس سے وہ جلا پاتی ہیں، اور وہ ہمیشہ اپنے دین کے ساتھ مستور رہتا ہے اور حالت حیات وممات میں جو اس سے صادر ہوتا ہے اس سے نفع اٹھاتا ہے۔
(فتح الباری ج ا ص ۱۹۵ کتاب العلم باب ۴ حدیث ۶۱۰)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں اس میں کھجور کے درخت کی فضیلت ثابت ہے مفسرین نیک کہا کہ "کلمة طيبة" سے مراد "لاالٰه الاالله" اور "كشجرة طيبة" سے مراد کھجور کا درخت ہے "اصلها ثابت" سے مراد اسکی جڑوں کا زمین میں مضبوط ہونا ہے "وفرعها فی السماء" سے مراد اسکی چوٹی ہے "توتی اکلها کل حین" جو ہمہ وقت اپنا پھل دیتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو قلب مومن میں ثابت ہونے کی وجہ سے کھجور کے درخت کے زمین میں مظبوط ہونے کیساتھ تشبیہ دی ہے اور اسکے عمل کے آسمان کیطرف بلند ہونے کو کھجور کی فروع کی بلندی کے ساتھ تشبیہ دی۔اور مومن جو ایمان کی برکت اور وقت وزمانہ میں

Marfat.com

ثواب اور ایمان کی برکت حاصل کرتا رہتا ہے۔اس کو کھجور کے درخت سے حاصل ہونے والے سال بھر خشک وتر کھجوروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔(عمدۃ القاری ج اص ۲۱ کتاب العلم باب ۴ حدیث ۶۱)

اور مسلمانوں کیلئے محبت رسول ﷺ واجب ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" ترجمہ: جب تک میں تمھارے نزدیک تمھارے آباء واجداد، تمھاری اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں تم اس وقت تک مؤمن ہی نہیں ہو سکتے۔(بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان، مسلم کتاب الایمان باب وجوب محبت الرسول اکثر من الاھل والولد والوالد۔ الخ)

معلوم ہوا ان تمام اوصاف وخصائص میں کھجور کا درخت بندۂ مومن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ یہی وہ خصوصیات اور گوناں گوں فوائد ہیں جنکی بنا پر قرآن نے اس درخت کا ذکر بڑی خصوصیت کے ساتھ کیا ہے اور اسے اپنی نشانیوں اور آیات بینات میں شمار کیا ہے۔

احیاءارض کی حکمت:

اس مردہ زمین سے لہلہاتے کھیتوں، پھولوں اور پھلوں سے مزین باغات کو ہم نے اس لئے پیدا کیا تاکہ بنی نوع انسان اس سے پیدا ہونے والے پھلوں کو کھائیں اور پھر انھیں مختلف روپوں میں بدل کر ان سے لطف اٹھائیں اور ہمارے انعامات واکرامات پر سجدہ شکر بجالائیں۔

شکر کا معنی:

نعمت کا تصور اور اس کا اظہار کرنا شکر ہے اس کی ضد کفران نعمت ہے۔ یعنی نعمت کو بھول جانا اور اس کو چھپا لینا اور شکر کی تین اقسام ہیں۔(۱) دل کا شکر اور یہ نعمت کا تصور ہے۔(۲) زبان سے شکر کرنا اور یہ منعم کی تعریف وتوصیف کرنا ہے۔(۳) اور تمام اعضاء سے شکر بجالانا اور یہ نعمت کے استحقاق کے مطابق بدلہ دینا ہے۔ اللہ جل مجدہ کا فرمان ہے اعملوا ال داؤد شکرا فان قلیلا من عبادی الشکور (السباء/۱۳)

ترجمہ۔ اے داؤد کے خاندان والو (ان نعمتوں پر) اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور بہت کم ہیں میرے بندوں سے جو شکر کرتے ہیں۔

Marfat.com

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

اشکرلی ولوالدیک (لقمان:۱۴)

ترجمہ:۔اور یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

اور یہ فرمان:

و سنجزی الشاکرین (ال عمران:۱۴۵)

ترجمہ:۔اور قریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو صلہ دیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

و قلیل من عبادی الشکور

ترجمہ:۔اور بہت کم ہیں میرے بندوں سے جو شکر کرتے ہیں۔

اس میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حق بجالانا مشکل ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں میں سے صرف حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنا شکرگزار فرمایا ہے ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں ارشاد فرمایا **شاکرا لانعمه** اور نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں فرمایا **انه کان عبدا شکورا**

جب شکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

انه شکور حلیم

اس سے مراد بندوں پر انعام فرمانا اور ان کی عبادات کی جزاء دینا ہے۔

(☆المفردات فی غریب القرآن ص۲۶۶)

شکر کی فضیلت قرآن کی نظر میں:۔

(۱) **فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون** (البقرہ۱۵۲)

ترجمہ:۔تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔

(۲) **قل ھو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ماتشکرون** (الملک/۲۳)

Marfat.com

ترجمہ۔فرمادیجئے وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

(۳) ومن شکر فانما یشکر لنفسه (النمل/۴۰)

ترجمہ۔اور جس نے شکر کیا وہ شکر کرتا ہے اپنے بھلے کے لئے۔

(۴) نعمة من عندنا کذالک نجزی من شکر (القمر ۳۵)

ترجمہ۔اور یہ خاص مہربانی تھی ہماری طرف سے اسی طرح ہم جزاء دیتے ہیں جو شکر کرتا ہے۔

(۵) واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

(ابراہیم/۷)

ترجمہ۔اور یاد کرو جب (تمہیں) مطلع فرمایا تمہارے رب نے (اس حقیقت سے) کہ اگر تم پہلے احسانات کا شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔

(۶) واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لاتعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدة لعلکم تشکرون (النحل ۷۸)

ترجمہ۔اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں نکالا ہے تمہاری ماؤں کے شکموں سے اس حالت میں کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔اور بنائے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل تا کہ تم شکر ادا کرو (ان بے بہا نعمتوں پر)

(۷) ان اللہ لذو فضل علی الناس ولکن اکثرھم لایشکرون. (یونس ۶۰)

ترجمہ۔بے شک اللہ تعالیٰ فضل وکرم فرماتا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

شکر کی اہمیت احادیث میں:۔

احادیث میں شکر کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے چند ایک احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

Marfat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز تہجد میں اتنا قیام فرمایا کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آ گیا عرض کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے ذنوب کی مغفرت فرما دی ہے (پھر آپ اس قدر تکلیف کیوں برداشت کرتے ہیں) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "افلا اکون عبدا شکورا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ (☆ صحیح البخاری کتاب رقم ۴۸۳۶،۱۱۳۰،۴۸۳۶ صحیح مسلم کتاب رقم ۲۵۱۹) متفق علیہ

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا الایمان نصفان نصف صبر و نصف شکر (☆ الجامع الاحکام القرآن للقرطبی ج۵ ص۲۴۱ زیر آیت ان فی ذالک لایت لکل صبار شکور)

ترجمہ: ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر ہے تو نصف شکر۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا الطاعم الشاکر کالصائم الصابر کھا کر شکر بجالانے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے۔

(☆ شعب الایمان ج ص رقم حدیث ۴۴۶۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اور اے معاذ! میں تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو:۔

اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک وحسن عبادتک (☆ ابوداؤد رقم حدیث ۱۵۲۲ نسائی ۱۳۰۲)

ترجمہ: اے اللہ اپنے شکر اور اپنی اچھے طریقہ سے عبادت پر میری مدد فرما۔ (رواہ ابوداؤد و نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میرا مومن ہر خیر کے مرتبہ میں ہے وہ اس وقت بھی میری حمد کرتا ہے جب اس کی پیشانی سے روح نکال رہا ہوتا ہوں۔ (☆ شعب الایمان رقم حدیث ۴۴۹۴)

ابو الخالد سے مروی ہے کہ داؤد علیہ السلام نے عرض کی یارب میں تیرا شکر کس طرح ادا

Marfat.com

کروں جو شکر ادا کروں گا وہ تیری نعمت سے ادا کروں گا فرمایا اے داؤد کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں وہ میری دی ہوئی ہیں عرض کی کیوں نہیں فرمایا پھر میں تیرے شکر سے راضی ہوں۔ (☆ شعب الایمان رقم الحدیث ۴۴۱۴)

شکران نعمت مزید نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہے:۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس حقیقت کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جو شخص بھی نعمتوں کے حصول پر میرا شکر بجالائے گا میں اس پر مزید اپنی نعمتوں کی بارش فرماؤں گا۔ اور اس شکر سے صرف اسی کا اپنا فائدہ ہے میری ذات پر شکران نعمت یا کفران نعمت کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کسی کے شکر کرنے کی وجہ سے میری شان میں کوئی اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کے کفران نعمت کی بنا پر میری شان میں کمی واقع ہوتی ہے۔ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ (النحل ۴) جس نے شکر کیا وہ اپنے لئے ہی شکر بجالاتا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا نعمۃ من عندنا کذالک نجزی من شکر (القمر ۳۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ومن یرد ثواب الاخرۃ نؤتہ منھا وسنجزی الشاکرین (ال عمران ۴۴)

ترجمہ:۔ اور جو آخرت کا ثواب چاہے ہم اسے اس میں سے عطا کرتے ہیں اور قریب ہے کہ ہم شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا کریں۔

واذ تأذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (ابراہیم ۷)

ترجمہ:۔ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے سنا دیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر میں مشغول ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں میں اضافہ فرما دیتا ہے پھر زیادتی نعمت کی مختلف قسمیں ہیں ان میں سے روحانی اور جسمانی نعمتیں ہیں۔

Marfat.com

روحانی نعمتوں سے مراد یہ ہے کہ شاکر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اقسام اور اس کے فضل وکرم کے انواع کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہے۔ جس شخص پر کسی کے بہت سے احسان ہوں۔ وہ اس محسن سے محبت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے مختلف فضل واحسانات کا مطالعہ انسانی نفس کو اللہ تعالیٰ کا محب بنا دیتا ہے۔ اور محبت کا یہ اعلیٰ وارفع مقام صدیقین کا ہوتا ہے پھر بندہ اس حالت سے ترقی کرتے کرتے صرف منعم کا ہی محب ہو جاتا ہے۔ اور نعمتوں کی طرف اس کی نظر التفات جاتی ہی نہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ شکر میں مشغول ہوتا ہے روحانی نعمتوں کی زیادتی کو واجب کرتا ہے۔

جہاں تک جسمانی نعمتوں کی زیادتی کا تعلق ہے تو یہ بات استقراء سے ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا زیادہ سے زیادہ شکر بجالاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں، فی الجملہ شکر بہت اچھی چیز ہے کیوں کہ یہ معبود کی معرفت کے ساتھ مشغول ہونا ہے۔ اور ہر وہ مقام جہاں سے انسان عالم غرور سے عالم قدس کی طرف حرکت کرے وہی وہ بلند وبالا مقام ہے جو سعادت دارین کو واجب کرتا ہے۔ (☆تفسیر کبیر ج ۷ ص ۶۷ سورۃ ابراہیم، زیر آیت لئن شکرتم الخ)

احادیث کی روشنی میں شکر:

ابو زہیر یحییٰ بن عطارد بن مصعب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **ما اعطی احد اربعة فمنع اربعة ما اعطی احد الشکر فمنع الزیادة لان اللہ تعالیٰ یقول لئن شکرتم لازیدنکم وما اعطی احد الدعاء فمنع الاجابة لئن اللہ یقول ادعونی استجب لکم وما اعطی احد الاستغفار فمنع المغفرة لئن اللہ یقول استغفروا ربکم فانه کان غفارا وما اعطی احد التوبة فمنع التقبل لان اللہ یقول وھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ** (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) (☆در منثور ج ۵ ص ۷ زیر آیت لئن شکرتم لازیدنکم الخ)

جس شخص کو چار چیزوں کی توفیق دی گئی اس کو چار چیزیں عطا کی جائیں گی۔ جس کو شکر کی توفیق بخشی گئی اس کی نعمتوں میں اضافہ کیا جائے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اگر تم میرا شکر بجالاؤ گے تو میں ضرور (تمہاری نعمتوں میں) اضافہ کروں گا۔ جس کو دعا کی توفیق بخشی گئی اس کی

Marfat.com

دعا قبول ہوگی کیوں کہ اللہ جل مجدہ کا فرمان ہے مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اور جس کو استغفار کی توفیق عطا کی گئی اس کی مغفرت کردی جائے گی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم اپنے رب سے استغفار کرو بے شک وہ بہت مغفرت کرنے والا ہے اور جس شخص کو توبہ کی توفیق عطا کی گئی اس کی توجہ قبول کردی جائے گی کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے مومن پر تعجب ہے اسے کچھ دیا جائے تو الحمد للہ کہہ کر شکر ادا کرتا ہے اور اگر وہ مصیبت میں مبتلا ہو تو الحمد للہ کہہ کر صبر کرتا ہے پس مومن کو ہر حال میں اجر دیا جاتا ہے حتی کہ وہ لقمہ جو وہ منہ میں رکھتا ہے اس میں بھی۔ (☆ شعب الایمان رقم الحدیث ۴۴۸۵)

ناشکری نعمتوں کے زوال کا باعث ہے:

اللہ جل مجدہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

اگر تم میری نعمتوں کی ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

یعنی اگر تم میری نعمتوں کی قدردانی نہیں کرو گے اور کفران نعمت کے مرتکب ہوئے تو میں اپنی نعمتیں تم سے چھین لوں گا اور تمہیں عذاب الیم کی بھٹی میں جھونک دوں گا۔ امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ کفران نعمت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس نعمت کے من جانب اللہ ہونے سے انسان جاہل ہو، اس نعمت کے من جانب اللہ ہونے سے جہالت اللہ تعالیٰ سے جہالت ہے اور اللہ تعالیٰ سے جہالت عقاب وعذاب کی اقسام میں سے سب سے بڑی قسم ہے۔ (☆ تفسیر کبیر ج ۷ الجزء التاسع عشر ص ۶۰ زیر آیت ولئن کفرتم ان الخ)

حدیث شریف میں ہے ان العبد لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ انسان کو اپنے

Marfat.com

گناہ کے باعث رزق سے محروم کیا جاتا ہے۔ (☆تفسیر ابن کبیر ج ۴ ص ۵۳۸ زیر آیت مذکورہ)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے ایک سائل گزرا تو آپ ﷺ نے اسے ایک کھجور عطا فرمائی وہ اس پر ناراض ہوا اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا پھر ایک دوسرا سائل گزرا آپ ﷺ نے وہ کھجور اسے عطا فرما دی اس نے قبول کر لی اور عرض کی تمرۃ من رسول اللہ ﷺ حضور ﷺ کی جانب سے ایک کھجور تو حضور ﷺ نے اسے چالیس درہم دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (☆تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۳۸ زیر آیت مذکورہ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان کرنا شکر ہے اور ان کو بیان نہ کرنا ناشکری ہے جو کم نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ زیادہ نعمتوں کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ (☆شعب الایمان رقم حدیث ۴۴۱۹)

ابو الاحوص بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میں پراگندہ حال تھا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے پاس مال ہے میں نے عرض کی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا مال عطا کیا ہے اونٹ، گھوڑے، غلام اور بکریاں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیا ہے تو تم پر نظر آنا چاہئے۔

(رواہ ابو داؤد والترمذی) (☆سنن ابو داؤد ج کتاب رقم حدیث ۴۰۶۳ ترمذی کتاب رقم ۲۰۰۶)

حسن کہتے ہیں مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ عزوجل جب کسی قوم کو نعمت عطا کرتا ہے تو اس کے شکر کا سوال کرتا ہے وہ شکر ادا کریں تو وہ ان کی نعمت کو زیادہ کرنے پر قادر ہے اور جب وہ ناشکری کریں تو وہ ان کو عذاب دینے پر قادر ہے اور ان کی نعمت کو ان پر عذاب بنا دیتا ہے۔

(☆رسائل ابن ابی الدنیا ج ۳ ج ۲ رقم الحدیث نمبر ۶)

جو شخص بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی نہیں کرتا:

حضور ﷺ کا ارشاد ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ جو شخص بندوں کا شکر گزار نہیں وہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہے۔ (☆سنن ترمذی رقم الحدیث ۱۹۵۴ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۸۱۱)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کے احسانات کی قدر دانی نہیں کرتا ان کی نیکیوں کا انکار کر کے ان کا شکر بجا نہیں لاتا وہ اللہ تعالیٰ کے شکر کو بھی قبول نہیں کرتا اور اس کی نیکیوں، احسانات اور کرامات کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔ کیوں کہ وہ اپنی فطرت اور اپنی عادت کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے۔ اسی عادت کی وجہ سے وہ شکریہ بجا نہیں لاتا۔ جب انسان کسی دوسرے شخص کے احسانات کا بار نہیں اٹھاتا اس پر سپاس شکر بجا نہیں لاتا وہ اس قابل ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کا بھی شکر بجا بھی لائے تو بھی گویا اس نے شکر بجا نہیں لایا۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا کما حقہ شکر بجا نہیں لایا جا سکتا:

اللہ کے احسانات کا کما حقہ شکر بجا لانا انسانی طاقت سے باہر ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ جل مجدہ نے ال داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا **اعملوا ال دائود شکرا و قلیل من عبادی الشکور** (الباء/۱۳) اے آل داؤد میرا شکر بجا لاؤ میرے بندوں میں سے بہت ہی کم میرا شکر بجا لاتے ہیں۔ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی یارب **کیف اطیق شکرک علی نعمک والھامی و قدرتی علی شکرک نعمة لک** اے رب میں تیری نعمتوں پر تیرا شکر ادا کرنے کی طاقت کیسے رکھ سکتا ہوں۔ حالانکہ تیرے شکر کا الہام اور میرا اس پر قادر ہونا بھی تیری نعمت ہے فرمایا یاداؤد **الان عرفتنی** اے داؤد اب تو نے مجھے پہچان لیا ہے۔

(☆الجامع الاحکام القرآن للقرطبی ج ۷ ص ۲۰۴ زیر آیت اعملوا ال دائود شکرا الخ)

سبحان کا معنی:

سبحان سبح یسبح تسبیحا مصدر کا علم ہے اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے منزہ و مبرا ہے علامہ زمخشری لکھتے ہیں **علم للتسبیح کعثمان للرجل و انتصابه بفعل مضمر و دل علی التنزیه البلیغ من جمیع التی یضیف الیه اعداء الله**

Marfat.com

یعنی یہ تسبیح مصدر کا علم ہے جیسے عثمان کسی شخص کا نام/علم ہوتا ہے اور یہاں فعل مضمر ہے جو اس کو نصب دیتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کمزوریوں، عیوب اور کوتاہیوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے جن سے کفار اللہ تعالیٰ کو متہم کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا جو ارشاد نقل کیا ہے وہ بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے **عن طلحة قال سالت رسول الله ﷺ عن تفسير سبحن الله فقال تنزيه الله عن كل سوء**

(☆تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص زیر آیت سبحن الذی اسری بعبدہ الخ)

یعنی اللہ تعالیٰ ہر نقص، عیب او ہر قسم کی کمزوری اور غلطی سے پاک ہے اور ہر قسم کے شرک سے منزہ ہے کوئی بھی اس کا مثل ومثیل ہے اور نہ ہی کوئی اس کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے اور کوئی بھی اس کا شریک وسہیم نہیں وہ تمام صفات کمال سے متصف ہے اور وہ ذات وصفات میں یکتا ہے شرک کی تمام صورتیں اپنے ضمن میں کسی نہ کسی نقص، عیب اور کمی کو لئے ہوئے ہیں بلکہ بذات خود شرک ہی عیب ہے جو الوہیت کے منافی ہے۔

نباتات کے اندر تذکیر وتانیث سے دلائل توحید:

دلائل توحید بیان کرتے ہوئے اللہ جل مجدہ نے فرمایا کہ اے انسان اگر تو ذرا غور وفکر اور تدبر سے کام لے تو شب وروز جن اشیاء اور حقائق کا تم مشاہدہ کرتے ہو اور نظر وفکر کئے بغیر ان کے پاس سے گزر جاتے ہو اگر تم ان پر نظر بصیرت ڈالو اور ان میں تدبر کرو تو یہ حقیقت تم پر آشکارا ہو جائے گی اس عالم آب وگل کا ایک خالق ومالک ہے جس نے ہر شے کو زوج زوج بنا کر پیدا فرمایا ہے صرف انسانوں اور حیوانات کے اندر ہی زوجیت کا قانون کارفرما نہیں ہے بلکہ کائنات کی ہر ہر شے کے اندر زواج کا عمل پایا جاتا ہے۔ چاہے انسان ہوں یا حیوانات، جمادات ہوں یا نباتات ان میں عمل ازدواج پایا جاتا ہے۔ اس خالق کائنات نے اس زمین میں جو جو اشیاء پیدا

Marfat.com

فرمائی ہیں وہ سب جوڑا جوڑا ہیں۔ نر اور مادہ کا یہ سلسلہ درختوں، پودوں، پھلوں، پھولوں، گھاس پھوس، جھاڑیوں غرض زمین سے اگنے والی ہر ہر چیز میں موجود ہے۔

نباتات میں عمل لواقح:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وجعلنا الرواح لواقح** (الحجر/۳) ہم نے ہواؤں کو بار بردار بنا کر بھیجا۔

لواقح لاقحہ کی جمع ہے اس کا معنی ہے حاملہ۔ عرب کہتے ہیں **لقحت الناقة** اونٹنی حاملہ ہوگئی۔ **لقحت الشجرة** درخت پھلدار ہوگیا، اسی لئے لواقح کا معنی وہ ہوائیں ہیں جو پانی سے بھرے بادلوں کے مشکیزوں کو اٹھائے ہوں۔ لقحہ اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو دودھ دیتی ہے اس کی جمع لقاح آتی ہے۔ اور اونٹنیوں کے پیٹوں میں جو بچے ہوتے ہیں انھیں ملاقیح کہتے ہیں اور اونٹوں کی پشت میں جوان کے بچوں کا مادہ ہوتا ہے اس کو مضامین کہتے ہیں اور نر کے مادہ منویہ کو لقاح کہتے ہیں نیز کہا جاتا ہے **القح فلان النخلة واستلقحت النخلة** فلاں شخص نے کھجور کے نر شگوفہ کو مادہ کھجور کے شگوفہ پر ڈال دیا اور اس کو حامل ثمر کر دیا اس کا معنی ہے اس نے کھجور کے درخت میں پیوند لگایا۔ (☆المفردات للراغب الاصفھانی ص ۴۵۳)

قرآن کریم نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل ہی اس راز سے پردہ اٹھا کر آشکارا کر دیا تھا کہ عمل زواج صرف جانداروں میں ہی کارفرما نہیں ہے بلکہ نباتات اور جمادات کے اندر بھی یہی عمل کارفرما ہے اور ہر قسم کی نباتات کی افزائش نسل کے لئے بھی یہی طریقہ کار مقرر رہا ہے جدید سائنس اگر آج یہ قانون اور یہ راز پانے میں کامیاب ہوئی ہے تو قرآن کریم اپنے معجزنما بیان میں اسی حقیقت کو بہت پہلے حیرت انگیز طور پر انکشاف کر چکا ہے جو قرآنی عظمت کی دلیل اور اس کے منزل من اللہ ہونے کا ثبوت ہے اور ساتھ ہی یہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت اور صنعت گری کی بھی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **سبحن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض و من انفسھم ومما لایعلمون** (یس ۳۶) یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے جوڑے بنائے ان چیزوں میں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے بھی اور ان چیزوں سے بھی جنہیں (ابھی) وہ نہیں جانتے۔

Marfat.com

اور دوسرے مقام پرارشادفرمایاومن کل الثمرات جعل فیھا زوجین اثنین (الرعد/۳)اور ہر قسم کے پھلوں میں سے دودو جوڑے بنائے۔

حضورﷺ کا کھجور کی پیوند کاری سے ممانعت فرمانا:

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ کے ساتھ میرا کھجوروں کے پاس سے لوگوں پر سے گزر ہوا آپﷺ نے فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ انھوں نے عرض کی یہ لوگ کھجوروں میں قلمیں لگا رہے ہیں (پیوند کاری) یعنی نر کھجور کو مادہ کھجور کے ساتھ ملاتے ہیں جس سے وہ پھلدار ہو جاتی ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا میرے گمان میں یہ عمل ان کو کسی چیز سے مستغنی نہیں کرے گا ما اظن یغنی ذالک شیئا جب صحابہ کو آپ کے اس قول کی خبر ہوئی تو انھوں نے یہ عمل ترک کر دیا جب رسول اللہﷺ کو یہ خبر دی گئی (کہ اس عمل کو ترک کرنے کی بنا پر پھلوں میں کمی واقع ہوئی ہے) تو آپ نے فرمایا اگر ان کو اس بات میں فائدہ ہے تو کرتے رہیں میں نے یہ گمان کیا تھا تو اس گمان پر عمل مت کرو البتہ جب میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی حکم کو بیان کروں تو اس پر عمل کرو۔ کیوں کہ میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں۔ (☆ صحیح المسلم ج ص۲ کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ما قالہ شرعا دون ماذکرہ من معایش الدنیا الخ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہﷺ کا کچھ لوگوں پر سے گذر ہوا جو کھجوروں میں پیوند لگا رہے تھے تو آپ نے فرمایا لو لم تفعلو الصلح اگر تم ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ اس کے بعد ردی کھجوریں پیدا ہوئیں پھر کچھ دنوں بعد آپﷺ کا ان سے گزر ہوا آپ نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم تم اپنے امور دنیا کو بہتر جانتے ہو۔ (☆ صحیح المسلم ج ۲ کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ماقالہ شرعا دون ماذکرہ من معایش الدنیا الخ)

Marfat.com

ان احادیث پر وارد ہونے والے اشکال کا جواب:

ان احادیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ پیوند کاری نہ کرتے تو بہتر ہوتا جب صحابہ کرام نے اس فرمان نبوی پر عمل کیا تو ان کی کھجوریں کم پیدا ہوئیں اور جو پیدا ہوئیں وہ بھی ردی اور ناقص قسم کی اور جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ پیوند کاری نہ کرنے کی بنا پر انھیں یہ مالی نقصان اٹھانا پڑا تو فرمایا تم اپنے دنیوی معاملات خوب اچھے طریقہ سے جانتے ہو۔

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رقمطراز ہیں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو تابیر نخل نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا کیوں کہ جب دوسرے درختوں پر ہم عمل تلقیح نہیں کرتے بلکہ ہوائیں از خود اس کام کو سرانجام دیتی ہیں تو آخر کھجوروں کے درختوں نے کونسا جرم کیا ہے کہ ہواؤں کی عملداری سے انھیں فارغ کر دیا جائے اور اس کے لئے انسان کو زحمت گوارا کرنی پڑے لیکن صحابہ کرام نے دوسرے سال پھل کم آنے کی شکایت کی جس کی وجہ یہ تھی کہ درخت اس عمل تابیر نخل کے برسوں سے عادی تھے۔ اور ان کو اپنی طبعی حالت پر آنے کے لئے کچھ وقت چاہئے تھا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم یہ دنیاوی کام ہیں جنہیں تم بہتر جانتے ہو۔ کیوں کہ اس چیز کا تعلق امور شرعی سے نہیں تھا۔ اس پر عمل کرنا نہ کرنا ان کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تا کہ وہ اپنی صوابدید پر عمل کریں نیز اس قسم کے مسائل کا بتلانا نبی کے فرائض میں داخل نہیں ہوتا بلکہ ان عقدوں کو حل کرنے کے لئے انسان کو اپنے تجربہ، مشاہدہ اور غور وفکر سے کام لینا چاہئے۔ اس لئے یہاں صحابہ کرام کو مجبور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا نہ جاننے کی دلیل نہیں ہے جیسے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے بلکہ حضور ﷺ کے علم کی وسعت کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ جن مسائل کو سلجھانے کے لئے انسان کو ابھی صدیوں غور وفکر کرنا تھا ان کو حضور ﷺ آج ہی سمجھتے ہیں۔

(☆ تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۵۳۸ زیر آیت وارسلنا الریاح لواقح الخ)

Marfat.com

جمادات اور مادہ کے اندر بھی زواج کا قانون کارفرما ہے:

زواج کا قانون اور عمل جمادات بلکہ مادوں کے اندر بھی کارفرما ہے جب مختلف عناصر کو ہم ایک دوسرے کے ساتھ ملاتے ہیں تو تب جا کر مرکبات وجود میں آتے ہیں۔ آج تک دنیا میں کل ۱۰۵ عناصر دریافت ہو چکے ہیں اور دنیا کی تمام اشیاء حیوانات و نباتات اور جمادات غرض سب ہی اشیاء انھیں عناصر سے مرکب ہیں۔ اصل میں جس مادہ دخانی سے اس جہان رنگ و بو کی تخلیق ہوئی تھی اس مادے کی وحدت تمام مظاہر میں دکھائی دیتی ہے ان عناصر میں کچھ ہلکے ہیں تو کچھ بھاری۔ کچھ کمیاب ہیں تو کچھ وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں ان میں کچھ دھاتیں ہیں اور کچھ غیر دھاتیں۔ مگر سب میں بنیادی طور پر ایک ہی نظام وحدت کارفرما ہے اور یہ کہ ہر ایک میں الیکٹرانی اور مرکزائی نظام پایا جاتا ہے۔ کسی میں الیکٹرانوں کی تعداد زیادہ ہے اور کسی میں کم اسی طرح مرکزے میں پروٹانوں اور نیوٹرانوں کا نظام کارفرما ہے۔ یونہی ہزار ہا دوہرے ستارے دیکھے گئے ہیں جو دو مربوط ستاروں سے مرکب ہیں وہ ایک دوسرے کو مضبوطی سے باندھتے ہیں اور ایک ہی ادوار میں گھومتے ہیں۔ گویا کہ وہ ایک سر ہیں جو ایک نغمہ سے نکلتے ہیں اس مقام پر تسبیح کتنی برمحل ہے اس تسبیح نے ایک ایک حقیقت کو ظاہر کر دیا یعنی وحدت خلق اور وحدت تکوین اور یہ وحدت ظاہر کرتی ہے کہ ایجاد کرنے والا ہاتھ ایک ہی ہے جس نے کمال حکمت و صناعی سے پوری کائنات کو پیدا فرمایا ہے اور ان میں ایک ہی وحدت کو کارفرما رکھا ہے۔

گردش لیل و نہار سے استدلال:

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ پر تکوینی دلائل بیان کرتے ہوئے رات اور دن کی گردش اور ان کے بدلنے کو بطور دلیل پیش کر رہا ہے کہ جب صبح کا نور پھوٹتا ہے رات کی گھٹا ٹوپ سیاہی چھٹ جاتی ہے ہر طرف نور ہی نور پھیل جاتا ہے اور تمام اشیاء روشن ہو جاتی ہیں اور پھر اچانک رات اپنی تاریکی کے سیاہ پردے روشنی پر ڈال دیتی ہے اور ہر شے تاریک ہو جاتی ہے اور

Marfat.com

رات اور دن کی یہ آنکھ مچولی کا کھیل تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور اسی سے عالم میں نیرنگی اور حسن ہے پھر رات کا بعض اوقات لمبا ہونا اور دن کا چھوٹا ہونا اور کبھی دن کا لمبا ہونا اور رات کا چھوٹا ہونا اسی طرح بعض مقام پر ایک وقت میں صبح کا ہونا اور اسی وقت دنیا کے کسی دوسرے گوشے میں ظہر کا ہونا تیسرے کوچہ میں عصر کے وقت کا ہونا اور چوتھی جگہ مغرب اور پانچویں مقام پر عشاء کا وقت ہونا یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کی کرشمہ سازی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے صانع، خالق و مالک، مدبر و حکیم ہونے پر دلالت کرتے ہیں کئی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رات اور دن کو اپنی نشانیاں قرار دیا ہے کیوں کہ اگر رات اور دن کا تغیر نہ ہوتا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مثلاً صرف رات ہی رات ہوتی یا پھر دن ہی دن ہوتا تو پورا عالم تہہ و بالا ہو جاتا نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔ اب یہ کتنی بدنصیبی کی بات ہے کہ جس خالق و مالک نے اس انسان خاکی کے لئے یہ ساری بزم کائنات سجائی اس کی معیشت کے لئے دن کو پیدا فرمایا اور دن کی محنت و مشقت اور جسمانی و ذہنی تھکاوٹ کو دور کرنے کے لئے نیند کو پیدا فرمایا جو اچانک اپنی آغوش میں لے کر دنیا و مافیھا سے انسان کو غافل کر دیتی ہے اور تمام قسم کے تفکرات سے انسان کو نجات دلا دیتی ہے اور رات کو انسان کے لئے پردہ پوش بنا دیا کہ جب انسان تھک ہار کر گھر لوٹتا ہے وہ کام جو دن کے اجالے میں کرنا اس کے لئے مناسب نہ تھا یا نہیں کر سکتا تھا اب رات کی تاریکی میں بے خوف و خطر کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ اور پھر اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ مل بیٹھ کر سارے ذہنی کرب اور جسمانی تھکاوٹ کو بالکل بھول جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ان عظیم نعمتوں کی قدر نہ کر کے اس کی ناشکری کا مرتکب ہونا انسان کی کتنی بدبختی اور حرماں نصیبی ہے۔ حالانکہ رات اور دن کا تقلب اور ان کا گردش کرنا اور گوناگوں فوائد کا ان میں پایا جانا اس بات کا مقتضی ہے کہ انسان ان کے خالق و مالک پر ایمان لائے اور اس کے احکامات کی تعمیل کر کے اس کا تقرب حاصل کرے اور یہ نعمتیں بذات خود زبان حال سے پکار پکار کر اعلان کر رہی ہیں کہ ہمیں پیدا کرنے والی ایک ذات ہے جو حاکم بھی ہے اور قادر بھی۔ جو حکیم بھی ہے اور مدبر بھی اور وہی واجب الوجود ذات ہے اور عبادت

Marfat.com

کی مستحق بھی۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا عبادت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کو اپنی نشانیوں میں شمار فرمایا ہے چند آیات مبارکہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل ارایتم ان جعل الله علیکم اللیل سرمدا الی یوم القیامة من اله غیر الله یاتیکم بضیاء افلا تسمعون ﴿۷۱﴾ قل ارایتم ان جعل الله علیکم النهار سرمدا الی یوم القیامة من اله غیر الله یاتیکم بلیل تسکنون فیه افلا تبصرون ﴿۷۲﴾ ومن رحمته جعل لکم اللیل والنهار لتسکنوا فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون ﴿۷۳﴾

(القصص ۷۱/۷۳)

ترجمہ: آپ فرمایئے بھلا اتنا تو سوچو اگر بنادے اللہ تعالیٰ تم پر رات ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک تو کونسا خدا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جو لادے تمہیں روشنی کیا تم سن نہیں رہے ہو۔ فرمایئے بھلا اتنا تو سوچو اگر بنادے اللہ تعالیٰ تم پر دن ہمیشہ کے لئے روز قیامت تک تو کونسا خدا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جو لادے تمہیں رات جس میں تم آرام کرسکو کیا تمہیں (کچھ) نظر نہیں آتا۔ اور محض اپنی رحمت سے بنادیا ہے تمہارے لئے رات اور دن کو تاکہ تم آرام کرو رات میں اور تلاش کرو دن میں اس کا فضل (رزق) اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔

سورۃ روم کے اندر فرمایا و من ایته منامکم باللیل و النهار و ابتغاؤکم من فضله ان فی ذالک لأیت لقوم یسمعون (روم/۲۳)

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا سونا رات کے وقت اور دن کے وقت تمہارا تلاش کرنا اس کے فضل کو بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو (غور سے) سنتے ہیں۔

سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الم تر ان الله یولج اللیل فی النهار و یولج النهار فی اللیل و سخر الشمس و القمر کل یجری الی اجل مسمی و ان

Marfat.com

الله بما تعملون خبیر۔

ترجمہ: کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں اور اس نے کام میں لگا دیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک چل رہا ہے (اپنے مدار میں) وقت مقررہ تک اور یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خوب جاننے والا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا یولج اللیل فی النھار و یولج النھار فی اللیل و سخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی ذالکم اللہ ربکم لہ الملک والذین تدعون من دونہ مایملکون من قطمیر (فاطر ۱۳)

ترجمہ: وہ داخل کرتا ہے (کبھی) رات (کے ایک حصہ) کو دن میں اور (کبھی) داخل کرتا ہے دن (کے ایک حصہ کو) رات میں اور اس نے پابند حکم کر دیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک رواں ہے مقررہ میعاد تک یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے اس کی ساری بادشاہی ہے اور وہ (بت) جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ کے سوا تو وہ گھٹلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا خلق السموات والارض بالحق یکور اللیل علی النھار و یکور النھار علی الیل و سخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی الا ھو العزیز الغفار (الزمر/۵)

ترجمہ: اس نے پیدا فرمایا ہے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ وہ لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر اور اس نے مسخر کر دیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک رواں ہے مقررہ میعاد تک غور سے سنو وہی عزت والا اور بہت بخشنے والا ہے۔

ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا وجعلنا نومکم ثباتا و جعلنا اللیل لباسا و جعلنا النھار معاشا (النساء:۱۱)

ترجمہ: اور ہم نے بنا دیا ہے تمہاری نیند کو باعث آرام نیز ہم نے بنا دیا رات کو پردہ پوش اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لئے بنایا۔

Marfat.com

گردش لیل ونہار کو بطور دلیل پیش کرنے کی وجہ:

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ گردش لیل ونہار کئی وجوہ کی بنا پر اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے اور وجود صانع پر دلالت کرتا ہے۔

اولاً: رات اور دن کے احوال کا اختلاف سورج کی گردش کے ساتھ مرتب ہے۔

ثانیاً: رات اور دن کے چھوٹا بڑا ہونے کے سبب ہی سے سال کے موسم (بہار، خزاں، گرما اور سرما) ہوتے ہیں۔

ثالثاً: لوگ دن کے وقت کسب معیشت سے اپنے احوال کا انتظام کرتے ہیں جب کہ رات کے وقت نینداور آرام کرتے ہیں۔

رابعاً: رات اور دن باوجودیکہ ایک دوسرے کی ضد ہیں مخلوق کے مصالح کی تحصیل میں ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ حالانکہ دواشیاء کا تضاد فساد کا تقاضا کرتا ہے نہ کہ تعاون کا۔

خامساً: رات کے ابتدائی وقت میں لوگوں کا سوجانا نفخہ اولیٰ (پہلا صور جس کے بعد پوری کائنات تہہ وبالا ہو جائے گی) کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور طلوع شمس کے وقت لوگوں کا بیدار ہونا نفخہ ثانیہ جس کے بعد سارے لوگوں کے دوبارہ زندہ کئے جانے کے مشابہ ہے۔

سادساً: رات کی تاریکی کا لپیٹ کر اس سے صبح مستطیل کا ظہور اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے۔ گویا کہ وہ ایک صاف وشفاف دریا ہے جو ایک گہرے سمندر میں جا گرتا ہے اس طرح کہ نہ تو صاف پانی گدلا ہوتا ہے اور نہ ہی گدلا پانی صاف اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "خالق الاصباح و جاعل اللیل سکنا" (انعام:۹۶) سے بھی یہی مراد ہے۔

سابعاً: رات اور دن کو مصالح (مصلحتیں) کے موافق معتدل مقدار کے ساتھ مقدر کرنا آیات عظیمہ میں سے ہے جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ وہ قبلہ جس کے سمت رأس پر قطب ہو وہاں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہوتی ہے نہ کوئی چیز وہاں مکمل پک سکتی ہے اور نہ ہی وہ کسی حیوان کی رہائش کے قابل ہے اور نہ ہی وہاں معیشت کا کوئی سبب میسر ہو سکتا ہے وغیرہ۔

(☆ التفسیر کبیر ص ۱۶۶ ج ۴ زیر آیت ان خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار (بقرہ آیت ۱۶۴))

Marfat.com

تسخیر شمس سے استدلال:

آفاقی دلائل میں سے سورج کو بیان فرمایا کہ کس طرح سورج کو ہم نے مسخر کر رکھا ہے کہ ایک مقررہ وقت پر روزانہ طلوع وغروب، عروج وانخفاض کے مراحل سے گزرتے ہوئے اپنی مقرر کردہ راہوں سے بغیر کسی تاخیر وتعجیل کے اپنے مستقر کی طرف رواں دواں رہتا ہے اور اس کا یہ سفر انہیں مقرر کردہ راستوں پر تاقیام قیامت جاری وساری رہے گا۔ نہ دوران سفر کہیں قیام کرتا ہے اور نہ ہی کبھی اپنے معمول سے سرمو انحراف کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ آخر کیا یہ خود بخود ہوئے جارہا ہے نہیں بلکہ اس کو اس نظام کا پابند بنانے والی ذات وہی ہے جو خالق کائنات ہے جو حکیم ومدبر ہے جس کے سامنے زمین وآسمان ستارے وسیارے غرض سب چیزیں سرنگوں اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں طوعاً وکرھاً لگی ہوئی ہیں۔ لیکن انسان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی ہوئی انھیں اشیاء کو اللہ کا مدمقابل اور شریک بنایا ہوا ہے اور اس کی عبادت کے بجائے ان کی عبادت میں مشغول ہے انسان کتنا ناشکرا اور احسان فراموش ہے کہ اپنے خالق حقیقی کو نہیں پہچان سکتا۔ اور اس کی عبادت وبندگی کرنے سے انکار کر رہا ہے اور اپنے اوپر ظلم ڈھا رہا ہے۔

مستقر کے متعلق مفسرین کرام کے دو اقوال ہیں یہ اسم زمان ہے دوم یہ اسم مکان ہے۔

(☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۹۰ زیر آیت مذکورہ)

اسم زمان کی صورت میں معنی:

اگر مستقر کو اسم زمان تسلیم کیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ سورج تا قیام قیامت محو گردش ہے جب قیامت بپا ہوگی اس وقت سورج اپنی حرکت کو ختم کردے گا۔ اس کی حرکت ساکن ہوجائے گی اور اس کو لپیٹ دیا جائے گا اور یہ عالم اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا۔ اور یہی مستقر زمانی ہے یہ تفسیر قتادہ نے کی ہے۔ (☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۹۰ زیر آیت مذکورہ)

Marfat.com

قتادہ اور مقاتل نے کہا معنی یہ ہے کہ یہ ایک وقت تک چلتا رہے گا جس سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور واحدی نے کہا اس بنا پر سورج کا مستقر کے ختم ہونے کے وقت اس کی سیر (چلنے) کا ختم ہونا ہے اسی کو زجاج نے بھی اختیار کیا ہے۔ اسی طرح علامہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے۔

(☆تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۸ از یر آیت مذکورہ)

اس معنی کی تائید سورۃ زمر کی اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے۔

خلق السموٰت و الارض بالحق یکور اللیل علی النھار و یکور النھار علی اللیل و سخر الشمس و القمر کل یجری الی اجل مسمی (زمر/۵)

اسی نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ وہ لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر اور اس نے مسخر کر دیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک رواں ہے مقررہ میعاد تک۔

یعنی شمس و قمر کی حرکت دائی اور ابدی نہیں بلکہ ایک مقررہ وقت تک پہنچ کر یہ حرکت ختم ہو جائے گی ان کی ایک مقررہ میعاد ہے۔ جب قیامت بپا ہو گی ان کی حرکت منقطع ہو جائے گی۔

مستقر کے اسم مکان ہونے کی صورت میں معنی:

بعض مفسرین کرام نے مستقر کو اسم مکان تسلیم کیا ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا سورج مدار میں حد معین کی طرف رواں ہے جہاں وہ سال کے آخر میں پہنچتا ہے۔ اس صورت میں اسے مسافر کے مستقر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جب وہ اپنا سفر ختم کر دیتا ہے کیوں کہ ان میں سے ہر ایک، ایک حد معین کی طرف منتہی ہوتا ہے یہ معنی کلبی سے مروی ہے اور ابن قتیبہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (☆تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۸ از یر آیت مذکورہ)

اس معنی کی تائید حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جسے صحاح ستہ نے سوائے ابن ماجہ کے روایت کیا ہے۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کنت مع النبی ﷺ فی المسجد عند غروب الشمس فقال: یا ابا ذر اتدری این تذھب

Marfat.com

هذه الشمس قلت الله ورسوله اعلم قال تذهب لتسجد فتتاذن فيوذن لها ويوشک ان تسجد فلا يقبل منها و تستاذن فلا يوذن لها فيقال لها ارجعی من حيث جئت فتطلع من مغربها فذالک قوله عزوجل والشمس تجری لمستقرلها (☆تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۸ از یر آیت مذکور)و فی رواية اتدرون ابن تذهب هذه الشمس؟ قالوا الله و رسوله اعلم قال ان هذه تجری حتی تنتهی الی مستقرها تحت العرش فتخر ساجدة (☆مسلم کتاب الایمان باب الزمان الذی لا یقبل فیہ الایمان ص)الحديث و فی ذالک عدة روايات و قدروی مختصرا جدا

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ غروب شمس کے وقت مسجد میں تھا آپ نے فرمایا اے ابوذر! کیا تو جانتا ہے کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔فرمایا یہ سجدہ کرنے جاتا ہے پھر اجازت طلب کرتا ہے اسے اجازت دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ یہ سجدہ کرے تو اس کا سجدہ قبول نہ کیا جائے اجازت طلب کرے تو اجازت نہ دی جائے اور اسے کہا جائے کہ تو جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا پس یہ مغرب سے طلوع ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان والشمس تجری لمستقرلها کا یہی مفہوم ہے۔ دوسری روایت میں ہے کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے آپ نے فرمایا یہ سورج رواں رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے مستقر پر تحت العرش منتہی ہو جاتا ہے پس وہاں سجدہ کرتا ہے۔ (☆مسلم کتاب الایمان باب الزمان الذی لا یقبل فیہ الایمان بخاری، کتاب التفسیر باب والشمس تجری لمستقر لها)

واخرج احمد و البخاری و مسلم و ابوداؤد و الترمذی والنسائی و ابن ابی حاتم و ابو شيخ و ابن مردوية والبيهقی عن ابی ذر قال سئلت رسول الله ﷺ عن قوله تعالیٰ والشمس تجری لمستقرلها قال مستقرها تحت العرش

(☆مسلم کتاب الایمان باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیہ الایمان ،بخاری کتاب التوحید باب قولہ تعالیٰ تعرج الملائکہ ترمذی کتاب التفسیر باب ۳۷ مسند احمد ص ۱۵۲ ج ۵، ۱۷۷)

Marfat.com

ابوذر سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی والشمس تجری لمستقر لها سے کیا مراد ہے فرمایا اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔

زیر عرش سجود شمس پر وارد ہونے والے شبہات اور ان کے جوابات:

بعض مفسرین کرام کے اقوال اور ان احادیث کی روشنی میں مستقر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں آفتاب اپنی حرکت کا ایک دور مکمل کر کے سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور اس وقت تک سجدہ ہی میں رہتا ہے جب تک کہ اسے دوبارہ اپنا سفر جاری رکھنے کی اجازت نہیں ملتی۔ اور وہ سجدہ بھی تحت العرش ہی کرتا ہے۔ حالانکہ مشاہدات اور علم سائنس کی تحقیقات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ سورج اپنے مستقر پر پہنچ کر وقفہ کرتا ہے اور نہ ہی اس کی حرکت میں کوئی انقطاع پایا جاتا ہے۔ تو پھر تحت العرش سجود و استقرار کا کیا معنی ہے؟ چاہے یہ کہا جائے کہ سورج ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف طلوع ہوتے ہوئے عرش تک پہنچ کر سجدہ کرتا ہے یا یہ کہا جائے کہ بغیر طلوع ہوئے ہی

علامہ آلوسی نے یہ سوالات اٹھا کر ان کا جواب یہ دیا ہے کہ جو بات دل کو لگتی ہے وہ یہ ہے کہ سورج اور تمام کواکب مدرکہ عاقلہ ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد وکل فی فلک یسجون میں فعل لایا جس میں ذوی العقول کی ضمیر لائی۔ اور ابوذر والی احادیث میں سورج کا سجدہ کرنا اور اجازت طلب کرنا اس کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ اجازت طلب کرنا زبان قال سے ہے نہ کہ زبان حال سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی تمیز اور ادراک کو پیدا فرمایا ہے حالت سجدہ و اجازت کے طلب کرنے میں۔ پھر اس سے اس کو سلب کر لیتا ہے کیوں کہ اس کے التزام کی حاجت نہیں۔ کتاب و سنت اور کلام عترت سورج کے ذات ادراک و تمیز پر دلالت کرتے ہیں بعض بالخصوص سورج کے اور بعض بالعموم اس کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں بلکہ بعض صوفیہ نے تو سورج کے نفس ناطقہ کاملہ کی بھی تصریح کر دی ہے۔ جس طرح انسان کا نفس ناطقہ ہوتا ہے جب انسانی نفوس

Marfat.com

قدسیہ ہوں تو وہ جسموں اور ابدان سے جدا ہو کر اپنے ظاہری بدنوں کی مماثلت اختیار کر کے یا دوسری صورتوں کی مماثلت اختیار کر کے جاتے ہیں جیسے جبرائیل دحیہ کلبی کی شکل میں یا کبھی اعرابی کی شکل میں آتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات حضور ﷺ نے انھیں اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر مسجد اقصیٰ اور چھٹے آسمان پر بھی دیکھا اور فرض نمازوں کے بارے میں آپ کے اور حضور ﷺ کے درمیان مکالمہ بھی ہوا اور آپ علیہ السلام اپنے جسد کے ساتھ آسمان پر عروج بھی کر گئے جو قبر میں تھا اسی طرح سورج کا بھی ایک نفس ہے جو ان نفوس قدسیہ کی طرح ہے جو اس جرم سے جو معروف ہے نکل کر عرش کی طرف عروج کر جاتا ہے اور وہاں بلا واسطہ سجدہ کرتا ہے اور استقرار پذیر بھی ہوتا ہے اور اجازت بھی طلب کرتا ہے اور اس کا تعلق اس جرم کے ساتھ بھی رہتا ہے اور یہ چیز اس جرم معروف کی سیر کے منافی نہیں ہے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کا سجود اس کے افق مدینہ سے غروب کے بعد ہوتا ہے اور یہ چیز اس کے کسی دوسرے افق پر طلوع ہونے کے مانع نہیں ہے۔

(☆روح المعانی زیر آیت مذکورہ ج ۷ ص ۱۰/۲۱ مختصرا)

مفتی شفیع کا جواب:

اور مفتی شفیع نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ حضور ﷺ کا سورج کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا ارشاد فرمانا بطور تمثیل ہے نہ کہ فی الحقیقت وہ لکھتے ہیں والشمس تجری لمستقرلها ذالک تقدیر العزیز العلیم اس میں غور کیجئے کہ مقصد اس کا یہ بتلاتا ہے کہ آفتاب خود بخود اپنے ارادے اور اپنی قدرت سے نہیں چل رہا بلکہ یہ ایک عزیز و علیم یعنی قدرت والے اور جاننے والے کے مقرر کردہ نظام کے تابع چل رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے غروب آفتاب کے قریب حضرت ابوذر غفاری کو ایک سوال و جواب کے ذریعے اسی حقیقت پر متنبہ ہونے کی ہدایت فرمائی۔ جس میں بتلایا کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے اللہ کو سجدہ کرتا ہے پھر اگلا دور شروع کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے جب

Marfat.com

اجازت دی جاتی ہےتو حسب دستور آ گے چلتا ہےاور صبح کو جانب مشرق سے طلوع ہوتا ہے اس کا حاصل اس سے زائد نہیں کہ آفتاب کے طلوع وغروب کے وقت عالم دنیا میں ایک نیا انقلاب آتا ہے جس کا مدار آفتاب پر ہے رسول اللہ ﷺ نے اس انقلابی وقت کو انسان کی تنبیہ کے لئے موزوں سمجھ کر یہ تلقین فرمائی کہ آفتاب کو خود مختار اپنی قدرت سے چلنے والا نہ سمجھو یہ صرف اللہ تعالیٰ کے اذن ومشیت کے تحت چل رہا ہے اس کا یہ طلوع وغروب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوتا ہے یہ اس کی اجازت کے تابع ہے۔اور اس کے تابع فرمان حرکت کرنے ہی کو اس کا سجدہ قرار دیا گیا۔

(☆تفسیر معارف القرآن زیر آیت مذکورہ ص۳۹۱ ج ۷)

علامہ غلام رسول سعیدی کا جواب:

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے ان احادیث پر وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے کیا مراد ہے اس کا حقیقی علم تو اللہ اور اس کے رسول ہی کو حاصل ہے احادیث سے جو ہم سمجھ سکے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غروب آفتاب کو سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے کیوں کہ ہر چیز کی عبادت اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے لہٰذا جب سورج نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استواء، قیام سے زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا، رکوع سے اور جب افق پر غروب ہوتا ہے تو یہ سجدہ سے مشابہ ہے اور جس افق پر سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے اس لئے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج کے سجدہ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا فلا تـزال کذالک اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی غروب) ہی میں سے اسے کہا جائے گا ارجعی من حیث جئت جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ اور لوٹنے کا مطلب الٹے پاؤں واپس جانا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے نظام طبعی کے تحت لوٹنا ہے یعنی معروف

Marfat.com

طریقہ کے مطابق جس افق سے غروب ہوا ہے اس کے مقابل دوسرے پر طلوع ہو۔ پھر اپنی منزل طے کرتا ہوا اس افق پر غروب ہو کر افق سابق پر طلوع ہو جائے اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد سورج اس افق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا۔ قیامت تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت بپا ہوگی سورج جس افق سے غروب ہوا تھا اسی افق پر طلوع ہوگا۔

(☆ شرح صحیح مسلم للسعیدی ج اص ۶۴۸/۶۴۹ کتاب الایمان باب فی الزمن الذی لا یقبل فیہ الایمان)

قرآن وحدیث کی مذکورہ تصریحات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سورج اور چاند دونوں متحرک ہیں۔ اور جدید سائنس بھی بالآخر اسی نتیجہ پر پہنچی جس کی رہنمائی قرآن نے آج سے سوا چودہ سو سال قبل دی تھی۔ آج سائنس دان اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ سورج بھی متحرک ہے اگرچہ دیگر سیارے اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں لیکن وہ بذات خود بھی حرکت میں ہے۔

چاند کے گھٹنے بڑھنے سے توحید پر استدلال:

ہماری نشانیوں میں سے ایک نشانی چاند ہے اس کی طرف نظر بصیرت ڈالو کس طرح چاند کی گردش روز بروز بدلتی ہے اس کے گھٹنے بڑھنے کو دیکھو ایک دن وہ ہلال بن کر طلوع ہوتا ہے پھر روز بروز بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ بدر کامل بن جاتا ہے ماہ تمام بننے کے بعد دوبارہ گھٹنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ دوبارہ کھجور کی بوسیدہ روکھی ہوئی خمیدہ شاخ کی مانند ہو جاتا ہے اور یہ گردش چندروزہ نہیں بلکہ لاکھوں برس سے باقاعدگی کے ساتھ چل رہا ہے کبھی گھٹتا ہے تو کبھی بڑھتا ہے۔ کبھی چاندنی ماند پڑ جاتی ہے تو کبھی بڑی آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہوتا ہے نہ اس کے معمول میں کبھی فرق آیا ہے اور نہ ہی اپنی مقرر کردہ راہوں سے کبھی اس نے سرمو انحراف کرنے کی جسارت کی۔ پھر یہ حساب لگانے کے لئے بھی انسان کا ممد ومعاون رہا ہے۔ اور منازل اسی لئے مقرر کی گئی ہیں تاکہ انسان آسانی سے حساب لگا سکے کیوں کہ انسان باآسانی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ کس تاریخ کو چاند کس منزل میں ہوگا اگرچہ دن ورات کی گردش سورج کی گردش سے ہوتی ہے

Marfat.com

تو مہینہ اور سال کی پہچان چاند سے ہوتی ہے۔ اسلام نے اپنے بیشتر احکام کی بنیاد بھی قمری سال پر رکھی ہے کیوں کہ اس کا جاننا ہر ایک کے لئے یکساں طور پر آسان ہے جب کہ شمسی سال کا حساب ہر ایک نہیں لگا سکتا۔

شمسی و قمری تقویم:۔

اللہ تعالی نے شمس و قمر میں سے ہر ایک کے لئے منازل کو مقرر کیا ہے منازل منزل کی جمع ہے اور منزل جائے نزول کو کہتے ہیں شمس و قمر میں سے ہر ایک کی جائے نزول کو منزل کہا جاتا ہے۔ سورج کی منازل بارہ برج ہیں علماء فلکیات نے ان کو درج ذیل ناموں سے موسوم کیا ہے۔ حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت۔ سورج ان میں سے ہر ایک برج میں ایک ایک ماہ تک قیام کرتا ہے۔ اور ان کی انتہا پر سال ختم ہو جاتا ہے پس شمسی سال سورج کے اس نقطہ پر پہنچنے کی مدت ہے جس سے وہ جدا ہوا تھا۔ اور یہ مدت 365 دن 58 گھنٹے 48 منٹ اور 47.4624 سیکنڈ ہے۔ عام سال چونکہ 365 ایام کا ہوتا ہے لہذا بچ رہنے والے گھنٹوں کو پورا کرنے کے لئے ہر چوتھے سال لیپ کا سال قرار دے کر اس میں سے ایک دن کا اضافہ کر کے 366 دن بنا دیئے جاتے ہیں۔ جس سے معیاری سالوں میں چند منٹوں کا اضافہ ہوتا ہے جسے کامل دنوں میں پورا کرنے کے لئے 4,000 سال بعد تک بھی دنوں میں کمی بیشی کرنا پڑے گی۔ سال کی صورت میں وقت کی پیمائش کا ایک بہترین ذریعہ سورج ہے جو ایک طرف ماہرین فلکیات کے لئے اجرام فلکی کے ظہور و خفا کا تعین کرنے میں ممد ہے تو دوسری طرف ایک گنوار کسان کے موسموں کے تغیر و تبدل اور فصلوں کی بوائی و کٹائی کے موزون وقت سے بھی آگاہ کرتا ہے۔

شمسی تقویم میں جابجا ترمیمات ہوتی آئی ہیں مگر اس کے باوجود ماہرین اس کی موجودہ صورتحال سے مطمئن نہیں ہیں۔ موجودہ عیسوی کیلنڈر 1582 میں موجودہ حالت میں تشکیل دیا گیا جب 4 اکتوبر سے اگلا دن 15 اکتوبر شمار کرتے ہوئے دس دن غائب کر دیئے گئے۔ پوپ گریگوری کے حکم سے تشکیل پانے والا یہ کیلنڈر گریگوری کیلنڈر کہلایا جانے لگا۔

Marfat.com

قمری تقویم:

وقت معلوم کرنے کا دوسرا بہترین ذریعہ قمری تقویم ہے۔ قمری تقویم میں چاند کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اس کا حساب چاند کے گھٹنے بڑھنے پر موقوف ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب (یونس ۵) اور اس نے سورج کو بنایا درخشاں اور چاند کو نور اور مقرر کیں اس کے لئے منزلیں تا کہ تم جان لو گنتی سالوں کی اور حساب۔

چاند کی منازل اٹھائیس 28 ہیں جو 12 برجوں میں منقسم ہیں اور ہر برج کی 2 1/3 منزلیں ہیں۔ چاند ان منازل میں سے ہر ایک منزل میں ایک رات اترتا ہے۔ جب آخری منزل میں اترتا ہے تو انتہائی باریک اور قوس نما ہوتا ہے عرب علماء فلکیات نے ان منازل کے نام کسی نہ کسی ستارے یا ستاروں کے مجموعے پر رکھے ہیں۔ وہ نام درج ذیل ہیں۔ الشرطان، البطین، الثریا، الدبران، الھقعہ، الذراع، النثرہ، الطرف، الجبہہ، الزبرہ، الصرفہ، العواء، السماک، الاعزل، الغفرہ، الزبانی، الاکلیل، القلب، الشولہ، النعائم، البلدہ، سعد الذابح، سعد بلع، سعد السعود، سعد الاخبیہ، فرغ الدلو المقدم، الفرغ المؤخر اور بطن الحوت۔

درحقیقت زمین کے گرد مدار میں اپنا 350 درجے کا چکر 27 دن 7 گھنٹے 43 منٹ اور 11.6/11.5 سیکنڈ کی مدت میں مکمل کرتا ہے اور واپس اسی جگہ پر آ جاتا ہے مگر چونکہ زمین بھی اسی سمت میں سورج کے گرد محو گردش ہے۔ اور مذکورہ وقت میں سورج کے گرد اپنے مدار کا 27 درجے کا اضافی فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے اور اسے زمین کے گرد اپنا چکر پورا کرنے کے لئے 387 درجے کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے جس کو طے کرنے کے لئے اسے مزید وقت درکار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قمری ماہ کی مدت 27 دن 7 گھنٹے، 43 منٹ اور 11.6/11.5 سیکنڈ کے جائے 29 دن 12 گھنٹے، 44 منٹ اور 2.8 سیکنڈ قرار پاتی ہے اسی وجہ سے چاند کبھی 29 دنوں میں اور کبھی 30 دنوں میں ایک ماہ مکمل کر لیتا ہے اور باقی 44 منٹ اور 2.8 سیکنڈ کی وجہ سے سالوں میں کبھی 2 ماہ مسلسل 30 دنوں کے بن جاتے ہیں اور یہ فرق فطری طور پر خود بخود پورا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

ہمیں کسی قسم کے ردوبدل کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اگرچہ شمسی تقویم کی طرح قمری تقویم میں بھی گوناگوں پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں لیکن ان کے حل کے لئے انسان کو اپنی صلاحیتیں صرف کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ چاند فطری انداز میں خود فیصلہ سنا دیتا ہے، چاند چونکہ فطری انداز میں تعین وقت کا فریضہ انجام دے دیتا ہے لہٰذا علم وفن سے عاری معاشروں کے لئے بھی وقت کے شمار کا بہترین ذریعہ ہے اور لکھا پڑھا ہوا معاشرہ بھی اس سے متمتع ہوسکتا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ پہلی تاریخ کو مغربی افق پر تراشیدہ ناخن کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور پھر فی الفور غائب ہو جاتا ہے اگلے دن پہلے سے ذرا بڑا اور زیادہ دیر تک افق پر چمکتا ہے ساتویں روز وسط آسمان پر ظاہر ہوتا ہے چودھویں کو بدر کامل بن جاتا ہے اور مشرق سے باقاعدہ طلوع ہوتا ہے اس کے بعد بتدریج گھٹنا شروع ہو جاتا ہے اور آخری راتوں میں صبح کے قریب طلوع ہوتا ہے ان دنوں انتہائی باریک ہوتا ہے اسی کو قرآن نے **حتی عاد کالعرجون القدیم** سے تشبیہ دی۔

(۳۵) یعنی سورج چاند ستارے وسیارے سب اپنے اپنے مداروں میں محوگردش ہیں نہ ان میں سے کوئی دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اور نہ ہی وہ آپس میں ٹکراتے ہیں۔ بلکہ اپنے اپنے مداروں میں بغیر کسی مزاحمت کے محوسفر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکمت، تدبیر، کاریگری اور قدرت پر دلالت کر رہے ہیں۔

فلک کا معنی:

علامہ راغب الاصفہانی رقمطراز ہیں **الفلک التی تجری فی البحر و تری الفلک فیه مواخر** (نحل/۱۴) **وجعل لکم الفلک والانعام ماتر کبون** (زخرف/۱۲) **والفلک مجری الکواکب و تسیمته بذالک لکونه کالفلک**

(☆ المفردات فی غریب القرآن)

فلک کشتی کو کہا جاتا ہے جو سمندر میں چلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو کہ موجوں کو چیرتی جاتی ہیں۔ اور یہ فرمان اور بنادیں تمہارے لئے کشتیاں اور مویشی

Marfat.com

جن پر تم سوار ہوتے ہو۔اور فلک ستاروں کے مدار (چلنے کی جگہ) کو کہتے ہیں یہ نام اسے اس لئے دیا گیا کیوں کہ یہ کشتی کی طرح ہے۔

علامہ ابن منظور فلک کا معنی لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں **وفلک کل شئی مستدارہ و معظمہ** کسی چیز کا فلک اس کا گول اور بڑا حصہ ہوتا ہے۔اسی بنا پر سمندر کی گول اور مچلتی ہوئی موج کو بھی فلک کیا جاتا ہے **وفلک البحر موجہ المستدیر المتردد** ایک حدیث میں ہے ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی **انی ترکت فرسک کانہ یدور فی فلک** میں نے آپ کے گھوڑے کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ گویا وہ ایک فلک (دائرہ) میں گھوم رہا ہے۔

(☆لسان العرب لابن منظور ج۱۰ص ۴۷۸ مطبوعہ بیروت)

فلاسفہ اور قدیم علماء طبیعین کے نزدیک فلک کی تعریف:

قدیم فلاسفہ کا ایک گروہ ہماری زمین کو مرکز کائنات قرار دے کر سات سیاروں کو جن میں سورج بھی شامل ہے کروی شکل کے ساتھ افلاک میں جڑے ہوئے مانتا ہے اور انھیں افلاک کو محو گردش مانتا ہے اور زمین کو ساکن قرار دیتا ہے اسی طرح ان کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ افلاک پیاز کے چھلکوں کی طرح تہہ بہ تہہ ہیں اپنا ٹھوس جسم رکھتے ہیں اور شیشے کی طرح شفاف ہیں جن کے آر پار دیکھا جا سکتا ہے۔ان کے علاوہ دو مزید افلاک ہیں آٹھویں کو فلک البروج یا فلک ثوابت اور نویں کو فلک اطلس یا فلک الافلاک یا فلک اعظم بھی کہا جاتا ہے اور یہ تمام ستارے (سات سیاروں کے علاوہ) آٹھویں فلک میں جڑے ہوئے ہیں افلاک کے شفاف ہونے کی بنا پر ہمیں پہلے فلک پر دکھائی دیتے ہیں نواں فلک محدود جہات ہے اور تمام افلاک و اجساد کو محیط ہے اس کے وراء نہ کوئی خلا ہے نہ ملا اور غیر مخلوق ہے۔ (☆شرح چغمینی ص۲۰رص۲۳ مختصراً)

نیز ان افلاک کی ساخت پرداخت کے بارے میں یہ نظریہ بلکہ عقیدہ ہے کہ وہ مختلف اجسام وطبائع سے مرکب نہیں ہدایۃ الحکمت بھی ہے **ان الفلک بسیط ای لم یترکب من اجسام مختلفۃ الطبائع** (☆ہدایۃ الحکمۃ ص۲۳)

Marfat.com

اور یہ شق عناصر کو بھی شامل ہے یعنی افلاک کا مادہ کسی بھی حیثیت سے ہماری زمین کے مادہ سے مشابہت نہیں رکھتا۔ اسی بنا پر وہ کون وفساد اور خرق والتیام کو قبول نہیں کرتا۔ **بانہ حیی عالم متحرک بالارادۃ حرکۃ مستدیرۃ ولا یقبل الخرق والالتئام** یعنی فلک زندہ ہے عالم ہے اپنے ارادہ سے گول حرکت کرتا ہے پھٹنے اور جڑنے کو قبول نہیں کرتا۔ (☆) یعنی نہ تو ان کے اجزاء ٹوٹ پھوٹ کر جدا ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ایک بار ٹوٹنے کے بعد دوبارہ جڑ سکتے ہیں۔

(☆ ہدایۃ الحکمۃ ص ۲۷)

چونکہ فلاسفہ کے نزدیک فلک میں خرق والتئام ممنوع ہے اس لئے انھوں نے کہا کہ یہ سیارے ان میں گڑے ہوئے ہیں۔ وہ متحرک نہیں ہیں بلکہ وہ فلک متحرک ہیں جن میں یہ گڑے ہوئے ہیں کیوں کہ حرکتیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے انھوں نے افلاک کو بھی متعدد مانا ان کے نزدیک نو افلاک معروف ہیں۔

علماء اسلام کے نزدیک فلک کی تعریف:

علماء اسلام نے علم الکلام کی کتابوں میں فلاسفہ یونان کے اس نظریہ کا بطلان ثابت کیا ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک فلک اور سماء دو مختلف چیزیں ہیں۔ علامہ خازن لکھتے ہیں:

والفلک مدار النجوم الذی یضمھا و ھو فی کلام العرب کل شیئی مستدیر وجمعہ افلاک و قیل الفلک طاحونۃ کھیئۃ فلک المغزل، یرید ان الذی تجری فیہ النجوم مستدیر کاستدار الرحی و قیل الفلک موج مکفوف دون السماء تجری فیہ الشمس والقمر والنجوم (☆ تفسیر خازن ص ۲۸۹ ج ۴ زیر آیت وھو الذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون)

فلک ستاروں کا وہ مدار ہے جو انھیں جمع کئے ہے کلام عرب میں ہر گول چیز کو فلک کہا جاتا ہے اس کی جمع افلاک آتی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ فلک چکی کو کہا جاتا ہے جو چرخے کے دائرہ کی طرح ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس مدار میں ستارے چلتے ہیں وہ گول ہے جس طرح

Marfat.com

چکی۔ یہ بھی کہا گیا کہ فلک وہ موج ہے جس کو اس کے طبقہ میں روکا گیا ہے اور آسمان کے نیچے ہے۔ سورج چاند اور ستارے اسی میں محو گردش ہیں۔

علامہ بغوی لکھتے ہیں۔ والفلک مدار النجوم الذی یضمها والفلک فی کلام العرب کل شیئی مستدیر و جمعه افلاک و منه فلکة المغزل وقال الحسن الفلک طاحونة کهیئة فلکة المغزل یرید ان الذی یجری فیه النجوم مستدیر کاستدارة الطاحونة قال الضحاک فلکها مجراها وسرعة سیرها قال المجاهد کهیئة حدید الرحیٰ وقال الاخرون الفلک موج مکفوف دون السماء تجری النجوم والشمس والقمر (☆تفسیر بغوی ص۲۸۹، ۴ زیر آیت و هو الذی خلق اللیل والنهار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں والاصح ان السیارة تجری فی الفلک وهی سبعة افلاک دون السموات المطبقة التی هی مجال الملائکة واسباب الملکوت فالقمر فی الفلک الادنی ثم عطارد ثم الزهره ثم الشمس ثم المریخ ثم المشتری ثم زحل والثامن فلک البروج والتاسع الفلک الاعظم قال ابن زید الافلاک مجاری النجوم والشمس والقمر قال وهی بین السماء والارض و قیل الفلک موج مکفوف و مجری الشمس والقمر فیه (☆تفسیر الجامع الاحکام القرآن ج ۶ الجزء الحادی عشر ص ۱۵۹ زیر آیت سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳۳)

یعنی سیارے فلک (مدار) میں چلتے ہیں اور یہ ان آسمانوں سے نیچے ہیں جو ملائکہ کی جولان گاہیں اور اسباب ملکوت کا مخزن ہیں چاند سب سے نچلے فلک میں ہے پھر عطارد، پھر زہرہ، پھر سورج، پھر مریخ، پھر مشتری، پھر زحل، آٹھویں کو فلک بروج اور نویں کو فلک اعظم کہا جاتا ہے۔ ابن زید نے کہا افلاک سورج، چاند اور ستاروں کی گزرگاہ ہے اور یہ زمین و آسمان کے درمیان ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ فلک ایک موج کا نام ہے جسے روک دیا گیا ہے۔ اور سورج اور چاند اس میں چلتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ قمطراز ہیں:

قال اکثر المفسرون ھو موج مکفوف تحت السماء یجری فیه الشمس والقمر و قال الضحاک ھو لیس بجسم وانما ھو مدار ھذہ النجوم والمشھور ما روی عن ابن عباس والسدی

اکثر مفسرین نے کہا کہ فلک ایک موج ہے جسے اپنے طبقہ میں روک دیا گیا ہے اور یہ آسمان کے نیچے ہے اس میں شمس وقمر چلتے ہیں اور ضحاک کا قول ہے کہ اس کا کوئی جسم نہیں، بلکہ یہ ان ستاروں اور سیاروں کا مدار ہے یہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سدی کا مشہور قول ہے۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ مشہور یہ ہے کہ افلاک کل نو ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ کوئی قطعی بات نہیں ہے **والحق انه لاقاطع علی نفی ماعدا ذالک۔**

(☆روح المعانی ج ۱۹ الجزء السابع عشر ص ۵۸ زیر آیت سورۃ انبیاء آیت نمبر ۳۳)

جدید تحقیقات نظریہ قرآن کی تصدیق:

جدید تحقیات کے مطابق بھی افلاک کا کوئی وجود اور جسم نہیں ہے۔ قرآن کی روشنی میں علماء اسلام نے صدہا سال قبل جن حقائق کو اپنی دور رس نگاہوں اور عقل خداداد سے بے نقاب کیا آج سائنس انھیں حقائق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے اس سے اگر ایک طرف قرآن کی صداقت اور حقانیت ثابت ہوتی ہے تو دوسری جانب علماء اسلام کی دقت نظر اور وسعت علم کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہماری کائنات سبع سیاروں اور تسعہ افلاک میں محدود نہیں ہے۔ بلکہ اربوں کھربوں اور لاتعداد ستاروں اور سیاروں کا مجموعہ ہے اور یہ تمام اجرام مادی بے کراں خلاؤں میں تیر رہے ہیں۔ ان کا مادہ بھی وہی ہے جو ہماری زمین کا مادہ ہے اور ہمارے نظام شمسی کا مادہ ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ستارے بھی جیتے اور مرتے ہیں اور ہمارا سورج محض ایک سیکنڈ میں بیس لاکھ ٹن کی رفتار سے اپنی توانائی کھوتا جا رہا ہے۔

(☆زمین اور خلا کی کھوج از مارگریٹ اور ہائیڈ ص ۵۴ انڈین اکیڈمی نئی دہلی)

Marfat.com

جدید تحقیقات ایک طرف نظریہ قرآن کی تصدیق کر رہی ہیں تو دوسری جانب فلسفہ یونان کے نظریات کو بھی مردود اور باطل قرار دے رہی ہیں۔ قرآن نے ان حقائق کو اس وقت بیان کیا جب عوام تو درکنار خواص بھی تہ در تہ جہالتوں اور اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔ پھر قرآن کی انھیں تعلیمات کی روشنی میں علماء اسلام نے جو تحقیقات کیں حقائق سے پردے ہٹائے اور مسلم سائنس دانوں اور محققین نے دلائل سے فلاسفہ یونان کی جہالتوں کو بیان کیا اور ان کے باطل نظریات کی قلعی کھول دی امام غزالی علیہ الرحمہ نے تحافۃ الفلاسفہ میں فلاسفہ یونان اور ان کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وانھم یحکمون بظن • تخمین من غیر تحقیق یہ لوگ ظن وتخمین سے بغیر کسی تحقیق و ریسرچ کے حکم لگا دیتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ فلاسفہ یونان عقل کے گھوڑے دوڑانے کے خوب ماہر تھے۔ لیکن تجربہ کی کسوٹی پر اپنے نظریات کی بنیاد نہیں رکھتے تھے۔ علماء اسلام نے ہی سب سے پہلے اپنے نظریات کی بنیاد تجربات پر رکھنے کی طرح ڈالی اور اسی نظریے کو اہمیت دی جو تجربہ کی کسوٹی پر پورا اترا اور تجربہ سے ثابت ہوا۔ اور انھوں نے ہی جدید سائنس کی بنیادیں رکھیں۔ اس وقت جب کہ یورپ تہہ در تہہ جہالتوں میں ڈوبا ہوا تھا لیکن جب مسلمان علم و تحقیق اور ریسرچ کو چھوڑ کر طاؤس و رباب کے شیدائی بنے اور عیش و نشاط میں پڑ گئے اور اپنے آباء و اجداد کی صدیوں کی وراثت یورپ کے ہاتھوں میں دے کر داد عیش دینے لگے اور یورپ نے انھیں تحقیقات کو بنیاد بنا کر جدید تحقیقات اور ریسرچ کی اور دنیا میں نئی نئی ایجادات و اختراعات کیں اور مسلمان اوج ثریا سے تحت الثری میں گر پڑے اور یورپ مسلمانوں کی علمی میراث کے وارث بن بیٹھے۔ علامہ اقبال نے اسی حقیقت کے پیش نظر کہا تھا:

دانہ آں صحرا نشیناں کاشتند حاصلش افرنگیاں برداشتند

ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوانان اسلام اپنی گم شدہ اور کھوئی ہوئی وراثت کے حصول کے لئے میدان عمل میں اتریں اور دین و دنیا کی قیادت کے لئے اپنے کو تیار کریں جبھی دنیا میں حقیقی امن و

Marfat.com

آشتی کا قیام ممکن ہے بصورت دیگر امن عالم تباہ برباد ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اس روز بد سے بچائے اور ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح معنوں میں ان کی جانشینی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سمندروں میں چلنے والی کشتیوں کو بطور دلیل پیش کرنا:

زمین کی تخلیق اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وصنعت گری کی نشانیوں کے بیان اور آسمان کی تخلیق اس میں شمس وقمر اور دیگر ستاروں وسیاروں کے بیان کے بعد سمندر اور ان میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، کاریگری، اور تدبیر وقدرت کا بیان فرمایا کہ کس انداز میں اس خالق کائنات وسمیع وبصیر اور علیم وقدیر نے سمندروں کو انسان کے لئے مسخر کر دیا بڑی بڑی کشتیاں اور دخانی جہاز اسٹیمر اور آبدوزیں اور ٹینکر، ٹنوں وزن اٹھا کر سمندر کی موجوں کو چیرتے ہوئے ایک ملک سے دوسرے ملک تک بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ کس کی قدرت اور طاقت کے بل بوتے پر پہنچتے ہیں آخر کون ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جس کے حکم سے پانی انھیں اپنے اندر ڈبوتا نہیں؟ کس نے سمندروں کو انسان کا تابع فرمان بنایا ہے؟ اسے انسان کے لئے مسخر کس نے کیا ہے؟ یعنی اگر تم اسی ایک چیز پر نظر بصیرت ڈالو، تعصب، ہٹ دھرمی، اور تکبر وغرور کی پٹی آنکھوں سے اتار کر حق پسندی کا مظاہرہ کرو تو تم پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ کوئی عظیم ہستی ہے جس نے ان سمندروں کو انسان کا تابع فرمان بنایا ہے۔ لہٰذا جو ذات اس بات پر قادر ہے وہی معبود برحق ہوسکتا ہے۔

ذریت کا معنی ومفہوم:

آیت کریمہ میں ذکر ہے کہ ہم نے ان کی ذریت کو بھری ہوئی کشتی میں اٹھایا۔ جو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہے۔ ذریت کا معنی علامہ راغب الاصفہانی نے تحریر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں" الذریة اصلها الصغار من الاولاد و ان کان قد یقع علی الصغار

Marfat.com

و الکبار معافی التعارف و یستعمل للواحد والجمع و اصلہ الجمع "

(☆المفردات فی غریب القرآن ص ۷۸ للراغب الاصفہانی)

ذریت اصل میں چھوٹی اولاد کو کہا جاتا ہے لیکن عرف عام میں اس کا اطلاق چھوٹی اور بڑی اولاد سب کے لئے ہوتا ہے اور اگرچہ یہ جمع پر دلالت کرنے کے لئے بنایا گیا ہے لیکن واحد اور جمع دونوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

مجازی طور پر اس کا اطلاق عورتوں پر بھی کیا جاتا ہے، کیوں کہ یہ ذریت کا محل اور کھیتی ہیں اور کبھی محل بول کر حال مجازی طور پر لیا جاتا ہے حضرت حنظلہ الکاتب فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا تو آپ نے ایک عورت کو مقتول پایا آپ نے مجھے فرمایا یہ تو قتل کرنے والی نہ تھی۔ الحق خالدا و قل لا تقتل ذریۃ و لا عسیفا خالد سے جا کر کہو کہ کسی عورت اور غلام کو قتل نہ کرے۔ آپ ﷺ نے یہاں پر ذریت کا اطلاق عورت پر کیا کیوں کہ مقتولہ عورت تھی۔

فلک سے مراد کونسی کشتی ہے:

الفلک سے مراد یا تو جنس کشتی ہوگی تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ تمہارا کشتیوں میں سوار ہونا اور تمہارے ساتھ تمہاری اولاد اور عورتوں کا سوار ہونا تم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ کیوں کہ انسان کا سب سے بڑا بوجھ اس کی کمزور ناتواں ذریت، اولاد اور بیوی بچے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوتے اور نہ ہی دور دراز کا سفر پیدل طے کر سکتے ہیں لہٰذا جہازوں میں سوار ہو کر تمہارا کسب معاش، تجارت اور دیگر امور کے لئے دور دراز کا سفر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ تم ان بحری جہازوں ہی کے ذریعے کرتے ہو لہٰذا تمہیں اللہ کے حضور سر بسجود ہو جانا چاہئے کہ کس طرح اس خالق و مالک نے تمہارے لئے سمندروں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا ہے۔

Marfat.com

اگر الفلک سے مراد کشتی نوح علیہ الصلوۃ والسلام ہو جیسے اکثر مفسرین کی رائے ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے آباء واجداد کو اور ان کی صلبوں میں ان کی ذریت کو کشتی میں سوار کیا۔ اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام غیر آبی حیوانات کو اس کشتی میں سوار کیا۔ اگر ہم اس کشتی میں انھیں سوار نہ کرتے تو نہ ان کی ذریت اور نسل باقی رہتی اور نہ ہی ان کا کوئی نام ونشان باقی بچتا۔ اور ہم نے اس کشتی کے بعد بنی نوع انسان کو کشتی سازی اور جہاز سازی کا فن عطا فرمایا اب اسی فن میں ترقی کی بدولت وہ طرح طرح کی مضبوط او سریع الحرکت آبدوزیں، ٹینکر، دخانی جہاز، سٹمیرز اور برقی قوت سے چلنے والے جہاز بنانے میں کامیاب ہوا ہے۔ جن کے ذریعے وہ لاکھوں ٹن تجارتی سامان دور دراز ملکوں کو برآمد کرتا ہے اور ان سے درآمد کر کے اپنی تجارت کو فروغ دے رہا ہے۔

من مثلہ سے جدید ذرائع نقل وحمل کا ثبوت:

من مثلہ سے اگر چہ متقدمین مفسرین میں سے بعض نے اونٹ مراد لئے ہیں۔ کیوں ہ اونٹ عرب کے صحراؤں میں بھاری بوجھ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک منتقل کرنے کا واحد ذریعہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب اونٹ کو سیفنۃ البر بھی کہتے ہیں لیکن عصر حاضر میں اس کا اطلاق ہر قسم کی جدید سواریوں پر بھی ہو سکتا ہے جیسے ٹرین، اور ہوائی جہاز وغیرہ۔ اسی طرح قیامت تک ایجاد ہونے والی ہر قسم کی سواریاں اس میں شامل ہوں گی۔ اور پھر ہوائی جہازوں کی بحری جہازوں کے ساتھ مشابہت بھی پائی جاتی ہے جس طرح بحری جہاز پانی کے اندر تیرتے رہتے ہیں یونہی ہوائی جہاز ہوا میں تیرتے ہیں۔ اور بحری جہازوں کو پانی غرق نہیں کرتا تو ہوائی جہازوں کو بھی ہوا زمین پر آنے نہیں دیتی۔ اور پھر نقل وحمل کا بھی بڑا اہم ذریعہ ہے اور قرآن کا اعجاز بھی ہے کہ انتہائی مختصر الفاظ میں قیامت تک دریافت ہونی والی کوئی بھی چیز اس کی اصطلاحات سے خارج نہیں ہوسکتی۔

Marfat.com

سمندری جہازوں سے سفر اللہ کی رحمت ہی سے ممکن ہے:

ہم نے انسان کو جہاز سازی کا فن ابوالبشر ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے توسط سے عطا کیا۔ اور انھوں نے اسی نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے نئے اور جدید قسم کے بحری جہاز تیار کئے اور دور دراز علاقوں تک کے سفر اور نقل وحمل کو ممکن بنایا اور کائنات میں پھیل کر تجارت کو فروغ دیا۔ انسان کو جہازوں پر سوار ہونے کی قدرت عطا کی اور جہاز، بھاپ اور سمندر انسان کے لئے مسخر کئے۔ اسے عقل سے نوازا تو اس نے ایٹمی قوت سے چلنے والے جہاز تیار کر لئے اور بامر الٰہی وہ ٹنوں وزن اٹھا کر مسافروں سے لدے ہوئے ایک ملک سے دوسرے ملک تک بپھرتی ہوئی موجوں سے اٹکیلیاں کرتے ہوئے اور تند و تیز آندھیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے پہنچ جاتے ہیں اس میں فقط اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ساتھ ہوتا ہے اور محض اس کا فضل و کرم ہے ورنہ طوفانی ہواؤں اور بپھرتی موجوں کے سامنے ان کی حیثیت ایک تنکے یا ایک حقیر پر سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اگر کسی کوتاہ اندیش کے ذہن میں یہ خبط سوار ہو جائے کہ انھوں نے مضبوط اور کوہ پیکر جہاز بنائے ہیں اسے جدید ٹیکنالوجی سے تیار کیا گیا ہے اس میں برقی مواصلاتی آلات نصب ہیں یہ غرق نہیں ہوں گے تو یہ اس کی خام خیالی ہی ہو سکتی ہے۔ اگر ہم چاہیں تو انھیں سرکش سمندروں اور طوفانی ہواؤں کے نذر کر دیں اور انھیں اپنے سواروں اور تجارتی سامان کے ساتھ اس طرح غرقاب کر دیں کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے اور نہ ہی کوئی ان کی مدد کر کے انھیں غرق ہونے سے بچا سکتا ہے اس جدید سائنسی دور میں بھی جب کہ جدید قسم کے جہاز، مشینیں اور مدد کے وسائل موجود ہیں جب بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے تو فوجی، لڑاکے تجارتی اور مسافر بردار جہاز اپنے سواروں سمیت سمندر میں غرق ہو جاتے ہیں جن کے بنانے والوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا ہے کہ یہ جہاز کبھی غرق ہوں گے ہی نہیں اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوتا ہے اور انسانی غرور خاک میں مل جاتا ہے۔

Marfat.com

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جہاز اور کشتی کی طبعی حالت ہی اسے غرق ہونے نہیں دیتی اگر فی الحقیقت ایسا ہی ہوتا تو پھر کوئی جہاز غرق ہی نہ ہوتا اور نہ کوئی کشتی ڈوبتی۔ حالانکہ عام مشاہدہ اس کے برعکس ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ منعم علیہ کو کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے مامون نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہر وقت اس کا شکر بجالانا چاہئے اور اس کی پکڑ سے لرزاں و ترساں رہنا چاہئے سابقہ امم جب بھی اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے مامون ہوئیں وہاں سے عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے جہاں کا وہم و گمان ہی نہیں ہوسکتا تھا۔

دعوت نظر و فکر اور کفار کا حق سے اعراض:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے دلائل اور آثار رحمت کے ذکر کرنے کے بعد اہل مکہ کے حق سے اعراض کرنے اور ہدایت اور قبول ایمان سے روگردانی کرنے کا ذکر فرمایا، یعنی جب اہل مکہ کو از راہ نصیحت اپنی سابقہ زندگی کی سیاہ کاریوں، نافرمانیوں، فسق و فجور اور کفر و شرک کی طرف توجہ دلا کر انھیں ایمان لانے اور سابقہ کرتوتوں پر استغفار کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، اس کے رسول پر ایمان لاکر اس کی نازل کردہ کتاب مبین کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا کہا جاتا ہے تاکہ وہ رحیم و کریم پروردگار انکے گناہوں کو درگزر فرما کر انھیں اخروی نعمتوں سے نوازے تو وہ اعراض کرتے ہیں اور سابقہ امتوں کے انجام بد سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی تھی جس کی پاداش میں انھیں دنیا میں عذاب میں مبتلا کر دیا گیا اور انھیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اگر تم نے بھی اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی تو پھر کہیں تمہیں بھی عذاب میں مبتلا نہ کر دیا جائے اور پھر آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑا سخت ہے لیکن وہ اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتے اور نہ ہی درس عبرت حاصل کرتے ہیں۔

بقول سید قطب شہید ''اگر دل میں کچھ توجہ ہو تو بیان کردہ آیات و دلائل تدبر و تفکر پیدا

Marfat.com

کرنے اور احساس و شعور دلانے کے لئے کافی ہیں۔ بلکہ اگر ان میں غور کریں تو ان کے دل پر لرزہ اور رعشہ طاری ہو جائے گا۔ پھر سمجھانے اور عبرت دلانے کے لئے کتاب منزل کے علاوہ یہ کتاب کائنات بھی موجود ہے جس کا ہر ہر صفحہ عظمت خالق پر گواہ ہے اس کی لطیف تدبیر و تقدیر پر شاہد عادل ہے مگر یہ غافل آیات کائنات سے غافل اور معرض ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کائنات پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ تفہیم و تبلیغ کے لئے رسل مبعوث فرمائے جو انھیں خبر دار کرتے اور خالق و مالک کائنات کی طرف بلاتے رہے۔ اگر یہ لوگ ذرا بھی غور و فکر کرتے تو خوف خدا کے لئے یہ سب کچھ کافی و وافی تھا۔ مگر افسوس کہ انھوں نے پیغمبروں کی ہدایت کو قبول نہ کیا اور ان کی پکار پہ لبیک نہ کہا۔ (☆فی ظلال القرآن ج ٦ ص ٢١٢ زیر آیت مذکورہ)

علامہ ابو سعود حنفی لکھتے ہیں آیات سے مراد آیات تنزیلیہ (نازل کی جانے والی نشانیاں) ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت گری پر گواہی دے رہی ہیں اور اس کی بڑی بڑی نعمتیں ہیں یا آیات تکوینیہ جو معجزات اور ان تعجب انگیز مصنوعات کو شامل ہیں جن کے ذکر کا مقصد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اکیلا معبود ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

والمراد بالأيات اما الأيت التنزيلية التى من جملتها الأيات الناطقة ببدائع صنع الله و سوابغ نعمه او الأيت التكوينية الشاملة للمعجزات و غيرها من تعاجيب المصنوعات التى من جملتها ما ذكر من شئونه الشاملة بواحدانيته تعالىٰ و تفرده بالالوهية (☆تفسیر ابی سعود ج ٤ ص ٢٥٥)

انفاق کا حکم اور کفار کا استہزاء:

اگر دولت مند طبقہ کو از راہ نصیحت غرباء، فقراء اور مساکین کی مدد اور انھیں کھانا کھلانے کا کہا جاتا ہے اور انھیں یہ بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے یہ مال اس کی رضا جوئی کی خاطر اس کے غریب و لاچار بندوں کی چارہ جوئی کے لئے خرچ کرو۔ مفلوک الحال اور غربت کے ستائے ہوئے بھوکوں اور پیاسوں کی بھوک پیاس مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ

Marfat.com

مال میں سے کچھ انکی بھلائی کے لئے صرف کروتو ازراہ مزاح اور استھزاء مسلمان سے کہتے ہیں تم ہمیں ان ناداروں کے لئے کھانا کھلانے اور کپڑے پہنانے پر برانگیختہ کر رہے ہو اور ہم سے درخواستیں اور اپیلیں کرر ہے ہو اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود ہی انھیں اس فقر اور مفلسی سے نجات عطا کرتا بلکہ وہ انھیں بھی یونہی خوشحال اور غنی بنا دیتا جیسا کہ اس نے ہمیں نعمتیں عطا کی ہیں۔ پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہی غربت اور مفلسی کا شکار کیا ہم اسے کیوں کر غنی کریں۔ ہم اسے کیوں کر کھلائیں تمہارا ہمیں ان کی مدد پر ابھارنا عقل وخرد سے میل نہیں کھاتا۔ بلکہ تم بڑی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مکہ میں زنادقہ کا ایک گروہ رہتا تھا جب ان سے کہا جاتا کہ تم ان فقراء اور مساکین کی مدد کرو جنہیں نان جویں میسر نہیں ہے انھیں کھانا کھلاؤ تو وہ کہتے **لا واللہ لانفعل ایفقرہ اللہ ونطعمہ نحن** ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے کیا جسے اللہ تعالیٰ فقر میں مبتلا کرے اور ہم اسے کھانا کھلائیں۔ (ایسا نہیں ہوسکتا) (☆ الجامع لاحکام لاقرآن ج ۸ ص زیر آیت مذکورہ)

اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ مسلمانوں کے اس دعوی کی تردید کریں کہ تمام مخلوق کا رازق اللہ جل مجدہ کی ذات ہے۔ یعنی تمہارا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا مالک ہے زمین و آسمان کی ہر ہر شے کا خالق وہی ہے اور اگر تمہارا یہ دعوی صحیح ہے تو پھر تم ہمیں فقراء کو کھانا کھلانے کا کہتے کیوں ہو؟ ان نادانوں اور احمقوں کو کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں تمام مخلوق کا رزق ہے وہ اگر کسی کو نوازتا ہے تو اس لئے کہ وہ دیکھے اس کا بندہ ان نعمتوں کی قدردانی بھی کرتا ہے یا کہ نہیں؟ میرے دیئے ہوئے مال کو میری رضا کے حصول کے لئے میری راہ میں خرچ بھی کرتا ہے یا کہ اس پر سانپ بن کر بیٹھ جاتا ہے؟ اور اگر کسی کو غربت اور مفلسی میں مبتلا کر دیتا ہے تو یہ بھی آزمائش کی خاطر ہوتا ہے کہ میرا بندہ ان مصائب اور تکالیف میں مجھے یاد بھی رکھتا ہے کہ نہیں؟ صبر کا دامن تھام کر راضی برضا رہتا ہے یا کہ جزع فزع کر کے بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے؟ اس کا سبب یہ نہیں کہ وہ کسی پر دینا تنگ کر دیتا ہے بخل کی بنا پر اور اگر اس نے امیر کو فقیر پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے تو اس لئے نہیں کہ اسے مال کی ضرورت ہے بلکہ وہ ہر حال میں آزماتا ہے۔

Marfat.com

سرمایہ دارانہ ذہنیت کی عکاسی:

اس آیت کریمہ میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کی صحیح عکاسی کی گئی ہے ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

اس آیت کریمہ میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کی کتنی صحیح عکاسی کی گئی ہے پہلے بھی اس کا یہی حال تھا اور آج بھی اس ذہنیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے چند لوگ اس زہریلی ذہنیت کے مالک ہوتے تھے۔ اور آج اس مادی ترقی کے دور میں ان کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے پہلے مروت واحسان کی کوئی نہ کوئی جھلک ان لوگوں میں بھی نظر آتی تھی آج یورپ کے اس مشینی دور نے احساس مروت کو بھی کچل کے رکھ دیا ہے دولت کی والہانہ محبت ان کو کس مقام پر کھڑا کر دیتی ہے وہ کتنے حجت باز اور حیلہ ساز بن جاتے ہیں جو سیدھی اور صاف بات انھیں کہی جاتی ہے اس کا کتنا الٹا جواب دیتے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے نہ تو خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی انھیں توفیق نصیب ہوتی ہے اور نہ اپنے بھائیوں کی خستہ حالی اور تنگ دستی پر ان کا دل پسیجتا ہے۔ ایسی بیمار ذہنیت کے باعث ہی دنیا میں خونی انقلاب آئے کئی شاہی خاندان خون کے تلاطم میں بہہ گئے۔ جھونپڑوں میں بسنے والوں نے تنگ آ کر محلات اور امراء کی حویلیوں کو جلا کر خاک سیاہ بنا دیا۔ اس کے باوجود دولت کی محبت کا نشہ کم نہیں ہوا وہی لوگ جو کل سرمایہ داری کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اٹھے تھے۔ اور اس بے رحم ذہنیت سے ٹکرا کرا سے پاش پاش کر دیا تھا آج جب اقتدار اور دولت کے خزانوں کی کنجیاں ان کے ہاتھ آئیں انھیں وہ نعرہ ہی فراموش ہو گیا انھوں نے بھی اپنے پیش روں کی طرح لکشمی دیوی کی پوجا شروع کر دی اور سانپ بن کر خزانوں پر بیٹھ گئے مزدوروں، محنت کشوں اور کسانوں وغیرہ کے ساتھ انھوں نے وہی بے رحمانہ سلوک شروع کر دیا ان خونی انقلابات کی تاریخ کا جب انسان مطالعہ کرتا ہے تو اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جب تک اللہ کا خوف اور قیامت کے محاسبہ کا یقین دل میں پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک جور وستم کو مٹانے کے لئے جو کوشش کی جائے گی اس سے جور وستم کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا مسند اقتدار پر فائز ہونے کے بعد اور ملکی خزانوں پر تصرف کا مکمل اختیار رکھنے کے باوجود وہی

Marfat.com

لوگ دنیا کی محبت سے اپنادامن بچاسکتے ہیں جنہیں فیض نسبت سے کچھ حصہ مرحمت ہوتا ہے۔

(☆تفسیر ضیاء القرآن ج۴ص۱۸۲ازیرآیت مذکورہ)

انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت قرآن کی نظر میں:

(۱) الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لایتبعون ما انفقوا مناً ولا اذیً لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون (البقرۃ/۲۶۲)

ترجمہ: جولوگ اپنے مالوں کواللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر جوخرچ کیااس کے پیچھے نہ احسان جتلاتے ہیں اورنہ ہی تکلیف دیتے ہیں ان کااجران کےرب کے ہاں ہےنہ وہ خوفزدہ ہوں گےاورنہ ہی غمگین۔

(۲) الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سر اوعلانیة فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون (البقرۃ/۲۷۴)

ترجمہ: جولوگ اپنے مال دن رات اعلانیہ اور پوشیدہ طور پرخرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کےرب کے ہاں اجر ہےانھیں نہ تو کوئی خوف ہوگااورنہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

(۳) وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکة واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین (البقرۃ/۱۹۵)

ترجمہ: اورخرچ کیا کرواللہ تعالیٰ کی راہ میں اوراپنے آپ کواپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اچھے کام کیا کرو بےشک اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں سےمحبت کرتا ہے۔

(۴) وما تنفقوا من شیئی فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لاتظلمون (الانفال:۶۰)

ترجمہ: اورتم جوکچھ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروگے تمہیں پوراپورااجر ملے گااورتم پرظلم نہیں کیاجائےگا۔

(۵) مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم (البقرہ/۲۶۱)

Marfat.com

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں دانہ کی طرح ہے جو سات بالیں اگاتا ہے اور ہر بال میں سو دانہ ہو اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وسیع بخشش والا اور جاننے والا ہے۔

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جن میں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت اور اس کی فضیلت کو ذکر کیا گیا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

(۱) عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ لایتصدق احد بتمرة من كسب طيب الا اخذها الله بيمينه فيربيها كما يربی احدكم فلوة او قلوصة حتی تكون مثل الجبل او اعظم.

(☆ مسلم شریف کتاب الزکوۃ باب مقبول الصدقہ من کسب الطیب وتربیتھا)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی کمائی سے ایک کھجور بھی صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے اس کو بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے حتی کہ پہاڑ سے بڑھ جاتا ہے۔

(۲) عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الصدقة لتطفی غضب الرب و تدفع ميتة السوء (رواہ ترمذی)

ترجمہ: صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور میت سے عذاب کو دور کرتا ہے۔

(۳) عن ابی سعيده الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ ايما مسلم كسا مسلما ثوبا عری كساه الله من خضر الجنة و ايما مسلم اطعم مسلما علی جوع، اطعمه الله من ثمار الجنة و ايما مسلم سقی مسلما علی ظماء، سقاه الله من الرحيق المختوم.

(رواہ ابوداؤد والترمذی)(☆ مشکوۃ کتاب الزکوۃ فصل دوم)

Marfat.com

ترجمہ: جو مسلم شخص کسی دوسرے عریاں مسلمان شخص کو کپڑے پہناتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے سبز کپڑے پہنائے گا جو مسلمان کسی دوسرے بھوکے مسلمان کو کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ جنت کے پھل اسے کھلائے گا جو کسی مسلمان پیاسے کو پانی پلاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوشبو والی خالص شراب پلائے گا۔

(۴) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه یرفعه قال ثلاثة یحبهم اللہ! رجل قام من اللیل یتلو کتاب اللہ و رجل یتصدق بصدقة بیمینه یخفیها اراہ قال من شماله و رجل کان فی سریة فانهزم اصحابه فاستقبل العدو۔

(رواہ الترمذی) (☆مشکوۃ المصابیح کتاب الزکوۃ باب فضل الصدقۃ فصل ثانی)

ترجمہ: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے وہ شخص جو راتوں کو قیام کی حالت میں کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے دوسرا وہ شخص جو اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح پوشیدہ طور پر صدقہ کرتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوتی تیسرا وہ شخص جو کسی جنگ میں شریک ہو اس کے ساتھی بھاگ جائیں اور وہ دشمن کا مقابلہ کرے۔

(۵) عن ابی هریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنه یبلغ به النبی ﷺ قال قال اللہ یا ابن ادم انفق انفق علیک و قال یمین اللہ ملای و فی روایة اخری لایغیضها سحاء اللیل و النهار ارایتم ما انفق مذخلق السموات و الارض فانه لم یغض ما فی یمینه قال و عرشه علی الماء و بیدہ الاخری القبض یرفع و یخفض

(☆مسلم کتاب الزکوۃ باب الحث علی النفقۃ وتبشیر المنفق بالخلف)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ دوسری روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے رات و دن کے خرچ سے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ زمین و آسمان کی تخلق کے بعد سے اللہ تعالیٰ نے کس قدر خرچ کیا (اس کے باوجود) اس کے ہاتھ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اس کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں صفت قبض ہے جسے چاہتا ہے بلند

Marfat.com

مرتبہ عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے پست کر دیتا ہے۔

(۶) عن عدی بن حاتم قال سمعت النبی ﷺ یقول من استطاع منکم ان یستتر من النار ولو بشق تمرة فلیفعل (☆مسلم کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق المرۃ)

ترجمہ: جو شخص تم میں سے کھجور کے ایک ٹکڑے کے سبب دوزخ سے بچ سکتا ہے تو وہ ایسا کرے۔

(۷) عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله ﷺ اذا انفقت المراة من طعام بیتها غیر مفسدة کان لها اجرها بما انفقت و لزوجها اجره بما کسب و للخازن مثل ذالک لاینقص بعضهم اجر بعض شیئا

(☆مسلم کتاب الزکوۃ باب اجر الخازن الامین والمراۃ اذا تصدقت من بیت زوجھا غیر مفسدۃ)

ترجمہ: جب کوئی عورت اپنے گھر کے طعام سے اس کو خراب کئے بغیر خرچ کرے تو اس کو خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خازن کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا اور کسی کا اجر کم نہیں ہوگا۔ کسی دوسرے کی وجہ سے۔

(۸) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله ﷺ قال ما من یوم یصبح فیه العباد الا و ملکان ینزلان یقول احدهما اللهم اعط منفقا خلفا و یقول الاخر اللهم اعط ممسکا تلفا (☆تفسیر خازن ج۱ ص۲۷۶ ازیر آیت الشیطن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء والمنکر)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر روز صبح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک عرض گزار ہوتا ہے الٰہی خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا عرض کرتا ہے پروردگار خرچ نہ کرنے والے کے مال کو تلف فرما۔

بخل کے محرکات:

وہ عوامل ومحرکات جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے اور اسے ذخیرہ کرنے پر ابھارتے ہیں ان کا مختصر سا جائزہ لینا ضروری ہے تا کہ یہ بات بخوبی آشکارا ہو جائے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے دیئے

Marfat.com

ہوئے مال کو اس کی راہ میں اس کی رضا جوئی کی خاطر صرف نہیں کرتا اس کے غضب اور ناراضگی کو مول لیتا ہے، انسان کی کتنی بڑی بدبختی ہے کہ وہ مال جو اللہ کا ہے انسان کے پاس امانت ہے لیکن بایں ہمہ وہ اس مالک اصلی اور حقیقی کے حکم کے تحت اسے خرچ نہیں کرتا اور اس کی ناراضگی اور غضب کا مستحق بنتا ہے لہٰذا ان عوامل کو مختصرا بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) مال کی محبت:

سب سے اہم اور پہلا سبب جو اللہ کے راستہ میں مال کے صرف کرنے سے رکاوٹ بنتا ہے وہ مال کی محبت ہے جو انسان کو زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے اور اپنے پاس ذخیرہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ نہ وہ اسے اپنے اوپر خرچ کرتا ہے نہ ہی مخلوق خدا کی بھلائی اور رفاہ عامہ اور معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے اسے صرف کرتا ہے وہ ہمیشہ اسے گنتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی موت کو بھی بھول جاتا ہے اور اپنے خالق و مالک کو بھی جس نے یہ مال اسے عطا کیا ہوتا ہے وہ یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ یہ مال اس کی اپنی جدوجہد اور اپنی محنت کا ثمر ہے کسی اور کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہو سکتا۔ وہ اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ یہ مال بھی اسے خدا نے ہی عطا کیا ہے وہی اس مال کا بھی مالک ہے اور اس کی اپنی ذات کا مالک و خالق بھی وہی ہے اسی حقیقت کو اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے **الذی جمع مالا و عدده یحسب ان ماله اخلده کلا لینبذن فی الحطمة** (الھمز ۴ تا ۲)

(خرابی ہے اس کے لئے) جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا؟ ہرگز نہیں اسے ضرور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا کہ آج تو وہ مال جمع کر کے لوگوں پر اپنی دولت کی دھاک بٹھانا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس مال کی حیثیت چند کوڑیوں کی سی بھی نہیں بلکہ یہی مال جس کی محبت میں یہ اس قدر وارفتہ ہو چکا ہے اور ہماری رضا کی خاطر خرچ کرنا گوارا نہیں کرتا یہی مال اس کے لئے عذاب کا باعث بنے گا اور یہ عذاب بہت بڑا سخت ہوگا۔ دوسرے مقام پر

Marfat.com

عدم انفاق فی سبیل اللہ کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جب قیامت کے دن کفار کو جہنم رسید کیا جائے گا تو فرشتے ان سے عذاب کی وجہ پوچھیں گے تو وہ کہیں گے لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین (مدثر) ہم نماز ادا نہیں کرتے تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے یعنی صدقہ وخیرات نہیں کرتے تھے۔

نیز ارشاد ربانی ہے۔ یاایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیه ولا خلة ولا شفاعة (البقرۃ ۲۵۴)

اے ایمان والو اس مال سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس سے قبل کہ تمہارے پاس وہ دن آ جائے جس دن نہ تو خرید وفروخت ہوگی اور نہ ہی (کفار کے لئے) کوئی دوستی ہوگی اور نہ ہی (ان کے لئے) شفاعت ہوگی۔

یعنی وہ مال ودولت جو اللہ رب العزت نے تمہیں عطا کیا ہے ایک متعین مدت تک تمہارے پاس ہے اور ایک محدود وقت تک تم اس سے اپنے تصرف میں لا سکتے ہو جب یہ مدت اور مہلت ختم ہو جائے گی تو پھر تم سے اختیار چھن جائے گا پھر تم خرچ کرنا چاہو گے لیکن کر نہیں سکو گے تم اسے راہ خدا میں اس کے دین کی سربلندی کے لئے اس کے بندوں کی اصلاح وفلاح اور ان کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا چاہو گے لیکن وہ مدت ختم ہو چکی ہوگی اس وقت تم کف افسوس ملو گے لیکن بے سود لہٰذا وہ دن آنے سے قبل اس مہلت سے فائدہ اٹھاؤ اور اس مال کو راہ خدا میں لٹاؤ اور سعادت دارین حاصل کرو۔

(۲) فقر کا خوف:

دوسری چیز جو راہ خدا میں مال لٹانے اور مالی قربانی سے منع کرتی ہے اور انسان کو مقرب بارگاہ الٰہی بننے سے باز رکھتی ہے وہ فقر اور مفلسی کا خوف ہے کہ اگر راہ خدا میں مال صرف کیا تو پھر اپنی ضروریات کہاں سے پوری ہوں گی؟ سامان تعیش کیسے حاصل کیا جائے گا؟ داد عیش کیسے دی جائے گی؟ کیا اپنا مال خرچ کر کے ہم خود مفلسی اور غربت میں مبتلا ہو جائیں اور پھر در در کی

Marfat.com

ٹھوکریں کھاتے پھریں؟ اسی حقیقت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان فرمایا **الشیطٰن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ و فضلا واللہ واسع علیم** (البقرہ/۲۶۸) شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا ہے اور فحش اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسیع علم والا ہے۔

یعنی شیطان تمہارے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے اور خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے باز رکھتا ہے وہ فقر، کفایت شعاری اور دور اندیشی وغیرہ کے حسین اور رنگین عنوانات سے انسان کو مال خرچ نہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور انسان کو بخل کرنے پر ابھارتا ہے۔ علامہ خازن لکھتے ہیں اس آیت میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ شیطان پہلے انسان کو فقر کا خوف دلاتا ہے اور اس خوف کے ذریعے پھر وہ فحش اور بے حیائی تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اور وہ بخل ہے کیوں کہ بخل تمام کے نزدیک صفت مذمومہ ہے لہٰذا شیطان ابتداً اس مقدمہ کے ذریعے اس صفت مذمومہ کو اس کے لئے حسین وجمیل بنا کر پیش کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **الشیطٰن یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ و فضلا۔**

(☆تفسیر خازن ص۲۷۶ ج ازیر آیت مذکورہ)

حقیقت یہ ہے کہ مال صرف کرنے سے گھٹتا نہیں بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے اس میں اضافہ دنیا میں بھی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اس پر اجر ملتا ہے، اسی آیت کے اگلے حصہ میں اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا **واللہ یعدکم مغفرۃ منہ و فضلاً** یعنی اللہ تم سے آخرت کی مغفرت کا وعدہ فرماتا ہے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما کر تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے گا اور تمہارے ان صدقات وخیرات کو گناہوں کا کفارہ بنائے گا اور فضل سے مراد دنیا میں مال کے اندر اضافہ ہے دوسری آیت مقدسہ میں ارشاد ربانی ہے۔ **ویربی الصدقات** (البقرہ/۲۷۱) وہ صدقات کو بڑھاتا ہے۔ یعنی ان میں کئی گنا اضافہ فرماتا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

Marfat.com

انفقی ولا تحصی فیحصی علیک ولا توعی فیوعی علیک یعنی آپ خرچ کریں اور شمار نہ کریں کہ آپ پر شمار کیا جائے کنجوسی نہ کریں کہ آپ پر بخل اور کنجوسی کی جائے۔

مطلب یہ کہ مال کو ذخیرہ کر کے نہ رکھا جائے بلکہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہا کریں تمہارے مالوں میں برکت ڈالی جائے گی۔ اور اس کا خلف اور نعم البدل دنیا میں ہی آپ کو دیا جاتا رہے گا اگر آپ کنجوسی سے کام لیں گے تو پھر تم پر بھی کنجوسی سے کام لیا جائے گا اور تمہارا رزق تم پر تنگ کر دیا جائے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضا عفہ لہ اضعافا کثیرۃ (البقرہ/۲۴۹)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس قرض کو کئی گنا بڑھا دے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں مال خرچ کرنے اور صدقہ وخیرات کرنے کو قرض حسنہ سے تعبیر کیا۔ اور قرض اسم لکل مایلتمس علیہ الجزاء ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس پر جزاء کا مطالبہ کیا جاتا ہے (☆ الجامع لاحکام القرآن ص۱۸۲ ج ۲ زیر آیت من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا الخ)

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان محض ہے کہ جو مال اس نے بندوں کو دیا ہے اسی مال کو اپنی راہ میں خرچ کرنے کو قرض حسنہ سے تعبیر کرتا ہے اور اس کی واپسی اور اس کا اجر اپنے ذمہ کرم پر واجب ٹھہراتا ہے اور پھر اس لئے وہ مال کے خرچ کرنے کا مطالبہ بھی نہیں کرتا کہ اسے خود اس مال کی ضرورت ہے بلکہ اس کا مقصد بندگان خدا ہی کا بھلا ہے۔ ورنہ اس کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

حدیث صحیح میں ہے حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن

Marfat.com

اللہ رب العزت فرمائے گا یاابن ادم استطعمتک فلم تطعمنی قال یارب کیف اطعمک وانت رب العلمین قال اما علمت انه استطعمک عبدی فلان فلم تطعمه لو اطعمته وجدته عندی (☆مسلم کتاب البر والصلہ والادب باب فضل عیادۃ المریض)

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا! وہ شخص کہے گا، اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا حالانکہ تو رب العلمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔

اللہ تعالیٰ صدقات وخیرات کو تو قطعا لوٹائے گا لیکن اس کی جزاء کو اس نے مخفی رکھا ہے۔

حدیث شریف میں ہے النفقة فی سبیل الله تضاعف الی سبعمائة ضعف و اکثر (☆ترمذی فضائل الجہاد باب ماجاء فی فضل النفقۃ فی سبیل اللہ)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا اور اس سے بھی زائد ہے۔

بخل کی مذمت قرآن وحدیث کی روشنی میں:

قرآن حکیم میں بخل کی مذمت اللہ تعالیٰ نے الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی جباههم و جنوبهم و ظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (التوبۃ ۳۴،۳۵)

اور جو لوگ سونا چاندی ذخیرہ کر کے رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں آپ عذاب الیم کی خوشخبری سنائیں۔ جس دن (یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو داغا جائے گا اور ان کے پہلوؤں اور پشتوں کو بھی (اور انھیں بتایا جائے گا) کہ یہ ہے (وہ تمہارا مال) جسے تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا اب اس کی (سزا) چکھو جو تم جمع کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

اس آیت مقدسہ میں ان لوگوں کے لئے وعید سنائی گئی ہے جو اپنے مالوں کو راہ خدا میں صرف نہیں کرتے ۔ اور غایت حرص کی بنا پر مال کے حقوق کو ادا نہیں کرتے ۔ اور جہاں شریعت مطہرہ نے مال کے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہاں مال کو خرچ نہیں کرتے نہ کہ مطلق مال جمع کرنے پر وہی مال مذموم ہے جس میں ضروری مصارف خیر کی گنجائش نہ رکھی گئی ہو ۔ سوائے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند اہل زہد کے باقی تمام اکابر صحابہ کرام و تابعین اور جمہور علماء اسلام کا اس میں اجماع ہے کہ مطلق مال جمع کرنا مذموم نہیں ہے ۔ اور صحابہ کرام میں سے بعض صحابہ بڑے دولت مند تھے مثلاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔ علامہ نسفی لکھتے ہیں یہ صحابہ کرام مال جمع بھی کرتے تھے اور اس میں تصرف بھی کرتے تھے اور کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا ۔ لان الاعراض اختیار للافتناء مباح لایذم صاحبہ کہ مال سے اعراض کرنا افضل کو اختیار کرنا ہے اور مال جمع کرنا مباح ہے اور جمع کرنے والے کی مذمت نہیں کی جائے گی ۔

(☆ تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۹۵ زیر آیت مذکورہ آیت نمبر ۳۵ سورۃ نمبر ۹)

بخل کی مذمت حدیث کی روشنی میں :۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت ذہب و فضہ والی نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے فرمایا ہم کونسا مال رکھیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں گا آپ نے اونٹ پر اپنا مال رکھا اور حضور ﷺ کو آ ملے حضرت ثوبان فرماتے ہیں میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا ۔ تو عرض کی یا رسول اللہ ہم کونسا مال رکھیں، تو آپ نے فرمایا قلبا شاکرا ولسانا ذاکرا و زوجۃ تعین احدکم علی امر الآخرۃ رواہ الترمذی و ابن ماجہ (☆ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۸ سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۴) وفی روایۃ آخر آپ نے تین بار فرمایا تبا للذہب و فضتہ

آپ نے فرمایا شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان، اور ایسی بیوی جو آخرت کے معاملات میں تمہاری مدد کرنے والی ہو ۔

Marfat.com

دوسری روایت کے الفاظ ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا سونا اور چاندی کیلئے ہلاکت ہو۔

(۲) عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا انھا جائت النبی ﷺ فقالت یا نبی اللہ لیس لی من شیء الا ما دخل علی الزبیر فھل علی جناح ان ارضخ مما یدخل علی فقال ارضخی ما استطعت ولا توعی فیوعی اللہ علیک۔

(☆مسلم کتاب الزکوۃ۔باب الحث علی الانفاق وکراھۃ الاحصاء)

ترجمہ: اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس تو اس مال کے سوا کچھ نہیں جو زبیر مجھے دیتے ہیں اگر میں اس مال سے خرچ کروں تو کیا مجھے گناہ ہوگا آپ نے فرمایا جس قدر دے سکو دو اور جمع نہ کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے معاملے میں جمع کرے گا۔

(۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل البخیل والمتصدق مثل رجلین علیھما جنتان من حدید اذاھم المتصدق بصدقۃ اتسعت علیہ حتیٰ تعفی اثرہ اذا ھم البخیل بصدقۃ تقلصت علیہ فانضمت یداہ الیٰ تراقیہ وانقبضت کل حلقۃ الیٰ صاحبتھا قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فیجھدان یوسعھا فلا یستطیع۔ (مسلم کتاب الزکوۃ۔باب مثل المنفق والبخیل)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں جب صدقہ کرنے والا صدقہ کرنے کی نیت کرتا ہے تو زرہ کشادہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس کے نشانات مٹا دیتی ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ اس پر تنگ ہو جاتی ہے اس کے ہاتھ اس کے گلے میں پھنس جاتے ہیں اور ہر حلقہ دوسرے میں گھس جاتا ہے راوی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا بخیل اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتی۔

Marfat.com

(۴) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ ما من یوم یصبح العباد فیه الا ملکان ینزلان فیقول احدهما اللهم اعط منفقا خلفاو یقول الآخر اللهم اعط ممسکا تلفا.

(مشکوۃ المصابیح۔ کتاب الزکوۃ باب الانفاق وکراھیۃ الامساک فصل اول۔)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بھی دن ایسا نہیں جس میں لوگ صبح کرتے ہیں مگر یہ کہ دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے پروردگار خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا عرض کرتا ہے الٰہی کنجوس اور خرچ نہ کرنے والے کے مال کو تلف فرما۔ (متفق علیہ)

(۵) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال رسول الله ﷺ السخی قریب من الله قریب من الجنة قریب من الناس بعید من النار والبخیل بعید من الله بعید من الجنة بعید من الناس قریب من النار والجاهل السخی احب الی الله من عابد بخیل رواه الترمذی. (مشکوۃ المصابیح۔ کتاب الزکوۃ باب الانفاق وکراھیۃ الامساک فصل دوم۔)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سخی اللہ تعالیٰ کے قریب، جنت کے قریب، لوگوں کے قریب اور آگ سے دور ہے اور بخیل اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہے اور جاہل سخی اللہ تعالیٰ کے ہاں بخیل عابد سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۶) عن ابی سعید رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ خصلتان لا تجتمعان فی مومن. البخل وسوء الخلق. رواه الترمذی.

(مشکوۃ المصابیح۔ کتاب الزکوۃ باب الانفاق وکراھیۃ الامساک فصل الثانی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ بخل اور بد خلقی۔

(۷) عن ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ لا یدخل الجنة خب ولا بخیل ولا منان. رواه الترمذی.

(مشکوۃ المصابیح۔ کتاب الزکوۃ باب الانفاق وکراھیۃ الامساک فصل الثانی)

Marfat.com

ترجمہ: ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں دھوکے باز، بخیل اور احسان جتلانے والا داخل نہیں ہونگے۔

انفاق فی سبیل اللہ کے آداب:

(۱) رضائے الٰہی کا حصول:

سب سے اہم اور بنیادی چیز انفاق کے وقت رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہئے۔ کسی دنیاوی غرض اور مقصد کے تحت خرچ نہ کیا جائے حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے" انما الاعمال بالنیات" ترجمہ: عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

یعنی اللہ کے ہاں وہی نیکی معتبر ہوگی جس میں اس کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی مطلوب ہو۔ دکھلاوا مطلوب نہ ہو۔ ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" لو کان لی مثل احد ذھبا لسرنی ان لایمر علیٰ ثلاث لیال وعندی منه شیء الا شیء ارصده لدین" رواه البخاری.

(مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الزکوٰۃ باب الانفاق وکراھیۃ الامساک فصل اول)

ترجمہ: اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا بھی ہو تو میری خوشی اسی میں ہے کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے پہلے میں اس کو راہ خدا میں لٹا دوں سوائے اتنے مال کے جسے میں قرض کی ادائیگی کیلئے روکے رکھوں۔

اللہ رب العزت کا فرمان ایک تمثیلی انداز میں اسی حقیقت کو سمجھا رہا ہے کہ صدقات و خیرات، کے وقت دکھلاوا اور لوگوں میں جود وسخا کا چرچا مطلوب نہیں ہونا چاہئے صرف اللہ کی رضا مطلوب ہونی چاہئے۔

مثل الذین ینفقون اموالهم ابتغاء مرضات الله وتثبیتا من انفسهم کمثل جنة بربوة اصابها وابل فاتت اکلها ضعفین فان لم یصبها وابل فطل والله بما تعملون بصیر. (البقرہ ۲۶۵)

Marfat.com

ترجمہ: جولوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال اللہ کی رضا جوئی کیلئے خرچ کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو پختہ کرنے کیلئے۔ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جو ایک بلند زمین پر ہو اس پر زور کا مینہ برسا ہو اور وہ باغ دگنا پھل لایا ہو اگر مینہ نہ بھی برستا تو اس کیلئے شبنم ہی کافی ہو جاتی۔اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پاکباز بندوں اور مخلص بندوں کے مال خرچ کرنے کو مینہ اور موسلا دھار بارش سے تعبیر کیا ہے جو کمال خلوص اور نیک نیتی سے فقط رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر خرچ کرتے ہیں جن کی غرض اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی کہ ان کا پروردگار ان سے راضی ہو جائے۔اور ان کے لوں میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کو صرف کرنے اور قربان کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے۔اور کمال خلوص اگر نہ بھی ہو تو بھی صرف مال کا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ کرنا انہیں مضر نہیں۔

اور دکھلاوے کی مثال اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں بیان فرمائی۔ایود احدکم ان تکون له جنة من نخیل و اعناب تجری من تحتها الانهار له فیها من کل ثمرات واصابه الکبر وله ذریة ضعفاء واصابها اعصار فیه نار فاحترقت کذالک یبین الله لکم الآیٰت لعلکم تتفکرون ۔

ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا انگوروں اور کھجوروں کا ایک باغ ہو اس میں اس کیلئے ہر قسم کے پھل ہوں اور اسے بڑھاپے نے آلیا ہو اور اس کی چھوٹی چھوٹی اولاد ہو اور اس کے باغ کو آگ کا بگولا آلے اور اسے جلا کر خاکستر کر دے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات کو بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔(البقرہ:۲۶۶)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ریاکاری کرنے والوں کے اعمال کے اکارت جانے کا ذکر فرمایا ہے یعنی جو لوگ اس غرض سے صدقات وخیرات کرتے ہیں تاکہ ان کی سخاوت کا چرچا چار دانگ عالم میں ہو جائے ہر ایک کی زبان پر اس کی دریا دلی کے قصیدے جاری ہوں اگر اس غرض سے کوئی خیرات کرتا ہے مال خرچ کرتا ہے تو اسے اس کا کوئی ثواب و اجر نہیں ملے

Marfat.com

گا۔اس کے ان اعمال کو یونہی ضائع کیا جائے گا جیسے ایک بگولہ اس باغ کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔بقول ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اگر ریا کاری کے بگولے سے تم نے ان کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا تو قیامت کے دن تمہاری حسرت، ندامت اور دل سوزی کا کیا عالم ہوگا اگر تم اس اندوھناک صورت حال سے دوچار نہیں ہونا چاہتے تو اپنے اعمال کو ریا اور دکھلاوے سے بچاؤ۔ (تفسیر ضیاء القرآن۔ج ۲۔ص ۱۸۸۔زیر آیت سورہ بقرہ ۲۶۶)

(۲) خلوص نیت:

راہ حق میں مال خرچ کرنے کیلئے خلوص نیت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔جب نیت خالص ہوگی اور صرف مال سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہوگی پھر چاہے وہ مال سراخرچ کرے یا اعلانیہ طور پر ہر دو حال میں مقبول ہوگا۔یہ نہیں کہ وہ ریا کاری سے بچتے ہوئے ایک مظلوم، نادار اور جان بلب آدمی کی مدد اور اعانت اس لئے نہ کرے کہ لوگ دیکھ رہے ہیں۔اور وہ کہیں ریا کاری اور دکھلاوے پر محمول نہ کریں۔ بلکہ نیکی اور خیرات ،احسانات اور اعمال صالحہ جب خلوص نیت سے ہوں تو پھر اعلانیہ یا پوشیدہ ہر دو میں سے کوئی بھی مضر نہیں۔قرآن حکیم میں اللہ جل مجدہ کا حکم ہے۔

ان تبدوا الصدقات فنعماهی وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خیر لكم (البقره۔۲۷۱)

ترجمہ: اگر تم خیرات ظاہری طور پر کرو تو یہ بہت اچھا ہے اور اگر تم انہیں پوشیدہ رکھو اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا" **الذین ینفقون اموالهم باللیل والنهار سرا وعلانیة فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون (البقره۔ ۲۷۴)**

ترجمہ: جو لوگ اپنے اموال کو دن رات اعلانیہ اور پوشیدہ طور پر خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ حزن۔

Marfat.com

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ جمہور مفسرین کے نزدیک نفلی صدقات کو خفیہ اور پوشیدہ طور پر دینا اور واجبات کو جہراً اور اعلانیہ طور پر دینا افضل ہے۔ کیونکہ نفلی صدقات اور عبادت میں ریا کا خوف ہے جبکہ واجبات میں اس کا کوئی خوف نہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ نفلی صدقات کو خفیہ دینا اعلانیہ صدقہ سے ستر گنا افضلیت کا حامل ہے اور صدقہ فرضیہ اعلانیہ دینا خفیہ دینے سے پچیس گنا افضل ہے۔ اسی طرح تمام فرائض ونوافل۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے یہ اس پر محمول ہوگا کہ انہوں نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے سنی ہوگی۔ (الجامع الاحکام القرآن۔ ج ۲،ص ۲۵۲ زیر آیت (بقرہ ۲۷۱)

مسلم شریف کی حدیث ہے حضور ﷺ نے فرمایا افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ (مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ باب استحباب الصلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازھا فی المسجد۔)

اس حدیث مبارکہ میں نفلی نماز کو گھر کے اندر پڑھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے وجہ صرف یہ ہے کہ گھر کے اندر پڑھنے میں ریا کاری کو دخل نہیں ہے جبکہ مسجد میں اس کا احتمال ہے۔ اور چونکہ فرائض میں اس چیز کا احتمال نہیں پایا جاتا لہٰذا اس کو اعلانیہ ہی افضل ٹھرایا گیا تا کہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے صدقۃ السر تطفیء غضب الرب

(جامع ترمذی۔ کتاب الزکوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ)

ترجمہ: خفیہ طور پر دیا جانے والا صدقہ اور خیرات اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے لایتم المعروف الا بثلاث خصال تعجیلہ وتصغیرہ وسترہ فاذا اعجلتہ ھنأتہ واذا اصغرتہ عظمتہ واذ سترہ اتممتہ۔

ترجمہ: نیکی تین خصلتوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی نیکی کرنے میں جلدی کرے اسے حقیر سمجھے اور اسے پوشیدہ رکھے جب تم نے نیکی کرنے میں جلدی کی تو اسے خوشگوار بنایا جب اسے حقیر سمجھا تو اس کی قدر کو بڑھایا اور جب اسے پوشیدہ رکھا تو اسے مکمل کر دیا۔

(تفسیر ضیاء القرآن۔ ج ا،ص ۱۹۰، زیر آیت بقرہ ۲۷۱)

Marfat.com

(۳) پسندیدہ مال کا خرچ کرنا:

اللہ تعالیٰ جو ستودہ صفات کمالیہ ہے اس کے حضور جب کوئی صدقہ وخیرات کیا جائے تو پسندیدہ اور محبوب اشیاء کا نذرانہ پیش کیا جائے جو عمدہ بھی ہوں اور حلال بھی اور انہیں حلال اور جائز طریقے سے حاصل بھی کیا گیا ہو۔ ناقص، گھٹیا اور ناکارہ، حرام اور ناجائز ذرائع سے کمایا ہوا مال اللہ کی جناب میں مقبول نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات غنی ہے اسے مال کی ضرورت نہیں ہے اس نے مال خرچ کرنے کا جو حکم دیا ہے وہ اس لئے دیا تاکہ بندہ مومن کے نفس کی اصلاح ہو اور مال کی محبت اور بخل کی آلودگی سے اس کا قلب پاک صاف ہو جائے اور وہ اللہ جل مجدہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کی قربانی دینے کیلئے تیار ہو جائے اور اس کے اندر جذبہ قربانی پروان چڑھ سکے۔

اور دوسرا مقصد بندگان خدا کی بھلائی اور انکی ضروریات کی تکمیل کرنا ہے۔ اور تیسرا مقصد اللہ جل مجدہ کی رضا کا حصول۔ اور یہ تینوں مقصد صرف اس وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب انسان اپنے ہاتھ کی پاکیزہ کمائی میں سے عمدہ اور پسندیدہ مال خرچ کرے تب ہی جا کر اللہ تعالیٰ کے انعامات واکرامات کی بارش اور اس کی رضا جوئی حاصل ہو سکتی ہے اور نفس مومن حرص ولالچ اور بخل کی نجاست وغلاضت سے نجات پا سکتا ہے اور اسی صورت میں راہ خدا میں جان ومال اور اولاد کی قربانی کا جذبہ پروان چڑھ سکتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ جل مجدہ کا فرمان عالیشان ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم باٰخذیه الا ان تغمضوا فیه واعلموا ان الله غنی حمید. (البقرہ ۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو۔ تم اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزوں کو خرچ کرو اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لئے نکالا اس میں سے۔ اور اپنی کمائی میں سے ردی چیزوں کا ارادہ نہ کرو۔ حالانکہ تم (وہ ردی چیز) چشم پوشی کے بغیر نہیں لو گے، اور جان لو بیشک اللہ تعالیٰ غنی ہے

Marfat.com

اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا لن تنا ل البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون و ما تنفقوا من شیء فان الله به علیم (العمران۹۲)

ترجمہ: تم ہرگز کمال نیکی (کا رتبہ) نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی کمائی میں سے پسندیدہ چیزیں خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن تنا ل البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون ۔ اور میرا محبوب ترین مال (بیر رحاء) ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کیلئے صدقہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکے اجر اور اس کے ذخیرہ ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول، جہاں اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے وہاں اس کو رکھ دیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخ بخ ذاک مال رابح وقد سمعت وانا اریٰ ان تجعلها فی الاقربین فقال ابو طلحة افعل یا رسول الله فقسمها ابو طلحة فی اقاربه وبنی عمه.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واہ، واہ یہ ایک نفع بخش مال ہے میں نے اس بات کو سن لیا اور میری رائے ہے کہ تم یہ باغ اپنے اعزاء کو دو۔ ابوطلحہ نے عرض کی یارسول میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ ابوطلحہ نے اپنے اعزاء اور چچازاد بھائیوں میں اسے تقسیم کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ۔ ج ۱، ص ۳۸۱۔ زیر آیت آل عمران ۹۲۔ تفسیر فی ظلال القرآن ۔ ج ۲، ص ۲۱۰، ۲۱۱۔ زیر آیت آل عمران ۹۲۔ بحوالہ مسند امام احمد۔)

صحیحین میں ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ لم اصب ما لا قط هو انفس عندی من سهمی الذی هو بخیبر فما تأمرنی به ؟قال احبس الاصل وسبل الثمرة .

Marfat.com

خیبر میں میرے حصے سے بڑھ کر زیادہ قیمتی اور نفیس مال مجھے کبھی نہیں ملا مجھے آپ اس سلسلے میں کیا حکم دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اصل کو روک دو اور پیداوار کو راہ خدا میں صرف کر دو۔ (تفسیر ابن کثیر۔ ج ۱،ص ۳۸۱۔ زیر آیت آل عمران ۹۲۔ تفسیر فی ظلال القرآن۔ ج ۲،ص ۲۲۱۔ زیر آیت آل عمران ۹۲)

اس قسم کی کئی ایک مثالیں کتب احادیث و تفاسیر میں مذکور ہیں کہ صحابہ کرام نے اللہ جل مجدہ کی پکار پر لبیک کہا اور اپنے مالوں کو اس کی بارگاہ میں لٹا کر نفس کو مال کی غلامی اور شح نفس سے اپنے آپ کو آزاد کروا کر نیکی و تقوی کے بلند درجات پر فائز ہوئے۔

(۴) انفاق کے بعد احسان جتلانے اور دل آزاری کی ممانعت:

انفاق فی سبیل اللہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ صدقات و خیرات اور فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے پر منعم علیہ اور منفق علیہ پر احسان نہ جتلائے اور اس پر طعن و تشنیع کے تیروں کی بوچھاڑ کر کے اس کے دل کو شکستہ نہ کرے کیونکہ ایک تو حوادث زمانہ اور فقر و محتاجی نے اسے شکستہ خاطر کر کے کسی کے صدقات و خیرات کو قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہے دوسرا اگر احسان کرنے والا خیرات کر کے اس پر احسان جتلائے گا تو اس کے شکستہ دل کو مزید ٹھیس پہنچے گی۔ بلکہ معطی کیلئے ضروری ہے کہ وہ بجائے احسان جتلانے اور اسے حقیر و گھٹیا سمجھنے کے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے کہ خدائے بزرگ و برتر کا احسان عظیم ہے کہ اس نے اسے یہ توفیق بخشی کہ وہ اپنے مال سے دوسروں پر خرچ کر کے ان کی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے اور اسے مال و دولت عطا کیا ہے اور کسی کا محتاج نہیں بنایا۔ اور پھر یہ کہ اس نے میرا صدقہ قبول کر کے بھی مجھ پر احسان کیا۔ بندگان خدا کا یہی وطیرہ رہا ہے کہ وہ اگر کسی کو کچھ عطا کرتے ہیں تو اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے اور اس کی خوشنودی ہی ان کا مقصود ہوتی ہے وہ احسانات نہیں جتلایا کرتے بلکہ وہ یہ صدا بلند کرتے ہیں انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء ولا شکورا .(الدھر ۹)

Marfat.com

ترجمہ: (اور کہتے ہیں) ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کھلاتے ہیں ہم نہ تو تم سے کسی اجر کے خواہاں ہیں نہ شکریہ کے۔

لیکن بعض کم ظرف لوگ اگر چند کوڑیاں بھی راہ خدا میں کسی کو عطا کریں تو اس پر احسانات جتاتے ہیں اور انہیں ستاتے ہیں ان پر آوازیں کستے ہیں اور طرح طرح سے عار دلاتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں فرمادیا کہ مومنین کچھ عطا کر کے احسان نہیں جتلایا کرتے۔ اور جو شخص احسان جتلاتا ہے اس کے صدقات و خیرات اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت نہیں پاتا۔ بلکہ وہ سارے کے سارے اعمال اکارت جاتے ہیں۔

الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله ثم لا یتبعون ما انفقوا منا و لا اذیٰ لهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون (البقرہ۔۲۶۲)

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس خرچ کئے ہوئے پر احسان نہیں جتلاتے اور نہ ہی دکھ دیتے ہیں ان کیلئے ان کے رب کے ہاں اجر ہے ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے۔

اور پھر ایک مثال کے ذریعے بنی نوع انسان کو سمجھایا کہ جو شخص خرچ کرنے کے بعد احسان جتلاتا ہے اور ریاکاری سے کام لیتا ہے تو اسکی مثال اس چٹیل پتھر کی طرح ہے جس پر مٹی ہو جب اس پر بارش برستی ہے تو وہ مٹی بہہ جاتی ہے اور نیچے سے صاف وشفاف پتھر نکل آتا ہے۔ اسی طرح منافق اور ریاکار شخص جو خرچ کرنے پر احسانات جتلاتا ہے قیامت کے روز اسکے نامہ اعمال یونہی صاف ہو جائیں گے جس طرح بارش سے وہ پتھر ہوا۔ لہٰذا خرچ کرنے پر احسان نہیں جتلانا چاہئے کیونکہ احسان جتلانے سے اعمال بالکل ضائع ہو جاتے ہیں۔

یا ایها الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ کالذی ینفق ماله رئاء الناس ولا یومن بالله فمثله کمثل صفوان علیه تراب فاصابه وابل فترکه صلدا لا یقدرون علی شیء مما کسبوا والله لا یهدی القوم الکافرین

(البقرہ۔۲۶۴)

Marfat.com

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر ضائع مت کرو۔ اور دکھ پہنچا کر اس آدمی کی طرح جو لوگوں کے دکھلاوے کیلئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنی چٹان ہو جس پر مٹی پڑی ہو پھر اس پر زور کی بارش برسے اور اسے صاف چٹیل چھوڑ دے۔ (ریاکار) اپنی کمائی میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا **ایاکم والامتنان بالمعروف فانه یبطل الشکر ویمحق الاجر ثم تلا لا تبطلوا صدقاتکم با لمن والاذیٰ**۔ یعنی آپ نے فرمایا تم نیکی پر احسان جتلانے سے بچو کیونکہ یہ شکر کو باطل کرتا ہے اور اجر کو مٹا دیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **ولاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ**

(تفسیر قرطبی۔ج ۲، ص ۲۳۶۔سورہ بقرہ ۲۶۴)

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **ثلاثة لا یکلمهم الله یوم القیامة ولا ینظر الیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم قال فقراها رسول الله ﷺ ثلاث مرار قال ابو ذر خابوا وخسروا من هم یا رسول الله ؟ قال المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب**۔

(مسلم شریف۔کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیۃ الخ)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں سے نہ تو کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ہی انہیں پاک صاف کرے گا اور ان کیلئے عذاب الیم ہوگا تو آپ ﷺ نے یہ آیت تین بار تلاوت فرمائی ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ لوگ خائب وخاسر ہوئے وہ کون ہیں آپ نے فرمایا۔ چادر لٹکانے والا (تکبر کی بناء پر)، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔

نسائی کی روایت ہے عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا **ثلاثة لا ینظر الله الیهم یو م القیامة العاق لوالدیه والمرأة المترجلة تشبه با لرجل و**

Marfat.com

الدیوث وثلاثة لا یدخلون الجنة العاق لوالدیه والمدمن الخمر والمنان بما اعطی (نسائی شریف۔حدیث نمبر ۲۴۰۲۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ۱ص ۳۱۸ سورہ بقرہ ۲۶۲)

ترجمہ: تین آدمیوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔والدین کا نافرمان، وہ عورت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے اور دیوث اور تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہونگے۔والدین کا نافرمان، شرابی اور احسان جتلانے والا۔

(۵) میانہ روی اختیار کرنا:

اور اپنی حوائج اصلیہ سے زائد مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے جو انسان کی طبیعت پر بوجھ نہ ہو اور خود بعد میں دردر کی ٹھوکریں کھانے اور کاسہ گدائی لئے پھرنے پر مجبور نہ ہو جائے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یسئلونک ما ذا ینفقون قل العفو (بقرہ: ۲۱۹) علامہ نسفی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای انفقوا ما فضل عن قدر الحاجة. (تفسیر مدارک للنفسی۔ ج ۱، ص ۱۲۱)

یعنی قدر حاجت وضرورت سے زائد کو خرچ کرو۔علامہ قرطبی لکھتے ہیں فالمعنی انفقوا ما فضل عن حوائجکم ولم تؤذوا فیه انفسکم فتکونوا عالة ھذا اولیٰ ما قیل فی تاویل الآیة وھو معنیٰ قول الحسن وقتادة وعطاء والسدی والقرظی محمد بن کعب وابن ابی لیلیٰ وغیرھم قالوا العفو ما فضل عن العیال وقال مجاھد وابن عباس صدقة عن ظھر غنی . (تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی۔ ج ۲ص ۴۸ زیر آیت (بقرہ ۲۱۹)

آیت کا معنی یہ ہے کہ جو مال تمھاری حوائجات سے بچ جائے اور اس کے خرچ کرنے میں تمہارے اپنے نفسوں کو کوئی ایذاء نہ پہنچ رہی ہو تو ان مالوں کو خرچ کرو اور تم خود محتاج نہ بن جاؤ۔یہ معنی اس تاویل سے زیادہ بہتر ہے جو اس آیت کی دیگر تاویلات کی گئی ہیں۔یہی حسن، قتادہ، عدی، سدی، قرظی محمد بن حسن بن کعب، ابن ابی لیلیٰ وغیرھم کے اقوال کا معنی ہے۔انہوں نے کہا ہے عفو عیال سے بچ جانے والے مال کو کہا جاتا ہے۔ابن عباس اور مجاھد نے کہا ہے کہ عفو سے مراد ایسا صدقہ ہے جس کے بعد بھی انسان خوشحال اور غنی رہے۔

Marfat.com

اس معنی کی تائید یہ حدیث بھی کر رہی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ میرے پاس ایک دینار ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا **انفقه علی نفسک** اسے اپنی ذات پر خرچ کرو اس نے عرض کی یارسول اللہ میرے پاس دوسرا دینار بھی ہے آپ نے فرمایا **انفقه علی اهلک** اسے اپنے اھل پر خرچ کرو اس نے عرض کی میرے پاس اور بھی ہے آپ نے فرمایا **انفقه علی ولدک** اسے اپنی اولاد پر خرچ کرو اس نے عرض کی میرے پاس ایک اور دینار ہے آپ نے فرمایا **فانت ابصر** تو بصیرت والا ہے جہاں چاہے خرچ کرے۔

(تفسیر ابن کثیر۔ج ا،ص ۲۵۶ (بقرہ ۲۱۹) مسلم شریف کتاب)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا **ابدا بنفسک فتصدق علیها فان فضل شیء فلاهلک فان فضل شیء عن اهلک فلذی قرابتک فان فضل عن ذی قرابتک شیء فهٰکذا و هٰکذا.** (تفسیر ابن کثیر۔ج ا،ص ۲۵۶ (بقرہ ۲۱۹) مسلم شریف کتاب الزکوۃ باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس ثم الخ)

ترجمہ: پہلے اپنی ذات پر خرچ کرو پھر اگر کچھ بچے تو اپنے اھل وعیال پر خرچ کرو پھر اگر بچے تو قرابت داروں پر خرچ کرو اور اگر قرابت داروں سے کچھ بچ جائے تو پھر اسے ادھر ادھر خرچ کرو۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **افضل الصدقة او خیر الصدقة عن ظهر غنی و الید العلیٰ خیر من ید السفلی و ابدا بمن تعول** (مسلم شریف کتاب الزکوۃ باب ان الید العلیا خیر من ید السفلی وابدا بمن تعول)

ترجمہ: افضل ترین صدقہ وہ ہے جس میں صدقہ کرنے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور جو آپ کے زیر کفالت ہیں ان سے (صدقہ کی) ابتدا کرو۔

وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا **لو کان لی مثلی احد ذهبا لسرنی ان لا یمر علی ثلاث لیال و عندی منه شیء الا شیء ارصده لدین.**

(بخاری شریف۔کتاب)

Marfat.com

ترجمہ: اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا بھی ہوتا تو بھی یہ بات مجھے خوش کرتی کہ تین راتیں گزرنے سے قبل میرے پاس اس میں سوائے اتنے مال کے باقی کچھ نہ بچتا جتنا کہ میں قرض کی ادائیگی کیلئے بچا رکھتا۔

اور وہ حدیث جس میں آپ نے فرمایا اے اسماء انفقی ولا تحصی فیحصیٰ علیک ۔ ان احادیث سے سوشلزم پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں الحکم یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال فمن کان بعد ما یتصدق کل ماله یتکفف الناس ولا یستطیع الصبر علی الفقر لا یجوز له ذالک ومن یقدر علی الصبر ولیس علیه حق من حقوق الناس بالافضل فی حقه البذل فی سبیل الله و حقوق الناس من الدیون ونفقة العیال والخادم مقدم علی التصدق علی الاجنبی لا محالة فان ذالک فریضة وهذا نافلة.

ترجمہ: یعنی حکم اشخاص واحوال کے بدلنے سے بدلتا ہے جو شخص اپنا سارا مال خرچ کرنے کے بعد فقر پر صبر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اس کیلئے سارا مال خرچ کرنا جائز نہیں۔ اور جو صبر کر سکتا ہے اور اس پر حقوق الناس میں سے بھی کوئی حق نہیں ہے اس کیلئے افضل یہ ہے کہ وہ فی سبیل اللہ خرچ کرے۔ حقوق العباد میں سے قرض، اھل وعیال کا نفقہ، خادم کا نفقہ وغیرہ ہے اور یہ اجنبی شخص پر صدقہ وخیرات کرنے پر مقدم ہے کیونکہ یہ فرض ہے اور اجنبی پر خرچ کرنا یہ نفل ہے اور فرض نفل پر مقدم ہوا کرتا ہے۔ (تفسیر مظہری۔ زیر آیت سورہ بقرہ ۲۱۹، ص ۲۷۷، ج ۱)۔

وہ لوگ جو زکوٰۃ کی ادائیگی کر کے یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اب ہم اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو چکے ہیں ہمارے اوپر اب کسی کا کوئی حق نہیں ہے کوئی بھوکوں مرتا ہے مرے، کسی کو نان جویں میسر نہیں ہے تو نہ ہو۔ اور اگر کوئی بستر مرگ پر دوائی کے بغیر تڑپ تڑپ کر مرتا ہے تو مرتا رہے ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ انہیں ان احادیث مبارکہ اور قرآنی آیات پر غور وفکر کرنا چاہئے کہ قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ عفو (ضرورت سے زائد) خرچ کرو۔ اور احادیث مبارکہ میں ہے کہ وہ شخص مومن ہی نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر سوتا ہے اور اس کا پڑوسی بھوکا پیاسا رات بسر کرتا

Marfat.com

ہے۔ان آیات واحادیث میں ان کیلئے درس عبرت ہے۔اوران لوگوں کیلئے بھی جواپنے لئے کچھ چھوڑتے ہی نہیں بلکہ سب کچھ خرچ کرنے کوکمال نیکی سمجھتے ہیں اور پھر کاسہء گدائی لیکر در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں ان کا بھی ان احادیث میں رد بلیغ ہے۔اسلام چونکہ دین فطرت ہےاوراسی چیز کا حکم دیتا ہے جوفطرت سے ہم آہنگ ہےاور بشری طاقت وقدرت کے تحت ہےاسلام نہ توسوشلزم کی تائید کرتا ہےاور نہ ہی مغربی سرمایہ دارانہ نظام کا حامی ہےاسلام دولت کی گردش کا قائل ہےاورتمام کی ضروریات کوملحوظ خاطر رکھتا ہے۔

سائل سے نرمی کا رویہ اختیار کرنا:

اللہ تعالٰی کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے سائلین کوجھڑکنا،انہیں برا بھلا کہنا اوران پرطعن وتشنیع کے تیروں کی بوچھاڑ کر کے ان کے شکستہ دلوں کومزید چھلنی کر کےان کی جھولی میں خیرات کی چند کوڑیاں ڈال دینا اللہ جل مجدہ کے نزدیک قابل قبول اور لائق ستائش نہیں ہو سکتا۔ایسی خیرات اللہ جل مجدہ کے نزدیک مقبول ہوسکتی ہے نہ ہی وہ اس پر کچھ اجر عطا فرماتا ہے بلکہ ایسی خیرات بجائے ثواب حاصل کرنے کے الٹا گناہ اور عذاب کا باعث ہے ۔قرآن حکیم میں اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ سے مخاطب ہوکرامت مسلمہ کوتعلیم ارشادفرمائی اورفرمایا واما السائل فلا تنھر (الضحیٰ ۹) (سائل کومت جھڑکو) یعنی اس کو یاتو کچھ عطا کردیا پھراسے اچھے طریقہ سے واپس کرو ای فابذل قلیلا او رد جمیلا . (تفسیر مدارک للنفسی۔ص ۸۱۵،ج ۲،الضحیٰ ۹)

دوسرے مقام پرارشادفرمایا قول معروف ومغفرة خير من صدقة يتبعها اذیٰ . (بقرہ ۲۶۳)

ترجمہ: مغفرت اوراچھی بات بہتر ہےاس صدقہ سےجس کے بعد تکلیف اورایذاءرسانی ہو۔

یعنی اگرکوئی تندمزاج سائل مدد نہ ملنے کی بناء پرتمہارے ساتھ درشتی اور بدتہذیبی سے پیش آئے تو اس وقت بھی تم صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے نہ پاؤ۔اس کی تلخ کلامی کوٹالنا بھی

Marfat.com

بذات خود ایک بہت بڑی نیکی ہے۔اور پھر اس ماحول اور صورت حال میں نہ صرف یہ کہ اسے معاف کرنا اسکی درشتگی کا جواب درشتگی کے بجائے خندہ پیشانی سے دینا اور اسکے سامنے معذرت کرنا بہت بڑا کمال ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی شخص قابل جزاء ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے مالوں کی ضرورت نہیں وہ تو غنی ہے لہٰذا وہ کسی آدمی کے دل کو توڑنا پسند نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ وہ تمہارے بار بار کے گناہوں کو معاف کئے جارہا ہے لہٰذا وہ تمہارے ہاتھوں کسی بندۂ مومن کے دل کو ٹوٹتے ہوئے دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے **عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی ﷺ لا تحتقر ن من المعروف شیئا ولو ان تلقیٰ اخاک بوجہ طلق .**

(مسلم۔کتاب البر والصلۃ باب استحباب الشفاعۃ فیما لیس بحرام۔)

ترجمہ: ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھو اگر چہ اپنے بھائی کو خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو۔

علامہ ابن کثیر ابن ابی حاتم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے فرمایا ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا **مامن صدقۃ احب الی اللہ من قول معروف .**

(تفسیر ابن کثیر۔ص ۳۱۸، ج ۴ (بقرہ ۲۶۳))

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ہاں قول معروف سے بڑھ کر کوئی دوسری نیکی نہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے **الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ وان من المعروف ان تلقی اخاک بوجہ طلق** (الجامع لاحکام القرآن القرطبی۔ج ۲،ص ۲۳۴ (بقرہ ۲۶۳))

کفار کا قیامت کا استھزاء اور اس کا جواب:

کفار کو جب ایمان لانے، تقویٰ اختیار کرنے، اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا جاتا۔ بصورت دیگر انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب، اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا جاتا تو وہ ازراہ تمسخر یہ کہہ دیتے کہ اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ قیامت بپا ہوگی ہر شخص کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا

Marfat.com

ان کے اچھے اور برے اعمال کے مطابق انھیں جزا و سزا دی جائے گی نیکوکاروں کو جنت او
بداعمالوں کو جہنم رسید کیا جائے گا پہلے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اگر فی الحقیقت ایسا ہی ہے
جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو پھر ہمیں قیام قیامت کی کوئی مقررہ تاریخ بتا دو کہ وہ کسی سال و ماہ میں
وقوع پذیر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان بدبختوں کا رد فرماتے ہوئے اور ان کے اس خیال فاسد کا ابطال
کرتے ہوئے ارشاد فرمایا قیامت ضرور بپا ہوگی اس شان بان، بے خبری اور لاعلمی میں ہوگی کہ وہم
وگمان تک میں نہ ہوگا اور نہ ہی انھیں سنبھلنے کا کوئی موقع ملے گا۔ لیکن وقوع قیامت سے پہلے کچھ
نشانیاں ضرور ظاہر ہوں گی جو قرب قیامت پر دلالت کریں گی۔ سب سے پہلے ہم ان نشانیوں کا
اجمالی تعارف پیش کریں گے واللہ المستعان و به التوفیق یلیق.

قرب قیامت کی نشانیاں:

قرب قیامت میں چند ایسی نشانیاں وقوع پذیر ہوں گی جو قیامت کے قرب پر دلالت کریں گی اور بہت بڑے بڑے فتنے رونما ہوں گے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ انھیں فتنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

واتقوا فتنة لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصة (الانفال: ۲۵)

ترجمہ: اور ڈرتے رہو اس فتنہ سے (جو اگر بپا ہو گیا) تو نہ پہنچے گا صرف انھیں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

احادیث میں علامات قیامت میں سے باندیوں کے ہاں مالکوں کی ولادت کا ہونا، اونچے اونچے مکانات کی تعمیر، جہالت کا عام ہونا، زنا کاری، شراب نوشی کی کثرت، مردوں کی کمی عورتوں کی کثرت، امانتوں کا ضیاع، جنگوں اور فتنوں کا زیادہ ہونا، امام مہدی کا خروج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجال کا خروج، یاجوج و ماجوج، دابۃ الارض کا ظہور، اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ اس کے علاوہ آگ کا لوگوں کو محشر کی طرف ہانکنا اور زمین کا تین بار دھنسنا۔ مشرق سے مغرب سے اور جزیرۃ العرب سے اس کے علاوہ دیگر کئی ایک

Marfat.com

علامات ہیں سب سے آخر میں پھر آگ نکلے گی اور پھر نفخہ اولی ہوگا اور ہر ذی روح چیز مر جائے گی پھر دوبارہ نفخہ ہوگا اور دوبارہ جی اٹھیں گے اور حشر بپا ہوگی حساب وکتاب کے بعد جنتی جنت میں اور دوزخی جہنم رسید ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے حضرت حذیفہ بن اسید غفاری فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے فرمایا تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ دس نشانیاں وقوع پذیر نہ ہوں اور تم انھیں دیکھ نہ لو۔ دھواں، دجال، دابتہ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یاجوج وماجوج اور تین جگہ سے زمین کے دھنسنے کا ذکر فرمایا مشرق سے، مغرب سے اور جزیرۃ العرب سے زمین کا دھنسنا اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

(بحوالہ صحیح المسلم کتاب الفتن باب اقتراب الفتن وفتح روم یاجوج ماجوج)

اب ہم ان علامات میں سے بعض کا اجمالی تعارف پیش کریں گے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام:

آثار صغریٰ کے ظہور کے بعد نصاری کا غلبہ ہوگا کچھ مدت بعد خالد بن یزید بن سفیان اموی کی اولاد سے ایک شخص سفیان نام کا جانب دمشق سے ظاہر ہوگا جس کا ننھیال قبیلہ قلب ہوگا وہ اہل بیت کو بری طرح قتل کرے گا شام ومصر کے اطراف میں اس کا حکم جاری ہوگا اسی اثناء میں شاہ روم کی عیسائیوں کے ایک گروہ سے جنگ اور ایک سے صلح ہوگی۔ لڑنے والا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔ شاہ روم ملک شام میں آئے گا اور دوسرے فرقہ کی مدد سے ایک خونریز لڑائی کے بعد فتح پالے گا۔ دشمن کی شکست کے بعد ایک شخص بول اٹھے گا یہ فتح صلیب کی برکت سے ہوئی ہے جب کہ اسلامی لشکر میں سے ایک آدمی اسے مار پیٹ کرے گا اور کہے گا کہ یہ اسلام کی برکت سے ہوا ہے۔ دونوں شخص اپنی اپنی قوموں کو آواز دیں گے اور خانہ جنگی شروع ہو جائے گی جس میں بادشاہ اسلام شہید ہو جائے گا اور دونوں عیسائی فریق باہم صلح کرلیں گے اور شام میں عیسائی راج قائم ہو

Marfat.com

جائے گا۔ بقیہ مسلمان مدینہ منورہ چلے جائیں گے اور عیسائیوں کی حکومت مدینہ کے قریب خیبر تک پہنچ جائے گی۔ اس وقت لوگوں کو امام مہدی کی تلاش ہوگی۔

امام مہدی مدینہ سے مکہ تشریف لائیں گے۔ اہل مکہ کی ایک جماعت حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان آپ سے بیعت کرے گی، حالانکہ آپ اس منصب پر راضی نہیں ہوں گے۔ آپ کا اسم گرامی محمد باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ آپ حضرت فاطمہ الزہریٰ رضی اللہ تعالی عنہا کی اولاد سے ہوں گے آپ کی عمر اس وقت چالیس سال ہوگی۔ ان حالات میں ماوراء النہر سے ایک شخص حارث نامی اہل اسلام کی مدد کے لئے ایک لشکر بھیجے گا جس کا مقدمہ منصور کی زیر کمان ہوگا۔ یہ لشکر راستہ میں ہی بہت سے عیسائیوں اور بد دینوں کا صفایا کرے گا۔

سفیان اپنے لشکر کو مسلمانوں کے لشکر سے مقابلہ کے لئے بھیجے گا جو شکست کھائے گا۔ بعد ازاں خود سفیان لشکر کی کمان سنبھال کر امام مہدی کے مقابلہ میں اترے گا مقام بیداء میں مکہ و مدینہ کے درمیان زمین میں لشکر سمیت دھنس جائے گا صرف ایک شخص امام مہدی کو اس کی خبر پہنچانے کے لئے باقی بچے گا امام مہدی کی اس کرامت کی خبر دور دراز تک پہنچ جائے گی۔ شام و عراق کے ابدال و اوتار آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اور لوگ جوق در جوق آپ کے لشکر میں شامل ہوں گے۔

افواج اسلام کی خبر سن کر نصاریٰ بھی روم سے لشکر جرار لے کر شام میں جمع ہوں گے لشکر کفار میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار سوار۔ امام مہدی بغرض زیارت مکہ سے مدینہ جائیں گے وہاں سے ملک شام پہنچیں گے حلب یا دمشق میں لشکر کفار سے مقابلہ ہوگا امام کے لشکر کا تہائی حصہ بھاگ جائے گا دوسرا تہائی شہادت پائے گا جب کہ تیسرا حصہ فتح پائے گا۔

دوسرے روز امام موصوف نصاریٰ کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلیں گے مسلمانوں کی ایک جماعت یہ عہد کرے گی کہ فتح پائے یا شہادت کے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے سب کے سب شہید ہوں گے اگلے دن پھر مسلمانوں کی ایک جماعت یہی عہد کرے گی کہ یا تو شہید ہوں گے یا فتح حاصل کریں گے وہ قتال کریں گے حتی کہ سارے شہید ہو جائیں گے تیسرے روز یہی واقعہ رات

Marfat.com

گئے تک ہوگا حتی کہ سارے شہید ہو جائیں گے اور کسی فریق کو بھی فتح حاصل نہیں ہوگی چوتھے دن پھر مسلمانوں کا ایک گروہ یہی عہد کر کے میدان جنگ میں اترے گا اللہ تعالیٰ انہیں فتح عطا فرمائے گا وہ اس طرح قتال کریں گے کہ اس کی مثل پہلے نہ دیکھی گئی ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک پرندہ اگر ان کے پہلوؤں سے گزرنا چاہے گا تو انہیں عبور نہ کر سکے گا اور مر کر گر جائے گا جو خاندان والوں میں سے ایک فیصدی آدمی باقی بچے ہوں گے۔ اس وقت وہ کونسی غنیمت پر خوش ہوں گے یا کونسی میراث تقسیم ہوگی۔ (☆ مشکوۃ المصابیح کتاب الفتن باب الملاحم فصل اول)

پھر امام موصوف ایک زبردست لڑائی کے بعد قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے ظلم وستم کا خاتم کریں گے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس امت کو پہنچنے والی بلاؤں کا ذکر فرمایا۔ حتی کہ کوئی بھی شخص ظلم سے کوئی پناہ گاہ نہیں پائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے میری عترت میں سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم وتعدی سے بھر گئی تھی اس سے زمین وآسمان کے باشندے خوش ہوں گے۔

(☆ مصنف عبدالرزاق ص ۳۷۲ ج ۱۱ کتاب الفتن باب المہدی)

مسلمان فتح قسطنطنیہ کے بعد بہت سا مال غنیمت سونا اور چاندی پائیں گے لیکن ابھی اسے تقسیم نہ کیا ہوگا کہ آواز آئے گی کہ دجال تمہارے گھروں میں پہنچ چکا ہے ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا وہ اسے وہیں پھینک دیں گے اس وقت انہیں مال غنیمت کے حصول سے کوئی خوشی نہ ہوگی۔ وہ اپنا ہراول دستہ دس یا بارہ افراد کی شکل میں بھیجیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا" میں ان کے نام، ان کے قبائل اور ان کے گھوڑوں کے رنگوں کو بھی جانتا ہوں پس وہ اس وقت زمین میں بہترین شہسوار ہوں گے" (☆ صحیح المسلم کتاب الفتن باب اول)

حضور ﷺ نے فرمایا ہے" حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے ارض مقدس کی گھاٹی "رفیق نامی" پر اتریں گے اور ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے آپ کے سر کے بال چمک رہے ہوں گے آپ کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہوگا جس کے ساتھ دجال کو قتل کریں گے پس

Marfat.com

آپ بیت المقدس آئیں گے اس وقت لوگ عصر کی نماز پڑھ رہے ہوں گے اور امام مہدی امامت کر رہا ہوگا امام پیچھے ہٹے گا مگر عیسیٰ علیہ السلام اسے آگے بڑھائیں گے اور اس کے پیچھے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق نماز پڑھیں گے پھر دجال کو قتل کریں گے۔

(☆ سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنہ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم وخروج یاجوج وماجوج)

صلیب توڑ ڈالیں گے کیسنوں اور گرجوں کو مسمار کرین گے عیسائیوں کو قتل کریں گے مگر وہ جو آپ پر ایمان لائیں گے۔

(۲) خروج دجال:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں قام النبی ﷺ فی الناس فاثنی علی اللہ بما ہو اہلہ ثم ذکر الدجال فقال انی لانذر کموہ وما من نبی الا وقد انذر قومہ ولکنی سا قول لکم فیہ قولا لم یقل بنی لقومہ انہ اعور وان اللہ لیس باعور (☆ صحیح البخاری ج ۲ ص کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی پھر دجال کا ذکر فرمایا اور فرمایا میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں۔ اور ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے لیکن میں تمہیں اس کے بارے میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائی وہ یہ کہ وہ کانا ہے اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔

دوسری حدیث میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے دجال کے بارے میں فرمایا ان معہ ماء و نار فنارہ ماء بارد و مائہ نار فلا تہلکوا قال ابو مسعود وانا سمعتہ من رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ دجال کے ساتھ آگ اور پانی ہوگا اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی اور اس کا پانی آگ سو تم خود کو ہلاک نہ کرنا حضرت ابو مسعود فرماتے ہیں میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن واشراطہ)

Marfat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کسی نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے دجال کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا مايصيبك منه انه لايضرك قال قلت يارسول الله انهم يقولون ان معه الطعام والانهار قال هو اهون على الله من ذالك (☆صحیح المسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ صحیح البخاری کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

تم کیوں اس کے متعلق اتنے فکر مند ہو وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، میں نے عرض کی یارسول اللہ! لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ طعام (کھانا) اور دریا ہوں گے آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

سب سے پہلے وہ ایمان واسلام کی دعوت دے گا پھر نبوت کا دعویٰ کرے گا پھر الوہیت کا دعویٰ کرے گا جیسا کہ طبرانی نے روایت کیا ہے سلیمان بن شہاب روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں عبداللہ بن معتمر میرے ہاں آئے وہ صحابی رسول تھے، اور مجھے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے فرمایا الدجال ليس فيه خفاء يجئى من قبل المشرق فيد عوالى الدين فيتبع و يظهر، فلا يزال حتى يقدم الكوفة فيظهر الدين و يعمل به فيتبع و يحث على ذالك ثم يدعى انه نبى فيفزع من ذالك كل ذى لب و يفارقه فيمكث بعد ذالك فيقول انا الله فتغشى عينه و تقطع اذنه ويكتب بين عينيه كافر فلا يخفى على كل مسلم فيفارقه كل احد من الخلق فى قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان

ترجمہ: دجال میں کوئی خفا نہیں ہے وہ مشرق کی جانب سے نکلے گا دین کی تبلیغ کرے گا اس کی اتباع کی جائے گی اور اسے غلبہ حاصل ہوگا۔ وہ اسی طرح تبلیغ کرتا ہوا کوفہ پہنچے گا اس کی پیروی کی جائے گی اور وہ لوگوں کو برانگیختہ کرے گا پھر نبوت کا دعوے کرے گا تب عقل منداس سے خبردار ہو کر اس سے الگ ہو جائیں گے کچھ عرصہ اسی دعوی پر برقرار رہے گا پھر دعویٰ الوہیت کرے گا پھر اس کی آنکھ ڈھانپ دی جائے گی کان کاٹ دیا جائے گا اور دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیا

Marfat.com

جائے گا کافر وہ کسی مسلمان سے مخفی نہیں رہ سکے گا مخلوق میں جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا وہ اس سے جدا ہو جائے گا۔ (☆فتح الباری کتاب الفتن باب خروج الدجال ص ۱۱۴ ج ۱۳)

اس کے ہاتھ پر بہت سی خوارق عادت اشیاء کا ظہور ہوگا ان میں سے بعض درج ذیل ہیں امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ (۱) وہ بڑی تیز رفتاری سے زمین کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں پہنچ جائے گا۔ (۲) آسمان کو حکم دے گا تو وہ پانی برسائے گا۔ زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گا۔ (۳) جو اس کی دعوت مسترد کریں گے وہ قحط سالی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (۴) بنجر زمین سے گزرے گا اور اسے اپنے خزانے اگلنے کا حکم دے گا تو وہ اپنے سارے خزانے اگل دے گی۔ (۵) ایک کڑیل جوان کو بلا کر تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کرے گا پھر اس کو بلائے گا تو وہ زندہ ہو کر ہنستے ہوئے چہرہ کے ساتھ آئے گا۔ (۶) آگ اور پانی کے دریا اس کے ساتھ ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ

جس شخص کو دجال قتل کر کے دوبارہ زندہ کرے گا اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے جبکہ کئی ایک دیگر علماء کے نزدیک وہ اہل مدینہ میں سے ایک نیک و پارسا شخص ہوگا جیسا کہ حدیث مذکور میں گزر چکا۔

حیاتِ خضر:

کیا خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ علماء کے اس میں دو گروہ ہیں بعض انکی حیات کے قائل ہیں جبکہ بعض قائل نہیں ہیں۔ حیات کے قائلین آثار صحابہ و تابعین اور صلحاء امت کے مشاہدات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کے آب حیات پی لینے کی روایت بھی ملتی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ـــ ص ـــ)

حضرت عبد العزیز رحمتہ اللہ سے ملاقات کی روایت کو ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''تہذیب التہذیب'' کے اندر نقل کیا ہے۔ دیگر کئی صلحاء امت سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔

Marfat.com

ان کی عدم حیات کے قائلین دلائل عقلیہ کی بنا پر انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی حیات کو تسلیم کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرف صحابیت حاصل کر لیتے اور اسلام کو قبول کر کے حضور ﷺ کی معیت میں میدان کارزار میں شامل جہاد ہوتے اسی طرح دیگر مشکل اوقات میں آپ کی معیت اختیار کرتے وغیرہ۔ جبکہ ایسا کہیں بھی منقول نہیں، حالانکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر موسیٰ بن عمران بھی میرے زمانہ کو پاتے تو میری اتباع کے بغیر انہیں کوئی چارہ کار نہ ہوتا وغیرہ دلائل سے حجت پکڑتے ہیں۔

علامہ نووی رحمتہ اللہ علیہ پہلے مؤقف کے قائل ہیں جبکہ علامہ ابن تیمیہ وغیرہ دوسرے مؤقف کی تائید کرتے ہیں۔ میرا ذاتی مؤقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو "کل نفس ذائقة الموت" کے اصول کے تحت ظاہری زندگی سے دار آخرت کی طرف منتقل کیا ہے۔ لیکن آپ کی روح کو یہ قدرت بخشی ہے کہ تمثیل بشری میں آکر بندگان خدا کی رہبری کریں ان کے دشمنوں کو ہلاک کریں اور انکی مدد و نصرت کریں اور انہیں فیض پہنچائیں۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے روح المعانی۔ (شفیق)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھوں باب لد پر اس کا کام تمام کریں گے۔ اور روئے زمین کو اس فتنے سے بچائیں گے۔

دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا:

دجال کے خروج کے بعد وہ بڑی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ مشرق سے مغرب تک لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر دے گا۔ لیکن مدینہ و مکہ اور بیت المقدس کے شرف کی بنا پر ان تین مقامات میں داخل ہونے سے اسے روک دیا جائے گا۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں دجال کے متعلق ایک لمبی حدیث بیان کی۔ آپ نے فرمایا

یاتی الدجال وهو محرم علیه ان یدخل نقاب المدینه فینزل بعض السباخ التی تلی المدینة فیخرج الیه یومئذ رجل من خیر الناس اومن خیار الناس فیقول اشهد انک الدجل الذی حدثنا رسول الله ﷺ حدیثه فیقول الدجال: ارایتم

Marfat.com

ان قتلت هذا ثم احييته هل تشكون في الامر؟ فيقولون لا فيقتله ثم يحييه فيقول! والله ماكنت فيک اشد بصيرة مني اليوم، فيريد الدجال ان يقتله فلا يسلط عليه (☆صحیح البخاری کتاب الفتن باب لا یدخل الدجال المدینہ)

دجال آئے گا اس پر مدینہ کی گھاٹیوں میں داخلہ حرام ہوگا پس وہ مدینہ کے ساتھ ملحقہ ویران و بنجر زمین میں اترے گا اسی دن مدینہ سے لوگوں میں سب سے بہتر آدمی آئے گا اور کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق حضور ﷺ نے ہمیں بتایا ہے۔ دجال کہے گا اگر میں اس (آدمی) کو قتل کر کے اسے دوبارہ زندہ کروں کیا تم پھر بھی شک کرو گے تو وہ کہیں گے نہیں پس وہ اسے قتل کرے گا دوبارہ زندہ کرے گا پس وہ کہے گا خدا کی قسم میں آج سے پہلے تیرے بارے میں اتنی زیادہ بصیرت نہیں رکھتا تھا۔ پس دجال اسے قتل کرنا چاہے گا تو نہیں کر سکے گا۔

امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے لئے چالیس دنوں میں زمین کو لپیٹ دیا جائے گا سوائے اماکن طیبہ کے اس کی اصل مسلم شریف کی حدیث نواس بن السوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ وہ زمین پر کتنا عرصہ قیام کرے گا تو آپ نے فرمایا چالیس دن ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر باقی ایام عام دنوں کی طرح۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ وہ زمین پر کس قدر تیز چلے گا آپ نے فرمایا اس بارش کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو۔ (☆۳ صحیح المسلم کتاب الفتن)

طبرانی کی روایت ہے کہ دجال زمین پر چالیس دن رہے گا اور ہر گھاٹی میں اترے گا سوائے کعبہ، مدینہ اور بیت المقدس جب کہ امام احمد نے روایت کیا ہے کہ اس کی سلطنت ہر جگہ پہنچے گی سوائے چار جگہوں کے مسجد کعبہ، مسجد الرسول، مسجد اقصیٰ اور کوہ طور۔

(☆فتح الباری کتاب الفتن باب لا الدجال المدینہ)

Marfat.com

دجال کی ہلاکت:

دجال کے ہاتھوں امور خارق للعادت ظہور پذیر ہو رہے ہوں گے اور ساری دنیا سوائے مکہ و مدینہ۔ اس کے ظہور کے بعد جب وہ بیت المقدس کا قصد کرے گا تو اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس دو زرد رنگ کے حلے پہنے دو فرشتوں کے جلو میں اتریں گے جب آپ اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ کے قطرے گریں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے گریں گے آپ کی سانس جس کافر تک پہنچے گی اس کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوگا اور ان کی سانس منتہائے نظر تک پہنچے گی۔ دجال کو تلاش کریں گے حتی کہ باب لد پر اس کو موجود پا کر قتل کر دیں گے۔

(☆ صحیح المسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

(۳) نزول عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اشراط قیام قیامت میں سے ہے قرآن حکیم میں اللہ جل مجدہ کا فرمان ہے **وانه لعلم الساعة فلا تمترن بها و اتبعون هذا صراط مستقيم**

(زخرف:٦١)

ترجمہ: اور بے شک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) ایک نشانی ہیں قیامت کے لئے پس آپ ہرگز اس کے وقوع میں شک نہ کریں اور میری پیروی کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔

ابن عباس، مجاہد، ضحاک، سدی اور قتادہ نے کہا کہ اس سے مراد خروج عیسیٰ علیہ السلام ہے اور آپ قیامت کی علامات میں سے ہیں کیوں کہ آپ کو قیام قیامت سے تھوڑا پہلے آسمان سے زمین پر اللہ تعالیٰ نازل فرمائے گا جس طرح خروج دجال اور خروج دابۃ الارض علامات قیامت ہیں۔ (☆ تفسیر الجامع الاحکام القرآن سورۃ زخرف آیت نمبر ٦١ ج ٨ ص ٧٧ ج ١٦)

علامہ نسفی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں **ان عیسی مما یعلم به مجیی الساعة** یعنی عیسیٰ علیہ السلام قیام قیامت کی علامات میں سے ہیں۔ یعنی آپ کا نازل ہونا قیامت کی نشانی ہے۔

(☆ تفسیر المدارک ص ۵۲۹ ج ۳ سورۃ زخرف آیت ٦١)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے **و ان من اھل الکتاب الا لیومنن به قبل موته و یوم القیامة یکون علیھم شھیدا** (نساء:۱۵۹)

ترجمہ:۔ کوئی کتاب ایسا نہیں جو اس کی موت سے قبل اس پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا کہ نزول عیسیٰ کے وقت تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے یہی قول قتادہ، ابن زید کا ہے اور یہی مجاہد سے بھی مروی ہے۔ (☆ تفسیر الجامع لاحکام القرآن سورۃ نساء آیت ۱۵۹ جزء)

علامہ نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے اس وقت کے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والتسلیمات شریعت محمد ﷺ کے مطابق حکم کریں گے اور اسی دین کے ائمہ میں سے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے اور نصاریٰ نے ان کی نسبت میں جو گمان باندھے ہیں ان کا ابطال فرمائیں گے دین محمدی کی اشاعت کریں گے اس وقت یہود و نصاریٰ کو اسلام قبول کرنا ہوگا یا قتل کر ڈالے جائیں گے جزیہ کے قبول کرنے کا حکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کرنے کے وقت تک ہے۔

(☆ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص ۱۲۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت **و ان من اھل الکتاب الا لیومنن به قبل موته** کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہے اور خدا کی قسم وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی جناب میں زندہ ہیں لیکن جب وہ نازل ہوں گے تو اس وقت سب لوگ ایمان لے آئیں گے۔

(☆ تفسیر ابن کثیر ج سورۃ نساء آیت ۱۵۹ ص ۵۷۷)

اس آیت کے ضمن میں دیگر اقوال ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن جریر لکھتے ہیں پہلا قول ہی زیادہ معتبر ہے اور صحت کے زیادہ قریب ہے اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے

Marfat.com

بعد کوئی بھی کتابی ایسا نہیں ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے گا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابن جریر نے جو کچھ لکھا اس میں کسی بھی قسم کا کوئی شک نہیں ہے یہی صحیح ہے کیوں کہ سیاق آیت سے مقصود یہود کے اس دعویٰ کا ابطال کرنا ہے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور انھیں سولی چڑھایا ہے اور اس بات کو تسلیم کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ معاملہ ایسا نہیں ہے الی ان قال اور وہ قرب قیامت میں دوبارہ نزول فرمائیں گے جس پر احادیث متواترہ دلالت کرتی ہیں پس آپ مسیح ضلالت (دجال) کو قتل کرین گے صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اہل ادیان میں سے کسی سے جزیہ قبول نہیں کریں گے بلکہ اسلام کے علاوہ کسی دوسری چیز کو قبول نہیں کریں گے یا انھیں قتل کر دیں گے۔

(☆ تفسیر ابن کثیر ج سورۃ نساء آیت ۱۵۹ ص ۵۷۷)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ لینزلن ابن مریم حکما عادلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة ولتترکن القلاص فلا یسعی علیها و الشحناء والتباغض والتحاسط ولیدعون الی المال فلا یقبله احد (☆ صحیح المسلم کتاب الایمان باب (۷۱) رقم ۲۴۳ باب نزول عیسیٰ بن مریم حکما بشریعۃ محمد) بخاری شریف کتاب المظالم باب کسر الصلیب وقتل الخنزیر ابن ماجہ، کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن سوالخ)

قسم بخدا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا جو عدل و انصاف سے حکم جاری کریں گے صلیب توڑ ڈالیں گے خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اونٹوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے گا ان سے کوئی شخص کام نہیں لے گا لوگوں کے دلوں سے کینہ، بغض اور حسد نکل جائے گا انھیں مال لینے کے لئے بلایا جائے گا اور کوئی مال لینے نہیں آئے گا۔

دوسری روایت میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا ایک فرد ہو کر امامت فرمائیں گے ابن ابی ذئب نے اس کی تشریح مین فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

Marfat.com

تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق امامت فرمائیں گے۔

(☆صحیح المسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعۃ محمد ﷺ)

ابن ماجہ کی روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ینزل عیسی بن مریم علیه السلام من السماء علی ثنیة من الارض المقدسة یقال لها افیق بین الممصرتین و شعر راسه دهین و بیده حربة یقتل بها الدجال فیاتی بیت المقدس والناس فی صلاة العصر والامام یؤم بهم فیتاخر الامام فیقدمه عیسی و یصلی خلفه علی شریعة محمد ﷺ ثم یقتل الخنازیر و یکسر الصلیب و یخرب البیع والکنائس و یقتل النصاری الا من امن به۔

(☆ابن ماجۃ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم وخروج یاجوج وماجوج)

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے ارض مقدسہ کی افیق نامی گھاٹی پر اتریں گے اور ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے۔ آپ کے سر کے بال چمک رہے ہوں گے آپ کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہوگا جس کے ساتھ دجال کو قتل کریں گے پس آپ بیت المقدس آئیں گے اس وقت لوگ عصر کی نماز پڑھ رہے ہوں گے اور امام امامت کر رہا ہوگا۔ پس امام پیچھے ہٹے گا عیسیٰ علیہ السلام اسے آگے بڑھائیں گے اور اس کے پیچھے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مطابق نماز پڑھیں گے۔ پھر آپ خنزیر کو قتل کر دیں گے صلیب توڑ ڈالیں گے کنیسوں اور گرجوں کو مسمار کریں گے عیسائیوں کو قتل کریں گے مگر وہ جو آپ پر ایمان لائیں گے۔

یہ تمام احادیث اس بات پر نص ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے دین کے ایک مجدد کی حیثیت سے آئیں گے نہ کہ نئی شریعت لے کر۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک دنیا میں حکومت کریں گے۔ اور عدل و انصاف سے احکام شریعت کو نافذ کریں گے۔ بالآخر آپ حج اور عمرہ ادا فرمائیں گے اور آپ کی موت مکہ و مدینہ کے درمیان ہوگی آپ کو اٹھا کر مدینہ منورہ لایا جائے گا اور روضہ انور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔

Marfat.com

امام ترمذی نے عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے کہ تورات میں صفت محمدیہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم آپ کے ساتھ دفن کئے جائیں گے۔ ابوداؤد نے کہا کہ حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اندر ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث ۳۶۲۷ مشکوٰۃ کتاب الفضائل فصل ثانی رقم الحدیث ۵۷۷۲)

کتب احادیث میں مسیح علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے اور قیامت سے پہلے ان کے وصال کا ذکر ہے وہ معنوی اعتبار سے حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں لیکن ان احادیث میں حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ان کی والدہ کا نام اور ان کے القاب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مقام نزول، کارہائے نمایاں غرض مدفن تک کا ذکر فرمادیا اور ان کا حلیہ بھی ذکر فرما دیا تاکہ ہر کس و ناکس اپنے آپ کو کہیں مسیح موعود نہ شمار کرنے لگ جائے۔ آپ نے واضح اور مبرہن انداز میں ان کے نزول وغیرہ کی خبر دی جس کے اندر کسی بھی قسم کا کوئی خفا موجود نہیں ہے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی جس نے اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے پورا زور لگایا پھر جا کر اپنے لئے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اگر آپ ملاحظہ فرمائیں تو اس کا نام تک عیسیٰ نہیں اور نہ ہی اس کی والدہ کا نام مریم۔ دیگر اوصاف کا تو کہنا ہی کیا۔ جہاں تک عیسیٰ علیہ السلام کے کارناموں کا تعلق ہے کہ وہ صلیب توڑیں گے، گرجوں کو مسمار کریں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اسلام کے علاوہ کسی دوسری چیز کو قبول نہیں کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ بیچارہ غلام احمد قادیانی تو انگریزوں اور عیسائیوں کے ٹکڑوں پر پلتا رہا اور ان کی چھتری کے نیچے اپنے مکروہ مظالم کی تکمیل میں مصروف رہا اور انگریزوں کی اطاعت کو مسلمانوں پر لازم قرار دیتا رہا اور ان کی حکومت کو اللہ تعالیٰ کا انعام۔ جہاد کی فرضیت پر خط تنسیخ پھیرتے ہوئے اس کے حرام ہونے کا فتویٰ لگا دیا۔ فیاللعجب اس کے باوجود جو شخص اسے مسیح موعود مانتا ہے ہم اس کے لئے افسوس ہی کر سکتے ہیں اور خداوند قدوس سے اس کی ہدایت کی درخواست کرتے ہیں۔

Marfat.com

(۴) خروج یاجوج و ماجوج:

یاجوج و ماجوج کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری رقمطراز ہیں یاجوج، جو بنی آدم میں سے ہیں پھر وہ یافث بن نوح کی اولاد ہیں وھب وغیرہ کا اسی پر وثوق ہے ضحاک نے کہا کہ یہ ترک ہیں ایک قول یہ ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج دیلم سے ہیں ان کے مادہ اشتقاق میں بھی اختلاف ہے۔

نسائی نے عمرو بن اوس عن ابیہ سے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ یاجوج و ماجوج میں سے ہر شخص موت کے وقت ایک ہزار یا اس سے زائد اولاد چھوڑ کر مرتا ہے عبداللہ بن عمرو سے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ جن وانس کے دس اجزاء میں سے نو اجزاء یاجوج و ماجوج ہیں اور ایک جزء باقی سب لوگ اور شریح بن عبید عن کعب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کی تین اقسام ہیں ایک گروہ درخت ارز کی طرح بہت لمبے ہیں دوسری قسم چار ہاتھ لمبی اور اتنی ہی چوڑی ہے اور تیسرا گروہ بہت ہی چھوٹے قد کا ہے۔ امام حاکم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج ایک بالشت کے ہوتے ہیں دو بالشت اور تین بالشت کے ہوتے ہیں یہ ان کا سب سے لمبا قد ہے حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ یاجوج ماجوج کے بائیس قبیلے ہیں ذوالقرنین نے اکیس قبیلوں پر صد آہنی قائم کی تھی ایک قبیلہ کہیں لڑنے کے لئے باہر گیا ہوا تھا وہ سد آہنی سے باہر ہی رہ گیا اور وہ ترک ہیں امام مردویہ نے سدی سے روایت کیا ہے کہ ترک یاجوج ماجوج کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں جو لوٹ مار کے لئے گئے ہوئے تھے ذوالقرنین نے دیوار قائم کی اور وہ باہر ہی رہ گئے۔

قرآن حکیم میں یاجوج و ماجوج کا بیان:

سورۃ کھف میں ذوالقرنین کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونهما قوما لایکادون یفقهون قولا

قالوا یاذالقرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فهل نجعل لک

Marfat.com

حرجا علی ان تجعل بیننا و بینھم سدا قال ما مکنی فیه ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردما اتونی زبر الحدید حتیٰ اذا ساویٰ بین الصدفین قال انفخوا حتیٰ اذا جعلہ نارا قال اتونی افرغ علیه قطرا فما استطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا له نقبا قال ھذا رحمة من ربی فاذا جاء وعد ربی جعله دکاء وکان وعد ربی حقا (الکھف ۹۳/ ۹۸)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب آپ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے ان سے ادھر کچھ ایسے لوگ پائے کہ وہ کوئی بات سمجھ نہ پا رہے تھے۔ انھوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج وماجوج زمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ مال مقرر کردیں اس پر کہ آپ ہمارے درمیان اوران کے درمیان ایک دیوار بنا دیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے جس چیز پر میرے رب نے قادر بنایا ہے وہ بہتر ہے تم طاقت سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ بنا دوں گا میرے پاس لوہے کے تختے لاؤ یہاں تک کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں سے برابر کر دی تو فرمایا پھونک مارو یہاں تک کہ اسے جب آگ کر دیا تو فرمایا لاؤ میں اس پر اگلا ہوا تانبہ انڈیل دوں وہ اس پر نہ چڑھ سکیں گے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکیں گے۔ فرمایا یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ پورا ہوگا اسے پاش پاش کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

(الکھف ۹۳ تا ۹۸)

علامہ ابن کثیر نے مسند امام احمد کے حوالے سے سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے سام جو عربوں کے باپ ہیں، حام حبشیوں کے اور یافث ترکوں کے باپ ہیں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یاجوج و ماجوج یافث جو ترکوں کا باپ ہے کی اولاد میں سے ہیں انھیں ترک اس وجہ سے کہا جانے لگا کیوں کہ انھیں دیوار کے پیچھے چھوڑ دیا گیا ورنہ یہ ان کے قریبی رشتہ دار ہیں۔

(☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ سورۃ کھف آیت نمبر ۹۶ ص ۱۰۷)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یاجوج و ماجوج ہر

Marfat.com

روز اس دیوار کو توڑتے ہیں یہاں تک کہ جب کھل جانے کے قریب ہو جاتی ہے تو ان کا سردار کہتا ہے واپس چلو کل اس کو توڑیں گے اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے زیادہ سخت بنا دیتا ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں لوگوں پر بھیجنا چاہے گا تو ان کا سردار کہے گا واپس لوٹ چلو انشاء اللہ کل تم اسے توڑ دو گے یہ بات وہ استثناء کے ساتھ کہے گا پس وہ دوسرے دن آئیں گے تو اسے ایسا ہی پائیں گے جس طرح چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ وہ اسے توڑ ڈالیں گے۔ اور باہر لوگوں پر نکل آئیں گے سارا پانی پی لیں گے لوگ ان سے قلعوں میں پناہ لیں گے وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اور وہ (تیر) خون آلود واپس آئیں گے وہ کہیں گے کہ ہم زمین والوں پر بھی غالب آ گئے اور آسمان والوں پر بھی، اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں (گدیوں) ایک کیڑا پیدا کرے گا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے زمین کے جانوران کا گوشت کھا کر خوب موٹے ہوں گے خوش ہوں گے اور شکر گزار ہوں گے۔ (☆ ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال وخروج عیسی بن مریم ویاجوج وماجوج ترمذی کتاب التفسیر سورۃ کھف)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو آپ یہ فرما رہے تھے **لا الہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج مثل ھذہ و عقد سفیان بیدہ عشرۃ قلت یا رسول اللہ انھلک و فینا الصالحون قال نعم اذا کثر الخبث .**

(☆ صحیح المسلم کتاب الفتن باب اقتراب الفتن وفتح ردم یاجوج وماجوج)

لا الہ الا اللہ عرب اس شر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے جو اب قریب آ پہنچا ہے آج یاجوج وماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے کہ سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عدد باندھا۔ میں نے کہا یارسول اللہ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں! جب خبیثوں کی کثرت ہوگی۔

امام مسلم نے حضرت نواس بن سمعان کی حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

Marfat.com

نزول کے بعد اور آپ کے ہاتھوں دجال کے قتل کے ذکر کے بعد ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا پھر آپ کے پاس وہ قوم آئے گی جنہیں اللہ تعالیٰ نے دجال سے بچایا ہوگا آپ ان کے چہروں پہ ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں ان کے درجات بیان فرمار ہے ہوں گے وہ اسی حالت میں ہوں گے جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا کہ میں نے کچھ بندوں کو نکالا ہے کسی میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو مبعوث فرمائے گا۔ ان کے پہلے لوگ بحیرہ طبریہ سے گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی لیں گے اور ان کے آخری لوگ جب گزریں گے تو وہ کہیں گے کبھی یہاں بھی پانی ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ نبی اللہ اور آپ کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ایک بیل کی سری ان میں سے کسی ایک کے لئے ایک سو دینار سے بھی زیادہ بہتر ہوگی۔ حضرت عیسیٰ نبی اللہ اور آپ کے اصحاب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے (دعا کریں گے) اللہ تعالیٰ ان کی (یاجوج و ماجوج) گدیوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا اور وہ سب مر کر ڈھیر ہوں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب زمین کی طرف اتریں گے وہاں ایک بالشت بھر جگہ بھی نہیں پائیں گے مگر یہ کہ اسے ان کی بدبو نے بھرا ہوا ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گے۔ اللہ تعالیٰ پرندوں کو بھیجے گا جو بخت نسل کے اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہوں گے جو انہیں اٹھائیں گے اور وہاں پھینکیں گے جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جس سے نہ تو کیچڑ بنے گا اور نہ ہی وہ کسی چیز (گندگی) کو باقی چھوڑے گی۔ پس وہ زمین کو دھو ڈالے گی یہاں تک کوئی بھی گھر خواہ مٹی کا بنا ہو یا خیمہ ہو آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ تو اپنے پھل اگا۔ اور اپنی برکت کو واپس لوٹا۔ اس دن لوگ انار کھا کر اس کے سائے میں سایہ حاصل کریں گے۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے جب اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہوا بھیجے گا وہ انھیں بغلوں کے نیچے سے لے لے گی اور ہر مومن مسلم کی روح کو قبض کرے گی۔ پس لوگوں میں سے اشرار گدھوں کی طرح مست باقی بچیں گے۔ پس ان پر قیامت برپا ہوگی۔

(☆ صحیح المسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال حدیث نمبر ۲۴۲۷)

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ خمر کے پہاڑ کے پاس پہنچیں گے یہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے وہ کہیں گے ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا اب آسمان والوں کو قتل کر دیں پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے موٹائے گا ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے ایسے بندوں کو نازل کیا ہے جن سے لڑنے کی طاقت کوئی نہیں رکھتا۔ (☆ صحیح المسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال حدیث نمبر ۷۲۴۳)

(۵) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ھل ینظرون الا ان تاتیھم الملٰئکۃ اویاتی ربک اویاتی بعض ایٰت ربک یوم یاتی بعض ایٰت ربک لاینفع نفسا ایمٰنھا لم تکن اٰمنت من قبل او کسبت فی ایمٰنھا خیرا قل انتظروا و انا منتظرون (الانعام:۱۵۸)

ترجمہ:۔ وہ کس کا انتظار کرتے ہیں؟ مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا تمہارے رب کا عذاب یا تمہارے رب کی ایک نشانی۔ جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی شخص کو بھی ایمان لانا فائدہ نہ دے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی ہو۔ تم فرما دو انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔

علامہ نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک اس نشانی سے آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے اور اسے لوگ دیکھیں گے تو سب ایمان لائیں گے اور ایمان نفع نہ دے گا۔ (☆ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص۱۸۰ الانعام/ ۱۵۸)

علامہ بغوی لکھتے ہیں بعض آیات سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اسی پر اکثر مفسرین کا اعتماد ہے اور اسی کو ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعا روایت کیا ہے۔
(☆ تفسیر البغوی المسمی معالم التنزیل ج ۲ سورۃ انعام/ ۱۵۸ ص ۱۷۴)

علامہ خازن لکھتے ہیں جمہود مفسرین کے نزدیک اس سے مراد سورج کا مغرب سے

Marfat.com

طلوع ہونا ہے اور اسی پر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ثلاث اذا خرجن لاینفع نفسا ایمانھا لم تکن امنت من قبل طلوع الشمس من مغربھا و الدجال و دابۃ الارض اخرجہ مسلم

جب تین اشیاء نکلیں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لایا ہوگا۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، خروج دجال اور دابۃ الارض اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ (☆ تفسیر خازن المسمی لباب التاویل فی معانی التنزیل سورۃ انعام ۱۵۸ ج ۱۷۴ ج ۲) (مسلم کتاب الایمان باب الزمن الذی لایقبل فیہ الایمان)

علامہ آلوسی بغدادی حنفی رقمطراز ہیں الحق ان المراد بھذا البعض الذی لاینفع الایمان عندہ طلوع الشمس من مغربھا حق یہ ہے کہ اس بعض جس کے بعد ایمان فائدہ نہ دے گا سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

(☆ روح المعانی ج ۴ ص ۹۳ سورۃ انعام: ۱۵۸)

بخاری شریف کی حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لاتقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من مغربھا فاذا طلعت وراھا الناس امنوا اجمعون و ذالک حین لاینفع نفسا ایمانھا ثم قرا الایۃ

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے جب وہ طلوع ہوگا لوگ اسے دیکھیں گے اور سب ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت کسی نفس کو بھی ایمان لانا فائدہ نہ دے گا۔ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (☆ صحیح البخاری کتاب التفسیر / انعام باب قولہ تعالیٰ یوم لاینفع نفسا الخ حدیث نمبر ۴۶۳۶)

صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ السلام سے سنا ان بالمغرب بابا مفتوحا للتوبۃ مسیرۃ سبعین سنۃ لایغلق حتی تطلع الشمس من نحوہ

ترجمہ: مغرب میں ایک دروازہ توبہ کے لئے کھلا ہے جس کی مسافت ستر سال ہے وہ بند نہیں کیا

Marfat.com

جائے گا یہاں تک کہ سورج اس جانب سے طلوع ہو۔ (☆ جامع الترمذی کتاب الدعوات باب فی فضل التوبۃ والاستغفار النسائی کتاب الطھارۃ باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر ابن ماجۃ کتاب الفتن باب طلوع الشمس من مغربھا قال الترمذی حدیث حسن صحیح)

حذیفہ بن اسید الغفاری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے فرمایا تم کیا باتیں کر رہے ہو ہم نے عرض کی ہم قیامت کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تم اس کے متعلق دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ دھواں، دجال و دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا نزول، یاجوج و ماجوج اور تین جگہ سے زمین کے دھنسنے کا ذکر فرمایا، مشرق میں دھنسنا، مغرب میں دھنسنا اور جزیرۃ العرب میں زمین دھنسنا اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہکا کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

(☆ صحیح المسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب اقتراب الفتن وفتح روم یاجوج وماجوج)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسی حدیث سنی ہے جس کو میں ابھی تک نہیں بھولا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے سب سے پہلی علامت جس کا ظہور ہوگا وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور چاشت کے وقت دابۃ الارض کا خروج ہوگا ان میں سے جس کا بھی پہلے ظہور ہوگا اس کے فوراً بعد دوسرے کا ظہور ہوگا۔ **ان اول الایت خروجا طلوع الشمس من مغربھا و خروج الدابة علی الناس ضحی وایھما ما کانت قبل صاحبتھا فالاخریٰ علی اثرھا قریبا** (☆ صحیح المسلم کتاب الفتن باب خروج الدجال ومکثہ فی الارض)

علامہ بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں سب سے پہلی نشانی کے بارے میں اختلاف ہے مسلم شریف میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ پہلی نشانی طلوع شمس اور خروج دابۃ الارض ہے ان میں سے جو بھی پہلے وقوع پذیر ہوگی اس کے فوراً بعد دوسری ہوگی۔ اور نعیم بن حماد نے اپنی سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ کوئی

Marfat.com

بھی شخص یہ نہیں جانتا کہ ان میں سے پہلی نشانی کونسی ہے اور اس آیت **لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن امنت من قبل** میں ان میں سے کونسی مراد ہے۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابۃ الارض دجال، یاجوج و ماجوج، دخان۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ دجال سب سے پہلی نشانی ہے اور حضور ﷺ کے اس فرمان **ان الدجال خارج فیکم** لامحالہ کی بناء پر اسے ترجیح حاصل ہوگی۔ کیوں کہ اگر سورج اس سے پہلے مغرب سے طلوع ہوتا تو یہودیوں کو ایام عیسیٰ علیہ السلام میں ایمان فائدہ نہ دیتا اگر ان کا ایمان فائدہ نہ دیتا تو ان میں سے جو اسلام قبول کرتے ان کے اسلام قبول کرنے سے دین ایک نہ بن سکتا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو قبض کیا جائے گا تو لوگ حیران و پریشان ہوں گے ان میں سے اکثریت کفر و ضلالت کی طرف پھر جائے گی اور اہل کفر اہل اسلام پر غلبہ حاصل کرلیں گے اس وقت سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس وقت کتاب اللہ کو اٹھا لیا جائے گا پھر حبشی آ کر کعبۃ اللہ کو مسمار کریں گے پھر دابۃ الارض نکلے گا، پھر دخان، پھر ہوا چلے گی، پھر ہوائیں کفار کو سمندر میں پھینک دیں گی پھر آگ نکلے گی جو لوگوں کو حشر کی طرف ہانکے گی پھر ایک لڑک ہوگی اور قیامت بپا ہو جائے گی۔

خالویہ نے امالیہ میں اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن عمر سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ لوگ مغرب سے طلوع شمس کے بعد ایک سو بیس سال تک زندہ رہیں گے۔

ابونعیم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ عرب جب تک نزول عیسیٰ و دجال کے بعد ایک سو بیس سال تک اسی چیز کی عبادت نہیں کریں گے جس کی ان کے آباء و اجداد کرتے تھے اس وقت تک قیامت بپا نہیں ہوگی۔

جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو شیطان سجدہ میں گر پڑے گا اور اپنے اعوان و مددگاروں سے کہے گا یہ سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے اور یہی وقت معلوم ہے آج کے بعد کوئی عمل نہیں ہوگا اور شیاطین زمین پر ظاہر ہو جائیں گے یہاں تک کہ ایک آدمی اسے دیکھ کر یہ کہے گا یہ میرا وہی ساتھی ہے جو مجھے بہکایا کرتا تھا۔ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس

Marfat.com

نے اسے ذلیل ورسوا کیا اور مجھے اس سے راحت پہنچائی پھر ابلیس لعین سجدہ ہی کی حالت میں روتا رہے گا یہاں تک کہ دابۃ الارض نکل کر اسے قتل کر دے گا۔

(☆ عمدۃ القاری کتاب التفسیر/ (۶) انعام باب قولہ تعالیٰ یوم لاینفع نفسا ایمانھا الخ ص ۹/ ۶۰۸ ج ۱۲)

سورج کو مغرب سے طلوع کرنے کی حکمت:

علامہ قرطبی لکھتے ہیں سورج کو مغرب سے طلوع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے فرمایا تھا میرا رب سورج کو مغرب سے طلوع کرتا ہے تو ذرا اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھا پس وہ مبہوت ہو گیا **فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر** (بقرہ/ ۲۵۸) اور ملحدین اور منجمین وہ بھی سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ محال ہے اللہ تعالیٰ سورج کو مغرب سے طلوع کر کے منکرین کو ملک میں اپنی قدرت دکھائے گا کہ اگر وہ چاہے تو مشرق سے سورج کو طلوع کرے چاہے تو مغرب سے اس پر یہ احتمال بھی پیدا ہوتا ہے کہ توبہ اور ایمان ان لوگوں کا رد ہوگا جو حضور ﷺ کی سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی خبر کی تکذیب کرتے تھے اور اب وہ ایمان لائے اور توبہ کی۔ جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو پہلے اس کی تصدیق کرتے تھے ان کی توبہ قبول کی جائے گی اور ان کا ایمان بھی قابل قبول ہوگا اور انہیں نفع دے گا۔ اسی طرح وہ شخص جو اس وقت چھوٹا تھا اور بالغ ہونے کے بعد ایمان لایا تو ان کا ایمان بھی قابل قبول ہوگا۔ اور گناہ گار مومن کی گناہ سے توبہ بھی قبول ہوگی۔

(☆ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی سورۃ انعام ۱۵۸ ج ۴ جزء السابع ص ۱۰۸)

علامہ بدر الدین عینی سورج کی مغرب سے طلوع ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی حکمت منجمین اور ملحدین کے قول کا ابطال کرنا مقصود ہے کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو فرمایا تھا **فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر** اسی بنا پر انہوں نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا انکار کیا

Marfat.com

ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے یہ نہ تو ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔

(☆ عمدۃ القاری کتاب التفسیر (٦) انعام باب قولہ تعالیٰ یوم لاینفع نفسا ایمانھا ج ص ۲۰۹ ج ۱۲)

(٦) خروج دابۃ الارض:

سورۃ نمل میں اللہ تعالیٰ دابۃ الارض کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے **واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابة من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایتنا لایوقنون** (النمل ۸۲)

ترجمہ: جب بات ان پر آپڑے گی تو ہم زمین سے ان کے لئے ایک چوپایہ نکالیں گے جوان سے کلام کرے گا اس لئے وہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ جانور آخر زمانہ میں فساد الناس اور ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کرنے اور دین حق کے تبدیل کرنے پر نکلے گا۔

(☆ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۸۷ زیر آیت مذکورہ سورۃ نمل ۸۲)

وقت خروج:

علامہ آلوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خروج دابتہ کے وقت خروج کے بارے میں حق بات یہ ہے کہ وہ جب نکلے گا تو لوگوں میں مومن بھی ہوں گے اور کافر بھی۔ اسی پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسے امام احمد، طیالسی، نعیم بن حماد، عبد بن حمید، امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے بعث میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **تخرج دابة الارض ومعھا عصا موسی و خاتم سلیمان علیھما السلام فتجلو وجه المومن بالخاتم و تختم انف الکافر بالعصا حتی تجتمع الناس علی الخوان یعرف المومن من الکافر**

دابۃ الارض زمین سے نکلے گا تو اس کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ مومن کے چہرہ کو انگوٹھی سے روشن کرے گا اور کافر کی ناک پر مہر لگائے گا۔

Marfat.com

یہاں تک کہ لوگ دستر خوان پر جمع ہوں گے تو کافر مومن سے پہچانا جائے گا۔

(☆روح المعانی ج ۱ص ۳۴ جزء۲۰ سورۃ نمل آیت:۸۲)

مسلم شریف کی حدیث ہے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسی حدیث سنی ہے جس کو میں ابھی تک نہیں بھولا۔ آپ نے فرمایاان اول الأیات خروجا طلوع الشمس من مغربها و خروج الدابة وقت الضحی و ایتهما کانت قبل صاحبتها فالاخریٰ علی اثرها قریبا۔

(☆صحیح المسلم کتاب الفتن باب اقتراب الفتن وفتح روم یاجوج وماجوج)

مسلم شریف ہی کی دوسری حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایابادروا بالاعمال ستا طلوع الشمس من مغربها والدخان والدجال والدابة و خاصة احدکم او امر العامة سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھواں، دجال، دابتہ الارض، تم میں سے کسی ایک کی موت یا سب کی موت یعنی قیامت۔

(☆صحیح المسلم کتاب الفتن باب من بقیۃ احادیث الدجال تفسیر ابن کثیر، سورۃ نمل آیت ۸۲ ص ۳۸۸ ج ۳)

جائے خروج:

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دابتہ الارض کا ذکر فرمایا میں نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) وہ کہاں سے نکلے گا؟ آپ نے فرمایامن اعظم المساجد حرمة علی الله بینما عیسیٰ یطوف بالبیت و معه المسلمون اذ تضطرب الارض تحتهم و تنشق الصفا مما یلی المشعر و تخرج الدابة من الصفا اول مایبدو منها راسها ملمعة ذات و برو ریش لن یدرکها طالب ولن یفوتها هارب تسمی الناس مومنا و کافرا واما المومن فتترک وجهه کوکب دری و تکتب بین عینیه مومن واما الکافر تکتب بین عینیه نکتة سوداء و تکتب بین عینیه کافرا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ہاں حرمت کے اعتبار سے سب سے عظیم مسجد سے نکلے گا دراں حالیکہ

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہوں گے اور آپ کے ساتھ مسلمان ہوں گے۔ جب زمین ان کے نیچے سے متحرک ہوگی اور صفا پہاڑی کا مشعر کے ساتھ والا حصہ پھٹ جائے گا اور دابۃ الارض صفا سے نکلے گا۔ سب سے پہلے اس کا سر چمکتا ہوا ظاہر ہوگا۔ اس پر بال اور پر ہوں گے۔ کوئی طالب اس کو پا نہیں سکے گا اور کوئی بھاگنے والا اس سے بچ نہیں سکے گا۔ وہ لوگوں کو مومن اور کافر کے نام سے مسمی کرے گا۔ مومن کے چہرہ چمکتا ہوا موتی بنا کر چھوڑے گا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان مومن لکھ دے گا اور کافر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک سیاہ نکتہ لکھ دے گا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دے گا۔

(☆تفسیر معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی سورۃ نمل آیت ۸۲)

علامہ قرطبی اور علامہ ابن کثیر نے ابوداؤد طیالسی کی مسند کے حوالہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دابۃ الارض کا ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ زمانے میں اس کے تین خروج ہوں گے یہ بادیہ کے کنارے سے نکلے گا اور اس کا ذکر قریہ (مکہ) میں داخل نہ ہوگا۔ پھر کافی زمانہ گزرنے پر دوبارہ اس کا خروج ہوگا اس کا ذکر بادیہ میں بھی ہوگا اور قریہ (مکہ) میں بھی داخل ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محترم مسجد میں ہوں گے اور سب سے زیادہ بہتر اور عزت والی مسجد اللہ تعالیٰ کے ہاں مسجد حرام ہے وہ کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرنے پائے ہوں گے مگر یہ کہ وہ (دابۃ الارض) مقام ابراہیم اور رکن یمانی کے درمیان زور سے آواز نکالے گا۔ اور مومنین کا ایک گروہ ثابت قدم رہے گا اور یہ یقین کرلیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ ان کے پاس آئے گا اور ان کے چہروں کو روشن کردے گا گویا وہ چمکتے ہوئے موتی ہیں اور زمین سے بھاگ کھڑا ہوگا کوئی بھی طالب اسے نہیں پا سکے گا اور نہ ہی کوئی بھاگنے والا اس سے بچ سکے گا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی اس سے نماز میں پناہ مانگ رہا ہوگا وہ اس کے پیچھے سے آئے گا اور کہے گا اے فلاں! اب نماز پڑھ رہا ہے۔ پس وہ اس کی اگلی جانب سے آکر اس کے چہرہ پر نشان لگائے گا اور چل پڑے گا۔ لوگ اموال میں شریک ہوں گے اور شہروں میں باہم رضامند ہوں گے مومن کافر سے پہچان لیا جائے گا یہاں تک

Marfat.com

کہ مومن کافر کو کہے گا اے کافر میرا حق ادا کر۔ (☆تفسیر ابن کثیر ص)

ایک بحث یہ ہے کہ کیا دابۃ الارض کو خروج کے وقت پیدا کیا جائے گا یا یہ کہ وہ آج بھی مخلوق شدہ ہے بعض نے کہا کہ وہ یوم خروج کو پیدا کیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ آج بھی مخلوق ہے لیکن اسے خروج کا حکم نہیں ہے بعض نے کہا کہ انبیاء متقدمین کے زمانہ میں اسے پیدا کیا گیا ہے بعض نے کہا یہ اژدھا ہے جب کہ بعض نے کہا یہ جسامہ ہے۔ واللہ اعلم بصواب

اس کی شکل اور ماہیت:

اس کی شکل و ماہیت اور اوصاف کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابن ابی مردویہ نے ابن زبیر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے دابۃ الارض کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا سر بیل کا آنکھیں خنزیر کی، کان ہاتھی کے، سینگ بارہ سنگہ کے، گردن شتر مرغ کی، سینہ شیر کا، رنگ چیتے کا، پہلو بلی کے، دم مینڈھے کی اور پاؤں اونٹ کے مشابہ ہیں۔ ہر دو جوڑوں کے درمیان بارہ ذراع (بازو) کا فاصلہ ہے ابن جریر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کے ذراع کے ساتھ لمبے۔ بعض نے کہا کہ وہ انسان ہوگا بعض نے کہا عقاب ہے وہب سے مروی ہے کہ اس کا چہرہ انسان کا ہے اور باقی سارے جسم کی تخلیق پرندہ کی طرح ہے اور بعض روایات میں اس کے دو پروں کی بھی تصریح ملتی ہے۔ ابن منذر نے عبداللہ بن عباس سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ بالوں اور پروں والا ہے اس میں جانوروں کے تمام ہی رنگ ہیں اور ہر امت کا ایک ایک نشان اور اس امت (امت مسلمہ) کی نشانی عربی مبین میں گفتگو کرنا ہے۔

علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں مذکورہ اخبار میں سے سب سے زیادہ قبولیت کے قریب والی روایت وہ ہے جسے امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ایسا دابۃ الارض ہے جو بہت بڑا ہے۔ اس کے پاؤں ہیں بنی نوع انسان میں سے بالکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ زمین سے اسے آخری زمانہ میں نکالے گا۔ اور اس کو زمین سے نکالنے

Marfat.com

کو "مــــن الارض " سے مقید کرنا ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ اس کی تخلیق بطریق توالد نہیں ہے بلکہ بطریق تولد ہے جیسے حشرات الارض۔

(☆ روح المعانی ج ۲ جزء ۲۰ ص ۳۶ سورۃ نمل آیات ۸۲)

(۷) خروج النار:

علامات قیامت میں سے ایک علامت خروج النار ہے بخاری شریف کی حدیث ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا لاتقوم الساعة حتی تخرج النار من ارض الحجاز تضیی اعناق الابل ببصری۔

ترجمہ:۔ قیامت اس وقت تک بپا نہیں ہوگی جب تک ایک آگ سرزمین حجاز سے نہ نکلے گی جس سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔ (☆ بخاری شریف کتاب الفتن باب خروج النار)

علامہ بدرالدین عینی علامہ قرطبی کی کتاب "التذکرہ" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حجاز مدینہ سے یہ آگ نکلی اس کی ابتدا بدھ کی رات کے تیسرے پہر کے بعد جمادی الآخر سن ۶۵۴ ہجری کو عظیم زلزلوں سے ہوئی اور جمعہ کے دن چاشت کے وقت زلزلے رک گئے اور ایک آگ قریظہ کے مقام پر قاع تنعین کے پاس حرہ کی ایک جانب ظاہر ہوئی جو ایک عظیم پل کی صورت میں دکھائی دی جس پر ایک فصیل اسے گھیرے ہوئی تھی جس پر قلعے کے کنگروں کی طرح کنگرے برج اور منارے دکھائے دیئے اور آدمی دکھائی دیئے جو اسے کھینچتے۔ یہ آگ جس پہاڑ کے پاس سے گزرتی اسے گرا دیتی اور پگھلا دیتی اور اس سب مجموعہ سے ایک سرخ نہر اور ایک نیلی نہر نکلی جس کی آواز گرج کے مشابہ تھی۔ جو اپنے سامنے چٹانوں اور پہاڑوں سے ٹکراتی۔ اور محط رکب عراقی تک جا پہنچی اس سے ملبہ جمع ہو گیا جو ایک جبل عظیم (بہت بڑا پہاڑ) بن گیا۔ اور یہ آگ مدینہ کے قریب ختم ہو گئی اس کے ساتھ ہی مدینہ منورہ سے حضور ﷺ کی برکت سے ٹھنڈی ہوا آئی۔ اس آگ کے جوش کا مشاہدہ سمندر کے "مد" کی طرح کیا گیا اور یہ یمن کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات پر منتہی ہوئی اور اسے جلا دیا۔ ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ میں نے اس آگ کو خود مدینہ میں تقریباً پانچ دن ہوا میں بلند ہوتے ہوئے دیکھا اور میں نے سنا کہ اس آگ کو مکہ میں

Marfat.com

بصریٰ کے پہاڑوں سے دیکھا گیا۔ اور امام نووی نے کہا کہ تمام اہل شام کو بالتواتر اس آگ کے نکلنے کا علم ہے۔ ابو شامہ نے (ذیل الروضتین) میں کہا کہ اوائل شعبان سن ۶۵۴ھ میں مدینہ سے کتابیں پائی گئیں ان میں ایک امر عظیم کے وقوع کی وضاحت تھی اس میں صحیحین کی روایت کی تصدیق تھی۔ (☆ عمدۃ القاری کتاب الفتن باب خروج النار)

علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں کہ جو چیز مجھ پر ظاہر ہوئی ہے کہ یہ مذکورہ آگ جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے وہی آگ ہے جو نواحی مدینہ میں ظاہر ہو چکی ہے جیسا کہ قرطبی نے لکھا اور وہ آگ جو لوگوں کو میدان حشر کی طرف ہانکے گی وہ دوسری آگ ہوگی۔

(☆ فتح الباری، کتاب الفتن باب خروج النار)

بخاری شریف ہی کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا **اول اشراط الساعة نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب** (☆ بخاری شریف، کتاب الفتن باب خروج النار)

قیامت کی شرطوں میں سے پہلی شرط آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانکے گی۔ ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ یہ آگ رومان یا رکوبہ سے نکلے گی جس سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہوں گی حذیفہ بن اسید روایت کرتے ہیں **سمعت رسول الله ﷺ یقول لاتقوم الساعة حتی تخرج نار من رومان او رکوبة تضی منها اعناق الابل ببصری.**

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ رکوبہ مدینہ سے شام کی طرف جاتے ہوئے ایک مشکل اور بلند گھاٹی ہے حضور ﷺ نے غزوہ تبوک کے دوران اس کا سفر کیا اور شاید رومہ سے مراد رومۃ البر ہے جو مدینہ میں معروف ہے اس حدیث میں دونوں آگوں کو جمع کیا گیا ہے ان میں سے ایک آگ قبل قیامت جمیع امور کے ساتھ وقوع پذیر ہوگی جن کی خبر ہمیں صادق و مصدوق ﷺ نے دی ہے اور دوسری آگ وہ ہوگی جس کے فوراً بعد بغیر کسی تخلل کے قیامت واقع ہو جائے گی۔

(☆ فتح الباری بحوالہ طبرانی کتاب الفتن باب خروج النار)

Marfat.com

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ قیامت سے پہلے جس آگ کے مشرق سے مغرب کی طرف لوگوں کو ہانک کر لے جانے کا ذکر ہے اس سے مراد جنگ و جدل اور فتنوں کی آگ ہے جو مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔

(☆مرقاۃ ج۹ص۳۴۰ کتاب الفتن باب الملاحم فصل اول)

مسلم شریف کی حدیث ہے حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ہم باہم گفتگو کر رہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تم کیا گفتگو کر رہے ہو۔ (صحابہ نے عرض کی) ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک بپا نہیں ہوگی جب تک کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ تو آپ نے دخان (دھویں) کا ذکر کیا۔ دجال، دابۃ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، نزول عیسیٰ علیہ السلام، یاجوج ماجوج، تین بار خسف (دھسنے) مشرق کی طرف دھسنے، مغرب اور جزیرہ عرب کے دھسنے کا ذکر فرمایا اور اس سب کے آخر میں ایک آگ نکلے گی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو میدان حشر کی طرف ہانکے گی۔ (☆مشکو کتاب الفتن باب ذکر الدجال فصل اول)

بخاری شریف کی حدیث میں حضرت انس سے روایت مذکور ہے کہ قیامت کی اولین نشانیوں میں سے آگ کا نکلنا ہے جب کہ مسلم کی روایت میں سب سے آخری علامت اسے قرار دیا گیا ہے ملا علی قاری حنفی دونوں حدیثوں سے تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں بخاری شریف میں بیان شدہ آگ کی اولیت اس اعتبار سے ہے کہ یہ وہ پہلی نشانی ہوگی جس کے بعد دنیا کی کوئی چیز اصلاً باقی نہ ہوگی۔ بلکہ اس کے انتہاء پر نفخ صور ہوگا بخلاف ان دوسری نشانیوں کے۔ کیوں کہ ان کے بعد دنیا کی کوئی نہ کوئی چیز باقی رہے گی اور اس کی آخریت اس اعتبار سے ہے کہ آیات مذکورہ کے بعد وقوع پذیر ہوگی۔ (☆مرقات کتاب الفتن باب ذکر الدجال فصل اول ص ۳۶۷ ج ۹)

(۸) نفخہ اولیٰ:

جب دنیا میں صرف اشرار باقی بچیں گے اور ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی ہوگی اور زمین پر کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا نام لیوا نہیں بچے گا سب لوگ شرک میں مبتلا ہوں گے اس وقت اچانک اور

Marfat.com

سرعت رفتاری کے ساتھ قیامت بپا ہوگی۔ اور نفخہ اولیٰ (پہلا صدر) ہوگا۔ کسی کا ہوش ٹھکانے نہیں رہے گا جو جس کام میں مشغول ہوگا وہی کام کرتے کرتے ہلاک ہو جائے گا نہ کسی بھی قسم کی کوئی وصیت کر سکے گا اور نہ ہی گھروں سے باہر لوگ واپس گھروں کو لوٹ سکیں گے جس کے کان میں بھی یہ آواز پہنچے گی وہیں ڈھیر ہو جائے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لتقومن الساعة و قد نشر الرجلان ثوبهما بينهما فلا يتتابعانه و لا يطوينا نه ولتقومن الساعة و الرجل يليط حوضه فلا يسقى منه و لتقومن الساعة و قد انصرف الرجل بلبن نعجته فلا يطعمه ولتقومن الساعة و قد رفع اكلته الى فمه فلا يطعمها۔ (☆صحیح البخاری کتاب الرقاق باب ۴۰ روح المعانی ص ۴۵ ج ۱۲ الیس: ۴۹ صحیح المسلم کتاب الفتن باب قرب الساعۃ)

قیامت ضرور بپا ہوگی اس حال میں کہ دو آدمیوں نے کپڑا اپنے سامنے پھیلایا ہوگا اور وہ ابھی بیع کرنے نہ پائیں گے کہ قیامت بپا ہو جائے گی۔ اور آدمی اپنے حوض کو لیپ رہا ہوگا وہ اس سے اپنے جانوروں کو پانی پلانے نہ پائے گا کہ قیامت بپا ہو جائے گی اور آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوھ کر واپس لوٹے گا اور اسے پینے سے قبل ہی قیامت بپا ہو جائے گی اور آدمی نے اپنے کھانے کا لقمہ اٹھایا ہوگا اسے کھانے سے قبل ہی قیامت بپا ہو جائے گی۔

امام مسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے ثم ينفخ فى الصور فلا يسمعه احد الا اصغى ليتاً ورفع ليتاً وقال اول من يسمعه رجل يلوط حوض ابله قال فيصعق الناس ثم ينزل الله مطرا كانه الطل فينبت منه اجساد الناس ثم ينفخ فيه اخرىٰ فاذاهم قيام ينظرون ثم يقال يا ايها الناس هلم الى ربكم الخ (☆صحیح المسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

پھر صور پھونکا جائے گا جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ گردن کو ایک جانب جھکا دے گا اور دوسری جانب سے اٹھائے گا جو شخص سب سے پہلے اس آواز کو سنے گا وہ اپنے اونٹوں کے حوض کو

Marfat.com

درست کر رہا ہوگا وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ شلغم کی طرح بارش برسائے گا جس سے لوگوں کے جسم اگ پڑیں گے پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا پس اچانک وہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور دیکھ رہے ہوں گے پھر انھیں کہا جائے گا اے لوگو آؤ اپنے رب کی طرف الخ۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ لما فرغ من خلق السموات خلق الصور فاعطا اسرافیل فهو واضعه علی فیه شاخص ببصره الی العرش ینتظر متی یؤمر بالنفخة قلت یارسول اللہ ماالصور؟ قال قرن واللہ عظیم والذی بعثنی بالحق ان عظم دارة فیه کعرض السماء والارض فینفخ فیه ثلاث نفخات النفخة الاولی نفخة الفزع والثانیة نفخة الصعق والثالثة نفخة البعث والقیام لرب العلمین ذکره الطبری والثعلبی وعلی ابن معبد وغیره وصححه ابن العربی۔

(بحوالہ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۷ ص ۱۸۲ سورۃ النمل ۸۷)

ترجمہ:۔ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں کی تخلیق سے فارغ ہوا تو اس نے صور کو پیدا فرمایا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو عطا فرمایا وہ اسے اپنے منہ پر رکھے ہوئے ہیں اور نگاہیں عرش پر گاڑھ کر نفخہ کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ قرن ہے قسم بخدا یہ بہت بڑا ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس کے منہ کے دائرے کی عظمت زمین و آسمان کے عرض کی طرح ہے پس حضرت اسرافیل اس میں تین صور پھونکیں گے پہلا نفخہ نفخہ فزع ہوگا دوسرا ہلاکت کا ہوگا اور تیسرا بعث (دوبارہ جی اٹھنے کا) کا اور رب کے حضور کھڑا ہونے کا۔

نفخوں کی تعداد:

بعض مفسرین کے نزدیک کل تین نفخے ہوں گے پہلا نفخہ نفخہ فزع ہوگا یعنی اس کے بعد ہر طرف خوف و ہراس پیدا ہوگا۔ دوسرا نفخہ قیام قیامت کا ہوگا جس کو سنتے ہی ہر ذی روح چیز

Marfat.com

مرجائے گی اور تیسرا نفخہ دوبارہ جی اٹھنے کے لئے ہوگا۔ اوراس کے بعد حشر بپا ہوگی اور حساب و کتاب کے بعد جنتی جنت میں اور جہنمی دوزخ کا ایندھن بن جائیں گے۔

جب کہ اکثر مفسرین اور جمہور علماء کے نزدیک نفخے صرف دو ہوں گے۔ پہلا نفخہ دنیا کے اختتام پذیر ہونے کے لئے ہوگا اور دوسرا نفخہ دوبارہ جی اٹھنے اور رب کے حضور حاضر ہوکر سزا و جزاء پانے کے لئے ہوگا اب ہم ان میں سے ہر ایک گروہ کے چند دلائل پیش کریں گے۔

تین نفخوں کے قائلین کے دلائل:

تین نفخوں کے قائلین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان و یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات و من فی الارض الا ماشاء اللہ و کل اتوہ داخرین (النمل/۸۷)

ترجمہ: جس دن پھونکا جائے گا صور تو گھبرا جائے گا ہر کوئی جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں مگر جنہیں خدا نے چاہا (نہیں گھبرائیں گے) اور سب حاضر ہوں گے اس کی بارگاہ میں عاجزی کرتے ہوئے۔

اس سے مراد نفخہ فزع ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ اسرافیل علیہ السلام صور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونکیں گے اور یہ نفخہ فزع ہوگا اور دنیا کے آخر عمر میں ہوگا جب زندہ لوگوں میں سے اشرار پر قیامت بپا ہوگی۔ زمین و آسمان میں سے ہر ایک پر فزع (خوف) طاری ہوگا مگر جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا ان پر خوف طاری نہیں ہوگا جیسے امام مسلم کی روایت جسے پچھلے صفحات میں ذکر کردی گئی ہے جس میں ذکر ہے کہ اسے جو بھی سنے گا وہ ایک جانب سے گردن جھکائے گا اور دوسری جانب سے اٹھائے گا اور سب سے پہلے جو شخص سنے گا وہ اپنے اونٹوں کے حوض کو لیپ رہا ہوگا۔ وہ بھی مرجائے گا اور سارے لوگ مرجائیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا شبنم کی طرح جس سے اجسام اگ پڑیں گے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ اٹھ کھڑے ہوں گے الخ

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کا یہ ارشاد ثم ینفخ فی الصور فلا یسمعہ احد الا اصغٰی لیتا و رفع لیتاً اس نفخہ سے مراد نفخہ فزع ہے اس کے بعد نفخہ صعق یعنی موت کا نفخہ ہوگا اس

Marfat.com

کے بعد نفخہ قبروں سے اٹھ کھڑا ہونے کے لئے اور اللہ کے حضور حاضر ہونے کے لئے ہوگا۔

(☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۹۱ سورۃ نمل ر ۸۷)

نفخہ بعث کا استدلال اس آیت سے کرتے ہیں و نفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (یس ر ۵۱) اور پھونکا جائے گا صور میں پس وہ اچانک اپنی قبروں سے اٹھ کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے اور نفخہ صعق یا موت کا استدلال اس آیت سے و نفخ فی الصور فصعق من فی السماوات و الارض (الزمر ر ۶۸) ترجمہ (اور صور یں پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کی ہر شے بے ہوش ہو جائے گی)

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ نفخہ فزع اور نفخہ صعق میں کہ نفخہ فزع نفخہ صعق سے پہلے ہے یا کہ نفخہ بعث کے بعد۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ نفخہ فزع زمین و آسمان کے منتشر ہونے کے بعد جب نشر ہوگا یعنی جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا اس وقت ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفخے تین ہیں بلکہ اس طرح تو چار نفخے ثابت ہوئے ہیں ایک وہ نفخہ جس سے اللہ تعالیٰ ہر ذی روح کو موت عطا کرے گا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا لمن الملک الیوم (غافر ر ۱۶) آج کس کی بادشاہت ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان و کل شی ھالک الا وجھہ ر قصص ر ۸۸ اور نفخہ بعث جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے و نفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (یس ۵۱)

نفخہ صعق اور یہ بذاتہ نفخہ فزع ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان و نفخ فی الصور فزع من فی السموات و من فی الارض (النمل ر ۸۶) اور نفخہ افاقہ جیسے اللہ تعالیٰ نے نفخہ صعق کے بعد فرمایا ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذاھم قیام ینظرون (زمر ر ۶۸) (☆روح المعانی ج ص سورۃ نمل ر ۸۶)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض مالکی رحمتہ اللہ علیہ کے اس نفخہ فزع و صعق میں مغایرۃ کے قول پر پانچ نفخات ثابت ہوتے ہیں اور ہم نے کسی سے بھی پانچ کے بارے میں نہیں سنا۔ اور پھر ان کا یہ قول کہ نفخہ صعق نفخہ بعث کے بعد ہے حضور ﷺ کے ارشاد کے خلاف ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے انا اول من تنشق عنہ الارض فارفع راسی فاذا موسی

Marfat.com

متعلق بقائمة من قوائم العرش فما ادری افاق قبلی ام کان ممن استثنی الله تعالی. (رواہ بغوی، مترجم)

میں سب سے پہلا شخص ہوں جس پر سے زمین پھٹ جائے گی میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو عرش کے پائیوں میں سے ایک پائے کے ساتھ لٹکا ہوا پاؤں گا۔ مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو مجھ سے پہلے افاقہ ہوا یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا ہوا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر فزع نفخہ بعث کے بعد ہوگا تو پھر نفخہ صعق کہاں گیا اور ظاہری بات ہے پانچ نفخوں کا قول کسی سے بھی نہیں سنا گیا، اور یہ بھی کہا گیا کہ نفخے صرف تین ہیں۔ پہلا نفخہ صعق بمعنی موت ہے، دوسرا نفخہ بعث اور تیسرا نفخہ فزع ہے۔ اور یہ وہی نفخہ ہے جو زمین و آسمان کے انشقاق کے بعد ہوگا جیسا کہ آپ نے قاضی عیاض کے حوالے سے جان لیا۔

(☆روح المعانی ج ص سورۃ نمل/۸۶)

دو نفخوں کے قائلین کے دلائل:

اکثر مفسرین کے نزدیک صرف دو نفخے ہوں گے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ان الصحیح فی النفخ فی الصور انهما نفختان لاثلاث صحیح یہ ہے کہ صرف دو نفخے ہوں گے۔ نفخہ فزع نفخ صعق کی طرف راجع ہوگا۔ کیوں کہ یہ دونوں امر لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یعنی وہ خوفزدہ ہوں گے اور اس خوف سے ہی مر جائیں گے۔ یا یہ نفخہ بعث کی طرف راجع ہوگا اسے قشیری وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ اور مراد یہ ہوگا کہ نفخہ ثانیہ کے وقت وہ دوبارہ زندہ ہوں گے دراں حالیکہ وہ ڈرے اور سہمے ہوں گے، اور یہ کہہ رہے ہوں گے من بعثنا من مرقدنا (یٰس/۵۲) ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھایا ماوردی نے کہا و یوم ینفخ فی الصور سے مراد قبروں سے اٹھائے جانے کے لئے صور پھونکنا ہے اور کہا کہ اس فزع میں دو قول ہیں۔ احدهما یہ جلدی کرنے اور ندا کا جواب دینے کے معنی میں ہے، عربوں کے اس قول سے مشتق ہے فزعت الیه فی کذا اذا اسرعت الی ندائک فی معونته و القول الثانی

Marfat.com

اس فزع سے مراد وہ ہے جو ذہنوں میں موجود ہے کیوں کہ لانھم اذ بعثوا من قبورھم دخافوا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہتا ہوں کہ حدیث ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر جنہیں مسلم نے روایت کیا ہے اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نفخے صرف دو ہیں انھیں میں نے اپنی کتاب "التذکرہ" میں ذکر کیا ہے اور یہی انشاء اللہ صحیح ہے کہ نفخے صرف دو ہیں۔

(☆ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۱۸۲ سورۃ نمل/۸۶)

علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں و المختار ماھو المشھور من ان النفختہ اثنان یعنی مختار یہ ہے کہ دو نفخے ہوں گے اور جن سے زیادتی کا گمان ہوتا ہے ان کا جواب اس طرح دیا جائے گا کہ نفخہ اولی نفخہ صعق بمعنی موت ہے کہ اس سے زمین و آسمان کی ہر زندہ شے الا ماشاء اللہ مر جائے گی اسی پر اللہ تعالی کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے و نفخ فی الصور فصعق الخ، اور نفخہ ثانیہ نفخہ بعث ہوگا جس پر اللہ تعالی کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے ثم نفخ فیہ اخری فاذاھم قیام ینظرون اور ان دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ مشہور مذہب کے مطابق ہے صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا گیا اربعون یوما فقال ابوھریرہ ابیت فقیل اربعون شھرا فقال ابیت فقیل اربعون سنۃ فقال ابیت چالیس دن؟ آپ نے فرمایا میں نہیں کہہ سکتا عرض کی گئی چالیس ماہ؟ آپ نے فرمایا میں نہیں کہہ سکتا۔ عرض کی گئی کیا چالیس سال؟ آپ نے فرمایا میں نہیں کہہ سکتا۔

نفخہ فزع رعب و خوف کے معنی میں ہے۔ یہ نفخہ بعث ہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعث کے لئے صور پھونکا جائے گا مخلوق دوبارہ زندہ ہوگی اور منتشر ہوگی۔ جب انھیں قیامت کا یقین ہو جائے گا اور عظمت الہی کے آثار کا مشاہدہ کریں گے اس وقت ان پر خوف و رعب طاری ہوگا الا ماشاء اللہ اور فزع کو نفخہ پر مرتب کرنا زمان فاصل کی قلت اور ان کے مشاہدہ و یقین ہونے کی سرعت پر دلالت کرنے کے لئے ہے اور نفخہ کو فزع اور بعث پر مرتب کرنا سبب کی نسبت مسبب کی طرف کرنے کے قبیل سے ہے۔ (☆ تفسیر روح المعانی ج ۱۵ سورۃ النمل ۸۰)

Marfat.com

امام بخاری نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمای

بین النفختین اربعون سنة الاولی یمیت الله بها کل حیی و الاخری یحیی
الله بها کل میت. (☆صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب سورۃ ۳۹ تفسیر قرطبی سورۃ النمل ر۸۷ تفسیر ابن کثیر ج
فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۷۰)

دونفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا پہلا نفخہ سے ہر زندہ چیز کو اللہ تعالیٰ موت
عطا کرے گا اور دوسرے نفخہ سے ہر میت کو زندگی بخشے گا۔

Marfat.com

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۵۱

اور (دوبارہ جب) صور پھونکا جائے گا تو فوراً وہ اپنی قبروں سے نکل نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ

(اس وقت) کہیں گے ہائے ہم برباد ہو گئے۔ کس نے ہمیں اٹھ کھڑا کیا ہے ہماری خوابگاہوں سے (آواز آئے گی) یہ

الْمُرْسَلُوْنَ ۵۲ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا

وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ فرمایا تھا اور سچ کہا تھا (اس کے) رسولوں نے نہیں ہوگی مگر ایک زوردار کڑک پھر وہ فوراً

مُحْضَرُوْنَ ۵۳ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ

سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔ پس آج نہیں ظلم کیا جائے گا کسی پر بھی ذرہ بھر بھی اور نہ ہی بدلہ

تَعْمَلُوْنَ ۵۴ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۵۵

دیا جائے گا تمہیں مگر ان اعمال کا جو تم کیا کرتے تھے۔ بے شک اہل جنت آج (حسب مراتب) اپنے شغل سے لطف اندوز

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۵۶ لَهُمْ

ہو رہے ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سایہ میں (مرصع) تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے لئے وہاں

فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۵۷ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۵۸

(طرح طرح کے لذیذ) پھل ہوں گے۔ اور انہیں ملے گا جو وہ طلب کریں گے تم پر سلام ہو (انہیں) یہ کہا جائے گا اپنے

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۵۹ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ

رحیم رب کی طرف سے۔ اور (حکم ہوگا) اے مجرمو (میرے دوستوں سے) آج الگ ہو جاؤ۔ کیا میں نے تمہیں یہ

اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۶۰ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ

تاکیدی حکم نہیں دیا تھا اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۶۱ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا

عبادت کرنا یہ راستہ ہے (بایں ہمہ) گمراہ کر دیا شیطان نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو کیا تم

Marfat.com

تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۶۳﴾ اِصۡلَوۡهَ

عقل وخرد نہیں رکھتے تھے یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ آج اس کی آگ تاپو

الۡیَوۡمَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۶۴﴾ اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاهِهِمۡ

اس کفر کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔ آج ہم مہر لگا دیں گے کفار کے موہنوں پر اور بات کریں گے ہم سے

وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیۡدِیۡهِمۡ وَتَشۡهَدُ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡنَ ﴿۶۵﴾

ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں ان (بدکاریوں کی) جو وہ کمایا کرتے تھے۔

وَلَوۡ نَشَآءُ لَطَمَسۡنَا عَلٰۤی اَعۡیُنِهِمۡ فَاسۡتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی

اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کے نشان کو محو کر دیتے پھر وہ راستے کی طرف دوڑ کر آتے بھی تو ان کو

یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوۡ نَشَآءُ لَمَسَخۡنٰهُمۡ عَلٰی مَكَانَتِهِمۡ فَمَا

(اندھوں کی طرح) راستہ کیسے نظر آتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو انہیں مسخ کر کے رکھ دیتے ان کی جگہوں پر پھر وہ

اسۡتَطَاعُوۡا مُضِیًّا وَّلَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۶۷﴾

نہ آگے جا سکتے ہیں اور نہ پیچھے پلٹ سکتے ہیں۔

Marfat.com

نفخہ موت وحیات دونوں کا سبب:

قیامت کے وقوع کے یقینی ہونے کی بنا پر فعل ماضی "نفخ" ذکر کیا گیا اور یہ نفخہ ثانیہ ہی مردوں کی زندگی کا سبب ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی چیز یعنی نفخہ دو متضاد چیزوں یعنی موت وحیات میں کیسے موثر ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ موثر فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور نفخہ اس کی علامت ہے پھر چونکہ صوت ہائل (آواز) اجسام میں زلزلہ پیدا کرتی ہے حالت حیات میں زندہ آدمی کے اجزاء مجتمع ہوتے ہیں پس یہ آواز ان کے اندر زلزلہ پیدا کرتی ہے اور انھیں متفرق کرتی ہے اور حالت موت میں اجزاء متفرق ہوتے ہیں یہ ان میں زلزلہ پیدا کر کے ان کے اجتماع کا باعث بن جاتی ہے الحاصل دونوں نفخے اجرام کے اندر زلزلہ اور انتقال میں مؤثر ہیں اجتماع کے وقت انھیں متفرق اور افتراق کے وقت اجتماع کا باعث بنیں گے۔

(☆تفسیر کبیر ج ص ۲۷ سورۃ یٰس ۵۱ ص ۲۹۱ ج ۹)

آیت کی لغوی تشریح:

اجداث، جدث کی جمع ہے قبر کے معنی میں ہے اور ینسلون کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ راغب الاصفہانی لکھتے ہیں کہ نسل کسی چیز کے جدا ہونے کو کہا جاتا ہے اور اسی سے دوڑنا ہے ومنہ نسل اذ اعدا ینسل نسلانا اذا اسرع جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وھم من کل حدب ینسلون (☆المفردات فی غریب القرآن ص ۴۹۱)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں وھو الاسراع فی المشی فالمعنی یخرجون مسرعین یعنی تیزی سے چلنا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ بڑی سرعت اور عجلت سے قبروں سے نکل رہے ہوں گے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے قرآن حکیم میں ہے یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر (القمر/۷) ترجمہ۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یخرجون من الاجداث سراعا کانھم الی نصب

Marfat.com

یوفضون (معارج:۴۳) ترجمہ:۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ ہم نے نبی کریم علیہ السلام سے کمزوری کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا علیکم بالنسل یعنی تم تیز رفتاری کے ساتھ چلا کرو۔

(☆الجامع لاحکام القرآن سورۃ یٰس آیت:۵۱ ج۸ جزء ۱۵ ص ۳۱)

معنی آیت:

آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ قبروں سے اٹھ کر جلدی جلدی میدان حشر میں پہنچیں گے اور دوڑے دوڑے چلیں گے۔ اور ان کا دوڑے دوڑے جانا اپنے اختیار میں نہ ہوگا بلکہ یہ جلد بازی اور تیز رفتاری جبری ہوگی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی عجلت کر رہے ہوں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی طرف بھی اشارہ موجود ہے کہ آن واحد میں اجزاء متفرقہ اور بوسیدہ ہڈیاں جمع بھی ہو جائیں گی اور ترکیب پا کر ان کے اندر زندگی بھی دوڑنے لگے گی اور وہ اٹھ کھڑے ہو کر دیکھیں گے اور پھر میدان حشر کی طرف دوڑ پڑیں گے اور یہ سب کچھ ایک لحہ میں ہوگا اس کے لئے کسی مدت مدید کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ایک شبہ کا ازالہ:

دوسری آیت مقدسہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے **فاذاھم قیام ینظرون** اور آیت مذکورہ میں **فاذاھم من الاجداث الی ربھم ینسلون** فرمایا۔ قیام (کھڑا ہونا) نسلان (تیز رفتاری سے چلنا) دو الگ چیزیں ہیں اور اذا دونوں جگہ پر مفاجاۃ کے لئے آیا ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ان کا قبروں سے اٹھ کر دیکھتے رہنا یعنی حیران رہنا اور دوڑنا بیک وقت ہوگا۔

اس شبہ کے دو جوابات ہیں (۱) قیام تیز رفتاری کے منافی نہیں ہے کیوں کہ چلنے والا کھڑا ہی ہوتا ہے اور یہ چیز دیکھنے کے منافی نہیں ہے۔ (۲) امور اس تیز رفتاری سے وقوع پذیر ہوں گے گویا کہ سب ہی ایک ہی زمانہ میں واقع ہوئے جیسے شاعر کا یہ شعر

Marfat.com

مکر مفر مقبل مدبر معا (کجلمود صخر حطه السیل من عل)

(☆تفسیر کبیر ص ۲۹۱ ج ۹ جز ۲۶-یسین :۵۱)

یہ آیت اس بات پر بھی دلیل ہے کہ نفخے صرف دو ہوں گے۔

دونفخوں کے درمیان کا وقفہ:

ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ دونفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا بین النفختین اربعون سنته (☆تفسیر ابن ابی حاتم ص یسین :۵۱)

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ما بین النفختین اربعون قالوا یا ابا هریرة اربعون یوما قال ابیت قالوا اربعون شهرا قال ابیت قالوا اربعون عاما قال ابیت (☆صحیح المسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب ما بین النفختین)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دونفخوں کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا۔ صحابہ نے کہا اے ابو ہریرہ چالیس دن؟ آپ نے فرمایا مجھے یادنہیں انھوں نے کہا کیا چالیس مہینے؟ آپ نے فرمایا مجھے یادنہیں۔ انھوں نے کہا کیا چالیس سال؟ آپ نے فرمایا مجھے یادنہیں۔

علامہ قرطبی نے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشادفرمایا بین النفختین اربعون سنة الاولی یمیت الله بها کل حی والاخری یحیی الله بها کل میت کہ دونفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا پہلے نفخہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہر زندہ چیز کو موت سے دوچار کرے گا اور دوسرے نفخہ سے ہر مردہ کو اللہ تعالیٰ زندگی بخشے گا۔

(☆تفسیر الجامع لاحکام القرآن ج ۸ جز ۱۵، ص ۳۱ سورۃ یٰس :۵۱ فتح الباری ج ۱۱ ص)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی مظہری نے اپنی تفسیر میں ابوداؤد کے حوالہ سے ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے جس میں دونفخوں کے درمیان چالیس سال کے وقفہ کا ذکر ہے۔ (☆تفسیر مظہری سورۃ یٰس :۵۱ ج ۸ ص ۹۸)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث میں ہے کہ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو عرش

Marfat.com

کے نیچے سے بارش برسائے گا اس سے جسم اس طرح اگیں گے جس طرح سبزیاں اور نباتات اگتی ہیں آدمی کی کوئی ایسی چیز باقی نہ ہوگی جو گل سڑ نہ گئی ہو سوائے ایک خفیف ہڈی کے جسے عجب الذنب کہا جاتا ہے۔ اور اسی ہڈی سے قیامت کے روز مخلوق کو مرکب کیا جائے گا۔ جب اجسام مکمل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا اور وہ دوبارہ صور پھونکیں گے تو ہر روح اڑ کر اپنے اپنے جسم میں منتقل ہو جائے گی اور پھر اس سے قبر کو شق کیا جائے گا۔ اور وہ زندہ ہو کر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ اور میدان حشر کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ اور یہ دوڑنا اسرافیل علیہ السلام کا نشور کی طرف پکارنا ہے۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ بیت المقدس ہی ارض محشر ہے۔

(☆ روح البیان ج ۷ ص ۴۱۱ سورۃ یٰس: ۵۱)

وقوع قیامت اور کفار کا واویلا:

یہ قیامت کا مذاق واستہزا کرنے والے کفار اس دن جب اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر قیامت کی ہولناکیوں کو ملاحظہ کریں گے تو خوف ودہشت اور سراسیمگی کی حالت میں اپنے سروں کو پیٹیں گے اور کہیں گے وہ قیامت جس کو ہم محال عقلی قرار دے کر اس کا انکار کیا کرتے تھے اور قیامت سے ڈرانے والوں کو مجنون اور دیوانہ سمجھ کر اس کا استہزاء کیا کرتے تھے۔ وہ قیامت تو آج بپا ہو گئی اور ہمیں پکڑ کر یہاں لا کھڑا کر دیا گیا ہے۔ ہم تو یہ گمان کیا کرتے تھے کہ نہ قیامت بپا ہوگی اور نہ ہمیں اپنے کئے کا حساب وکتاب دینا ہوگا۔ آج تو ہم مارے گئے۔ اسی سراسیمگی میں کہیں گے وہ کون ہے جس نے ہمیں آج اپنی خواب گاہوں سے جگا کر یہاں کھڑا کر دیا؟

ابن ابی کعب، ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے کہ وہ یہ قول اس لئے کریں گے کیونکہ ان سے نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے درمیان عذاب قبر اٹھا لیا جائے گا پس وہ سو جائیں گے جب نفخہ ثانیہ کے بعد انھیں دوبارہ اٹھایا جائے گا اور قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے تو تباہی و بربادی اور ہلاکت کو پکاریں گے۔ اہل معانی نے کہا کہ جب کفار جہنم اور اس کے مختلف الانوع

Marfat.com

عذابوں کو ملاحظہ کریں گے تو اس وقت وہ عذاب قبر کو نیند سے تعبیر کریں گے اور کہیں گے ہائے ہم برباد ہو گئے ہمیں اپنی خوابگاہوں سے کس نے بیدار کیا۔

(☆ معالم التنزیل (بغوی) ج ۴ ص ۲۱۹ سورۃ یس: ۵۲)

ابن عباس وقتادہ اور ابن ابی کعب کا قول معتزلہ کے عذاب قبر کے انکار کا رد ہے جو وہ یہ کہتے ہیں کہ آیت عذاب قبر کی نفی پر دلالت کرتی ہے حضور ﷺ کا یہ فرمان بھی اسی دلالت پر کرتا ہے کہ دونفخوں کے درمیان عذاب قبر اٹھایا جائے گا **بین النفختین اربعون سنته و لیس بینھا قضاء ولا رحمة ولا عذاب الا ماشاء ربک** دونفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہے ان کے درمیان نہ تو کوئی فیصلہ ہے نہ رحمت وعذاب مگر جو کچھ آپ کا رب چاہے گا۔

عذاب قبر کا ثبوت قرآن وحدیث سے:

آیت مذکورہ کے علاوہ درج ذیل آیات کریمہ عذاب قبر کے حق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم (توبہ: ۱۰۱)

ہم انھیں عنقریب دو بار عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔

علامہ خازن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کا عذاب اول میں اختلاف ہے جب کہ عذاب ثانی کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **ثم یردون الی عذاب عظیم** اس سے مراد عذاب نار ہے جو آخرت میں ہوگا اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو تین بار عذاب دے گا پہلا دنیا میں، دوسرا قبر میں اور تیسرا آخرت میں۔ (☆ لباب التاویل فی معانی التنزیل للخازن ص ۲۸۰ ج ۳ سورۃ توبہ ۱۰۱)

ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اوسط میں اور وغیرھما نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے۔ اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے ان کے نام لے کر انھیں نکالا اور انھیں ذلیل و خوار کیا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی ضروری کام کی بنا پر جمعہ میں حاضر نہ تھے۔ آپ کی

Marfat.com

ملاقات ان سے ہوئی دراں حالیکہ وہ مسجد سے نکل رہے تھے۔ آپ ان سے شرمندگی محسوس کر کے ان سے چھپ گئے کہ آپ جمعہ میں شریک نہیں ہو سکے اور آپ نے یہ گمان کیا کہ لوگ چلے گئے ہیں اور وہ (منافقین) آپ سے چھپ گئے اور یہ گمان کیا کہ آپ کو ان کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا لوگ تو مسجد میں موجود ہیں، تو ایک آدمی نے آپ سے کہا اے عمر تجھے خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو آج رسوا کیا ہے۔ پس یہ ان کا پہلا عذاب ہے۔ اور دوسرا عذاب عذاب قبر ہے۔

حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عذاب اول سے مراد ان سے زکوٰۃ لینا ہے جب کہ دوسرا عذاب عذاب قبر ہے ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ پہلا عذاب اہل اسلام کے غضب کو مول لینا ہے جب کہ دوسرا عذاب عذاب قبر ہے۔ (☆ روح المعانی ص ۱۷، ۶ سورۃ توبہ: ۱۰۱)

(۲) وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیها غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب (غافر: ۴۵، ۴۶)

ترجمہ:۔ اور آل فرعون کو برے عذاب نے آ گھیرا، آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان **النار یعرضون علیها غدوا و عشیا** سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ اسی طرح مجاہد، عکرمہ، مقاتل اور محمد بن کعب میں سے ہر ایک نے کہا ہے کہ یہ آیت عذاب قبر پر دلالت کرتی ہے اور عذاب آخرت پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **و یوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب** دلالت کرتا ہے۔ (☆ الجامع لاحکام القرآن سورۃ غافر/مومن: ۴۵، ۴۶ ص ج ۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے قالب میں ہر روز دو مرتبہ صبح و شام آگ پر پیش کی جاتی ہیں، اور ان سے کہا جاتا ہے یہ آگ تمہارا مقام ہے اور قیامت تک ان کے ساتھ یہی معمول رہے گا۔

(☆ معالم التنزیل للبغوی ص ۲۴۱ ج ۷ سورۃ حم المومن/غافر ۴۵، ۴۶)

Marfat.com

(۳)قالوا ربنا امتنا اثنين و احيتنا اثنتين (غافر/مومن:۱۱)

کفار کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندگی بخشی۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت کے معنی میں اہل تاویل کا اختلاف ہے ابن مسعود ابن عباس، قتادہ اور ضحاک کا قول ہے کہ وہ اپنے آباء کے صلبوں میں مردہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کیا پھر انہیں موت سے دوچار کیا جس سے دنیا میں کوئی چارہ کار ہی نہیں پھر بعث اور قیامت کے لئے انہیں زندہ کیا پس یہ دو موتیں اور دو زندگیاں ہیں اور سدی کا قول ہے کہ انھیں دنیا میں موت دی گئی پھر انھیں قبروں میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا گیا پھر انھیں موت دی گئی۔ پھر انھیں آخرت میں زندہ کیا جائے گا۔ یہ اس وجہ سے کیوں کہ عرف عام میں میت کا اطلاق نطفہ پر نہیں کیا جاتا۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ علماء کرام نے سوال قبر کے ثبوت پر بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ اور اگر ثواب و عقاب صرف روح کو ہوتا جسد کو نہ ہوتا تو پھر احیاء اور اماتۃ (موت و حیات) کا کوئی معنی نہ ہوتا۔ روح تو بذات خود زندہ ہے اسے موت نہیں ہے اور نہ ہی تغیر و فساد کو قبول کرتی ہے موت اس کی طرف کوئی سبیل نہیں پاتی نہ اس پر غشی طاری ہوتی ہے اور نہ ہی وہ فنا ہوتی ہے۔

(☆الجامع الاحکام القرآن سورۃ غافر/مومن ۱۱ص۲۱۷ج۸)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو بار موت اور دو بار حیات کا ذکر کیا ہے ایک موت و حیات تو دنیا میں آ گئی اب دوسری موت و حیات کونسی ہے؟ یہ اسی وقت د ست ہو سکتا ہے کہ جب قبر میں مردہ کو زندہ کیا جائے اور وقوع قیامت کے وقت اس پر پھر موت طاری کی جائے اب یہ کہنا درست ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا اور جب قبر میں حیات ثابت ہو گئی تو قبر میں عذاب و ثواب بھی ثابت ہوگا کیوں کہ جو عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں وہ قبر میں حیات کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اور جو مانتے ہیں وہ دونوں کو مانتے ہیں۔

(☆شرح صحیح مسلم للسعیدی کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمیا ص۲۰۶ج۷ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ)

Marfat.com

احادیث سے عذاب قبر پر استدلال:

علامہ حافظ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ عذاب قبر کے ثبوت پر بہت سی احادیث صحیح اور اخبار متواترہ موجود ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب آدمی کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب واپس پلٹ کر چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز بھی سن لیتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے اٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں **ماکنت تقول فی ھذا الرجل محمد** ﷺ اس آدمی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کچھ کہا کرتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا تھا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس سے کہا جائے گا کہ تو جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ اللہ تعالیٰ نے اس کو بدل کر تمہارا ٹھکانا جنت بنا دیا ہے نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا۔ اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا۔ میں وہ بات کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس سے کہا جائے گا کہ تم نے کچھ جانا نہ کچھ پایا۔ پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان ضرب لگائی جائے گی پھر وہ زور سے چیخ مارے گا جس کو جن وانس کے علاوہ سب سنیں گے۔ (بخاری کتاب الجنائز باب المیت یسمع خفق النعال)

(۲) صحاح ستہ میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا۔ تو آپ نے فرمایا **انھما لیعذبان** ...... ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے **وما یعذبان فی کبیر**، انہیں کسی بڑے گناہ کے باعث عذاب نہیں دیا جاتا۔ پھر آپ نے فرمایا **بلی احدھما فکان یسعی بالنمیمۃ واما الاخر فکان لایستنزہ من بولہ** ہاں ان میں سے ایک چغلخوری کرتا تھا جب کہ دوسرا پیشاب سے بچتا نہیں تھا۔ پھر آپ نے ایک تازہ ٹہنی کو لیا اور اسے دو حصوں میں تقسیم کیا پھر ہر ٹکڑے کو ایک ایک قبر پر گاڑھ دیا پھر فرمایا **لعلہ یخفف عنھما مالم ییبسا** شاید ان کے عذاب میں اس وقت تک تخفیف ہو جب تک یہ خشک نہ ہوں۔

(بخاری کتاب الجنائز باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول)

Marfat.com

(۳) صحاح ستہ میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب مومن قبر میں بیٹھ جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان سچ ہے یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ. (بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر)

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جسے شیخین اور نسائی نے نقل کیا ہے آپ فرماتی ہیں کہ ایک یہودیہ آپ کے ہاں داخل ہوئی اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب قبر سے بچائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا نعم عذاب القبر ہاں عذاب قبر ہے دوسری روایت میں ہے عذاب القبر حق۔ (بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر)

(۵) ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جبن (بزدلی) بخل، عذاب قبر اور فتنہ صدر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

(۶) بخاری، ترمذی اور نسائی نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے کہ آپ اپنے بیٹوں کو کہا کرتے تھے کہ ان کلمات کے ساتھ پناہ مانگا کرو جن سے رسول اللہ ﷺ مانگا کرتے تھے۔ الی ان قال پھر آپ نے عذاب قبر کا ذکر فرمایا۔

(۷) حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضور ﷺ سورج غروب ہونے کے بعد باہر نکلے تو آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا یہود کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

(بخاری کتاب الجنائز باب التعوذ من عذاب القبر)

(۸) نسائی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من الکفر و الفقر و عذاب القبر

(۹) امام مسلم نے زید بن ارقم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں تمہیں صرف وہی بات بتاتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی آپ فرمایا کرتے تھے

Marfat.com

اللھم انی اعوذبک من العجز و الکسل و الجبن و البخل و عذاب القبر

ان کے علاوہ دیگر کئی احادیث آپ نے نقل کی ہیں۔

(☆عمدۃ القاری کتاب الجنائز باب المیت یسمع خفق النعال)

عذاب قبر کی نفی پر دلالت کرنے والی آیات کا صحیح مفہوم:

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں اثبات عذاب قبر مذہب اہل السنّت والجماعت ہے جب کہ ضرار بن عمرو، بشر مریسی اور اکثر متاخرین معتزلہ عذاب قبر کے منکر ہیں۔انھوں نے قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے بھی استدلال کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولیٰ (الدخان:۵۶) یعنی وہ جنت میں پہلی موت کے علاوہ موت نہیں چکھیں گے۔ اگر وہ قبروں میں زندہ ہوتے تو پھر دوبارہ موت کا ذائقہ چکھتے نہ کہ ایک موت کا۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ما انت بمسمع من فی القبور (الفاطر:۲۲)

یہاں سیاق کلام سے غرض کفار کو عدم سماع میں اہل قبور سے تشبیہ دینا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمتہ اللہ ان کے ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

پہلی آیت کا جواب یہ ہے کہ اہل جنت، جنت میں موت کو نہیں چکھیں گے اور جس طرح دنیاوی نعمتیں موت سے منقطع ہو گئی تھیں جنت میں ان کی نعمتیں منقطع نہیں ہوں گی۔آیت کریمہ میں کوئی دلیل اس بات پر نہیں کہ مسائلت کے بعد اور دخول جنت سے قبل ان پر کوئی موت وارد نہیں ہوگی۔

اور الا الموتۃ الاولیٰ جنت میں موت کے نہ آنے پر علیٰ سبیل التعلیق بالمحال تاکید ہے گویا کہ یہ کہا گیا کہ اگر پہلی موت کا چکھنا ممکن ہوتا تو وہ جنت میں پہلی موت چکھ لیتے لیکن یہ ناممکن ہے۔پس جنت میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الموتۃ الاولیٰ سے مراد جنس موت ہے اور یہ موت کی تعداد کے منافی نہیں کیوں کہ جنس متعدد کو بھی شامل ہوتی ہے۔اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیھا

Marfat.com

السلام کے زمانہ میں اللہ تعالٰی کا کثیر موتی کو زندہ کرنا ہے اور یہ چیز آیت کی اس تاویل کو واجب کرتی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی۔

دوسری آیت کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور کا عدم اسماع ان کے عدم ادراک کو مستلزم نہیں ہے۔ (☆☆عمدۃ القاری کتاب الجنائز باب المیت یسمع خلق النعال ص۲۰۳ ج۶)

اس آیت کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے اہل قبور حاسہ سمع یعنی کانوں سے نہیں سنتے کیوں کہ جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ کر مٹی بن جاتا ہے لہٰذا اس آیت میں جو اس سے سننے کی نفی ہے اہل قبور حواس سے نہیں بلکہ روح کی قوت سے سنتے ہیں۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ آپ انہیں سنا نہیں سکتے مگر اللہ تعالٰی انہیں سنانے پر قادر ہے۔

عذاب قبر کے عدم پر عقلی دلائل اور ان کا جواب:

علامہ اُبی لکھتے ہیں کہ منکرین عذاب قبر کی دلیل یہ ہے کہ میت سے سوال کرنا اور اس کو عذاب دیا جانا عقل اور مشاہدے کے خلاف ہے کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قتل کر دیا گیا یا سولی پر چڑھایا گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتی کہ اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں اور ہم اس پر سوال و جواب اور عذاب دیئے جانے کے کوئی آثار نہیں پاتے۔ اسی طرح جس شخص کو درندے یا پرندے کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو شخص جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو ان کے متعلق سوال و جواب اور عذاب کا دعوی کرنا عقل کے خلاف ہے۔

علامہ ابی کہتے ہیں علامہ ابن باقلانی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اور اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آتے تھے اور حاضرین ان کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے اسی طرح جو شخص کسی درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں ہو یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جز میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا زیادہ

Marfat.com

سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خرق عادت بات ہے اور تمام امور آخرت خرق عادت ہی ہیں۔

(☆اکمال اکمال معلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا ص۲۳۲ ج ۷)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مردہ اپنی قبر میں اپنی حالت پر ہوتا ہے اسے کیسے اٹھایا جاتا ہے اور اس پر لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جاتا ہے اور اس کا کوئی اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممتنع نہیں ہے بلکہ اس کی نظیر عام زندگی میں بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ سویا ہوا شخص حالت نیند میں لذت و آرام پاتا ہے لیکن ہمیں اس کا شعور نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک بیدار شخص سننے یا غور وفکر سے لذت یا الم کی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے لیکن اس کا ہمنشیں یہ سب کچھ اس سے نہیں دیکھ سکتا۔

علامہ نووی فرماتے ہیں ہمارے اصحاب نے کہا کہ حدیث میں مذکور اقعاد (کھڑا کرنا) میں یہ احتمال ہے کہ شاید یہ مقبورین کے ساتھ خاص ہو نہ کہ ان کے لئے بھی جنہیں کسی درندہ وغیرہ نے کھالیا ہو اور جہاں تک لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ مارنے کا تعلق ہے یہ ممتنع نہیں ہے۔

(☆شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۳۸۶ کتاب الجنۃ صفتہ ونعیمھا باب مقعد المیت من الجنتہ والنار و اثبات عذاب القبر الخ)

کیا عذاب قبر روح کو ہوگا یا روح مع الجسد کو ہوگا:

اس مسئلہ میں متکلمین کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک صرف روح کو عذاب قبر ہوگا جب کہ بعض کے نزدیک روح مع الجسد کو عذاب قبر ہوگا۔ اور ہر ایک نے اپنی موقف کی تائید میں دلائل دیئے ہیں میرے نزدیک قبر میں زندگی کی ایک نوع کا لوٹایا جانا جس سے وہ لذت والم کی کیفیت سے دوچار ہو حق ہے باقی رہا یہ کہ عذاب قبر روح کو ہوگا یا روح مع الجسد کو، تو اس میں توقف ہے۔ عذاب قبر کے حق ہونے پر کتاب وسنت اور آثار سے دلائل کثیرہ موجود ہیں۔ اور کسی بھی آیت یا حدیث میں اس بات کی صراحت موجود نہیں کہ عذاب صرف روح کو ہوگا یا روح مع الجسد کو اور علامہ تفتازانی نے بھی شرح المقاصد میں توقف ہی کو اختیار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

Marfat.com

اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف حیات کی ایک نوع کی اتنی مقدار لوٹائے گا جس سے وہ لذت یا الم کو پا سکے اور اس پر کتاب وسنت اور آثار گواہ ہیں لیکن انھوں نے اس میں توقف کیا ہے کہ کیا یہ عذاب فقط روح کو ہوگا یا روح مع الجسد کو اور یہ جو سمجھا جاتا ہے کہ حیات بدون الروح ممتنع ہے ممنوع ہے۔ یہ اس حیات کاملہ میں ہے جس کے ساتھ قدرت اور افعال اختیاریہ ہوتے ہیں۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں قدرت اور افعال اختیاریہ پیدا نہیں فرماتا۔ (☆شرح المقاصد ص ۲۲۳ ج ۲ باب عذاب القبر حق)

اموات قبروں میں دنیا والوں کے لئے نیک تمنائیں اور دعائیں کرتے ہیں:

انبیاء، شہداء، اولیاء کرام اور مومن اپنی قبروں میں بھی دنیا والوں کے لئے نیک تمنائیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ آیت زیر بحث میں جب صاحب یٰس کو قتل کر دیا جاتا ہے اور حق گوئی کے صلہ میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے جنت عطا فرماتا ہے تو وہ ان اخروی لازوال نعمتوں کو دیکھ کر یہ آرزو کرتا ہے کاش کہ اس کی قوم اللہ تعالیٰ کے اس پر ہونے والے انعامات واکرامات کو جان لیتی یا لیت قومی یعلمون

قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ شہداء کے مقام ومرتبہ کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:۔

لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون

(آل عمران، ۱۴۹)

ترجمہ:۔ ہرگز خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیئے جاتے ہیں۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی غزوہ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھا وہ جنت کی نہروں پر وارد ہوتی ہیں اور جنت کا پھل کھاتی ہیں اور عرش کے زیر سایہ سونے کی قندیلوں میں

Marfat.com

بسیرا کرتی ہیں جب انہوں نے اپنے کھانے پینے کی پاکیزگی وعمدگی کو پایا اور اپنے قیلولہ کرنے کی جگہ کو عمدہ پایا تو وہ بول پڑیں کاش کہ ہمارے بھائیوں کو اللہ تعالیٰ کے ہمارے اوپر ہونے والے احسانات کا علم ہوتا تا کہ وہ جہاد سے روگردانی نہ کرتے اور حرب سے منہ نہ موڑتے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا میں تمہاری طرف سے انہیں یہ پیغام پہنچاؤں گا تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۴۲۷، سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی فضل الشہادۃ، تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۰۶ جزء ۴، معالم التنزیل للبغوی ج ا ص ۳۷۴) مسلم شریف کتاب الجہاد باب فضل الشہداء

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ یہ آرزو کرنے والے حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ جب انہوں نے خیر میں سے رزق پایا تو یہ تمنا کی کہ کاش ہمارے بھائیوں کو اس خیر کا علم ہوتا جو ہمیں حاصل ہوا تا کہ جہاد میں ان کی رغبت زیادہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے انہیں بتادوں گا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۲ جزء ۴ ص ۲۰۷)

الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین (زخرف:۶۷)

ترجمہ:۔ گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے بجز ان کے جو متقی (پرہیزگار) ہیں۔

اس آیت کے ذیل میں علامہ ابن کثیر، قرطبی، اور علامہ بغوی لکھتے ہیں، علامہ بغوی اپنی سند سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو مومن دوست اور دو کافر دوست تھے مومن دوستوں میں سے ایک کی وفات ہوئی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے پروردگار فلاں شخص مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا تھا مجھے خیر کا حکم دیتا شر سے منع کرتا اور مجھے تیری ملاقات کی خبر دیتا۔ میرے پروردگار میرے بعد اسے گمراہ نہ کرنا اسے بھی یونہی ہدایت پر گامزن رکھنا جیسا کہ تو نے مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور اسے بھی وہی عزت بخش جو تو نے مجھے بخشی جب اس کے دوست کا انتقال ہوا تو ان دونوں کی روحوں کو جمع کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی مدح کرے تو وہ گویا ہوئے کہ یہ بہترین بھائی، دوست اور

Marfat.com

ہمنشین تھا۔ جب کافر دوستوں میں سے ایک مر گیا تو اس نے کہا پروردگار فلاں شخص مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت سے روکتا تھا مجھے شر کا حکم دیتا اور بھلائی سے روکتا تھا۔ اور تیرے ساتھ عدم ملاقات کا کہتا۔ وہ بدترین بھائی دوست اور ہمنشین تھا۔ (معالم التنزیل للبغوی ص ۴۰۵ ج ۵ تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۴ ج ۴، الجامع لاحکام القرآن قرطبی ج ۸ جز ۱۶، ص ۸۰)

مذکورہ بالا آیات اور ان جیسی دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبورین نہ صرف قبروں میں زندہ ہوتے ہیں بلکہ وہ دنیا والوں کے لئے نیک تمنائیں اور دعائیں بھی کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں اور تمناؤں کو شرف قبولیت سے بھی نوازتا ہے۔

سماع موتیٰ قرآن کی روشنی میں:

قران و حدیث کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اموات قبروں میں دنیا والوں کی آوازوں کو سنتے بھی ہیں ان کا جواب بھی دیتے ہیں ہم ان چند آیات کا ذکر کریں گے جو سماع موتیٰ پر دلیل کرتی ہیں۔

(۱) فتولی عنهم و قال یٰقوم لقد ابلغتکم رسالة ربی و نصحت لکم ولکن لاتحبون النصحین (اعراف: ۷۹) ترجمہ:۔ تو (صالح) نے منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور (بصد حسرت) کہا اے میری قوم! بے شک پہنچا دیا میں نے تم کو پیغام اپنے رب کا اور میں نے خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم پسند ہی نہیں کرتے خیر خواہوں کو۔

علامہ ابن جوزی حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قال قتادة ذکر لنا ان صالحا اسمع قومه کما اسمع نبیکم قومه بعد موتهم

ترجمہ:۔ قتادہ نے فرمایا ہمیں بتایا گیا کہ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسی طرح سنایا جس طرح تمہارے نبی ﷺ نے اپنی قوم کو ان کی موت کے بعد سنایا تھا۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۲۲۴)

علامہ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں:

قال لهم صالح ذالک بعد هلاکهم تقریعا و توبیخا وهم یسمعون ذالک کما

Marfat.com

ثبت فی الصحیحین ان رسول الله ﷺ لما ظهر علی بدر اقام هناک ثلاثا ثم امر براحلته فشدت بعد ثلاث من اخر اللیل فرکبها ثم سار حتی وقف علی القلیب قلیب بدر فجعل یقول یا اباجهل بن هشام یا عتبة بن ربیعة یا شیبة بن ربیعة یا فلان بن فلان هل وجدتم ماوعد ربکم حقا فانی وجدت ما وعد ربی حقا فقال له عمر یارسول الله ما تکلم من اقوام قد جیفوا فقال والذی نفسی بیده ما انتم باسمع لما اقول منهم ولکن لایجیبون (تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۳۵)

ترجمہ۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ان کی ہلاکت کے بعد زجر و توبیخ کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا، دراں حالیکہ وہ اسے سن رہے تھے۔ جیسا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بدر کے مقام پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے وہاں پر تین دن قیام فرمایا۔ پھر آپ نے اپنی سواری لانے کا حکم دیا تیسرے دن رات کے آخری حصہ میں آپ کی سواری پر زین ڈالی گئی پس آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے پھر آپ چل پڑے حتی کہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک کنویں پر رک گئے اور یہ فرمانے لگے اے ابوجہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے فلاں بن فلاں کیا تم نے اپنے ساتھ کئے گئے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا؟ یقیناً میں نے اس وعدہ کو سچا پایا جو میرے رب نے میرے ساتھ کیا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے عرض کی یارسول اللہ آپ اس قوم سے خطاب فرمار ہے ہیں جو بدبودار جثے ہو چکے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ میری بات کو سن نہیں سکتے۔ لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔

(۲) فتولی عنهم وقال یقوم لقد ابلغتکم رسالات ربی و نصحت لکم فکیف اسی علی قوم کفرین (اعراف: ۹۳)

ترجمہ۔ تو منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور کہا اے میری قوم! بے شک میں نے پہنچا دیئے تھے تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں نے نصیحت کی تھی تو (اب) کیوں کرغم کروں میں کافر

Marfat.com

قوم (کے ہولناک انجام) پر۔

علامہ ابن جوزی حنبلی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:۔

قال قتادہ اسمع شعیب قومہ کما اسمع نبیکم قومہ یوم بدر انہ خاطبھم بعد الھلاک (زادالمسیر ج ۳، ص ۱۷۹)

ترجمہ۔ قتادہ نے فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسی طرح سنایا جیسا کہ تمہارے نبی ﷺ نے اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کے بعد خطاب کیا تھا۔

علامہ ابن کثیر دمشقی فرماتے ہیں:۔

ای فتولی عنھم شعیب علیہ السلام بعد ما اصابھم من العذاب و النقمۃ و النکال وقد قال مقرعا لھم و موبخا یقوم لقد ابلغتکم رسالات ربی و نصحت لکم.

(تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۲۳۸)

ترجمہ۔ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں عذاب، انتقام اور عبرتناک سزا پہنچنے کے بعد ان سے منہ موڑا اور انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا اے میری قوم میں نے تم تک اپنے رب کے پیغامات کو پہنچا دیا تھا اور تمہیں نصیحت کی تھی۔

(۳) **ونفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الی ربھم ینسلون** (یسین ۵۱)

ترجمہ۔ اور جب (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا تو فوراً وہ اپنی قبروں سے نکل نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے جانے لگیں گے۔

اس آیت میں بھی سماع موتی پر دلیل موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ جب نفخہ اولی ہوگا تو تمام ذی روح مخلوق مر جائے گی اور موت سے دوچار ہوگی۔ پھر نفخہ ثانیہ ہوگا جس کی آواز مردے اپنی اپنی قبروں میں یا جہاں کہیں ان کے اصلی اجزاء ہوں گے وہ اسے سنیں گے اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر میدان حشر کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ اگر سماع موتی ممکن نہ ہوتا تو مردے اس آواز کو بھی نہ سنتے معلوم ہوا کہ سماع موتی جائز بلکہ قرآن کی بہت سی آیات سے ثابت ہے۔

Marfat.com

(۴) واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة یعبدون (زخرف:۴۵)

ترجمہ:۔اور آپ ان سے پوچھئے جنہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں سے کیا ہم نے بنائے ہیں خداوند رحمٰن کے علاوہ اور خدا تا کہ ان کی پوجا کی جائے۔

ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:۔

ای جمیع الرسل دعوا مادعوت الناس الیه من عبادة الله ونهوا عن عبادة الانداد یعنی تمام رسولوں نے بھی تمام لوگوں کو وہی دعوت دی جو آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت لوگوں کو دیتے ہیں اور اس کا شریک بنانے سے انہوں نے روکا۔

وقال عبدالرحمن بن زید بن اسلم و اسالهم لیلته الاسراء فان الانبیاء علیهم السلام جمعوا له

آپ ان انبیاء سے سوال کریں لیلتہ الاسراء کو کیوں کہ اس رات تمام انبیاء علیہم السلام کو آپ کے لئے جمع کیا گیا تھا۔(تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۱۲۹)

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

قال ابن زید و ابن عباس لما اسری برسول الله ﷺ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی و هو مسجد بیت المقدس بعث الله له ادم ومن بعد من المرسلین و جبریل مع النبی ﷺ فاذن جبریل علیه السلام ثم اقام الصلوة ثم قال یا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ رسول الله ﷺ قال له جبریل علیه السلام سل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة یعبدون فقال رسول الله ﷺ لا اسئل قد اکتفیت

(الجامع الاحکام القرآن ج۸ جز۱۶ ص۷۰)(زادالمسیر ج۷ ص۱۳۸)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن عباس اور عبدالرحمٰن ابن زید سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ کو مسجد

Marfat.com

حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف سیر کروائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کی اولاد میں سے مرسلین کو مبعوث فرمایا اور جبریل امین علیہ السلام حضور ﷺ کی معیت میں تھے تو جبریل نے آذان دی پھر نماز کے لئے اقامت کہی پھر کہا اے محمد (ﷺ) آگے بڑھ کر انہیں نماز پڑھایئے۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو جبریل نے آپ سے کہا اے محمد ﷺ آپ ان سے پوچھئے جنہیں ہم نے آپ سے قبل رسول بنا کر بھیجا کیا ہم نے رحمٰن کے سوا دوسروں کو معبود بنایا ہے جن کی یہ عبادت کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نہیں پوچھتا مجھے یہی چیز کافی ہے۔ (یعنی مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے)۔

یہ تمام آیات مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ موت سماع سے مانع نہیں ہے اور نہ ہی موت فنا محض کا نام ہے۔ بلکہ موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہوجانے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے اگر موت فنا محض ہوتی تو پھر عذاب وثواب کا کوئی معنیٰ ہی نہیں رہتا۔

(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پرندوں سے خطاب:۔

واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحیی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی قال فخذ اربعة من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزأ ثم ادعھن یاتینک سعیا واعلم ان اللہ عزیز حکیم (البقرہ:۲۶۰)

ترجمہ:۔ اور یاد کرو جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے پروردگار دکھا مجھے کہ تو کیسے زندہ فرماتا ہے مردوں کو فرمایا (اے ابراہیم) کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے۔ عرض کی ایمان تو ہے (لیکن یہ سوال اس لئے ہے) تاکہ مطمئن ہوجائے میرا دل فرمایا تو پکڑ لے چار پرندے پھر مانوس کر لے انہیں اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا۔ پھر بلا انہیں چلے آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے اور جان لے یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب بڑا دانا ہے۔

بقول مفسرین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندوں کو لیا انہیں ذبح کیا ان کے پروں کو اکھاڑا گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کیے۔ اور ان کے گوشت خون اور پروں کو ملایا اور پھر انہیں

Marfat.com

پہاڑوں پر ڈال دیا ان کے سروں کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔ پھر آپ نے انہیں بلایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم آؤ۔ ہر پرندہ کا ہر ہر قطرہ خون دوسرے قطرے کے ساتھ پر ہر دوسرے پر کیساتھ اور ہر گوشت وہڈی کا ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دیکھتے ہوئے ہوا ہی میں ملا اور پھڑ پھڑاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ جب بھی کوئی پرندہ آپ کے پاس آتا آپ ایک سر اس کے قریب کر دیتے اگر وہ اس کا سر ہوتا تو وہ اس کے سر کے قریب ہو جاتا ورنہ رکتا۔ یہاں تک کہ وہ سارے کے سارے اپنے سروں کے ساتھ مل گئے۔

اس آیت کریمہ سے درج ذیل نکات مترشح ہوتے ہیں۔

(۱) موت فنائے محض کا نام نہیں ہے۔

(۲) موت سماعت کے منافی نہیں ہے اگر ایسی چیز ہوتی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ مردہ پرندوں کو بلانے کا حکم نہ دیتا۔

(۳) مردے زندہ لوگوں کے کلام کو سنتے ہیں بلکہ سن کر جواب بھی دیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلانے پر مردہ پرندوں نے آپ کے کلام کو سنا بھی اور سراپا امتثال بن کر آپ کی بارگاہ میں حاضر بھی ہوئے۔

سماع موتی احادیث کی روشنی میں:

اب ہم اختصار کے ساتھ چندان احادیث کو پیش کرتے ہیں جو سماع موتی پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں **اطلع النبی ﷺ علی اهل القلیب فقال وجدتم ما وعدکم ربکم حقا فقیل له اتدعو امواتا فقال ما انتم باسمع منهم ولکن لایجیبون** (بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر)

ترجمہ۔ حضور ﷺ نے گڑھے والوں (بدر کے مشرکین مقتولین) پر جھانک کر فرمایا" کہا تم نے اس چیز کو حق پایا جس کا تمہارے رب نے تمہارے ساتھ وعدہ فرمایا تھا۔ تو آپ سے عرض کی گئی کیا

Marfat.com

آپ اموات سے خطاب فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ جواب دینے سے قاصر ہیں۔

(۲) مالک بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ امر بیوم بدر باربعة و عشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث و کان اذا ظهر علی قوم اقام بالعرصة ثلاث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلته فشد علیها راحلتها ثم مشی و اتبعه اصحابه وقاموا مانری ینطلق الا لبعض حاجته حتی قام علی شقه الرکی فجعل ینادیهم باسمائهم و اسماء ابائهم یا فلان بن فلان یا فلان بن فلان ایسر کم انکم اطعتم الله و رسوله؟ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ماوعدکم ربکم حقا؟ قال فقال عمر یارسول الله ماتکلم من لا اجساده ولا ارواح لها فقال رسول الله ﷺ والذی نفس محمد بیده ماانتم باسمع لما اقول منهم

(بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل)

حضور ﷺ نے یوم بدر کو چوبیس قریش کے سرداروں کو کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا تو انہیں بدر کے ایک کنویں میں پھینک دیا گیا جو خبیث ومخبث تھا۔ آپ ﷺ جب کسی قوم پر فتح پاتے تو میدان میں تین راتیں وہاں قیام کرتے۔ جب بدر میں تیسرا دن تھا تو آپ ﷺ نے اپنی سواری لانے کا حکم دیا تو اس پر زین ڈالی گئی۔ پھر آپ چل پڑے۔ آپ کے صحابہ آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ اور پھر رک گئے ہمارا خیال تھا کہ آپ ﷺ کسی حاجت کے لئے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کنویں کے کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے انہیں ان کے ناموں اور ان کے آباء کے ناموں سے پکارنا شروع کر دیا اے فلاں بن فلاں اے فلاں بن فلاں کیا تمہیں یہ بات خوش کرتی ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے؟ ہم نے تو اس وعدہ کو سچا پا لیا جو ہمارے رب نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ کیا تم نے بھی اس وعدہ کو سچا پا لیا جو تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں جن کے اجساد ہیں اور نہ ارواح۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (فداہ ابی وامی) کی جان ہے تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

(۳) انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:۔

ان النبی ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبره و تولی عنه اصحابه و انه يسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فتقعدانه فيقولان ما كنت تقول في هذا الرجل؟ لمحمد ﷺ فاما المؤمن فيقول اشهد انه عبدالله و رسوله فيقال له انظر الى مقعدك من النار ابدلک الله به مقعدا من الجنة فيرا هما جميعا قال قتاده و ذكرلنا انه يفسح في قبره ثم رجع الى حديث انس قال و اما المنافق والكافر فيقال له ما كنت تقول في هذا الرجل فيقول له لاادري كنت اقول ما يقوله الناس فيقال لا ادريت ولا تليت و يضرب بمطارق من حديد ضربة فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين (بخاری کتاب الجنائز باب عذاب القبر)

ترجمہ:۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جب کسی شخص کو قبر مین رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے پاؤں کی آواز کو بھی سن لیتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اسے کہتے ہیں اس شخص (محمد ﷺ) کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا۔ مومن کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے تو اسے کہا جاتا ہے اپنے جہنم کے ٹھکانے کی طرف دیکھ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے تیرے اس ٹھکانے کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا پس وہ ان دونوں کو دیکھ لیتا ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا کہ اس کی قبر کو کشادہ کیا جاتا ہے پھر حدیث انس کی طرف لوٹے اور فرمایا منافق اور کافر کو کہا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا میں وہی کچھ کہتا تھا جو لوگ اس کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ تو اس سے کہا جاتا ہے تو نے نہ جانا اور نہ تلاوت کی پس اسے لوہے

Marfat.com

کے ہتھوڑوں سے مارا جاتا ہے اور وہ ایسی چیخ مارتا ہے کہ اس کے گردونواح کی ہر چیز سوائے جن و انس کے اسے سن لیتی ہے۔

(۴) مسند امام احمد میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا گزر قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا السلام علیکم مر رسول اللہ ﷺ بقبور فاقبل علیھم بوجھه فقال السلام علیکم

(۵) روی ابن ابی دنیا عن مجمع بن جاریة ان رسول اللہ ﷺ انتھی الی المقبرة فقال السلام علی اھل القبور

رسول اللہ ﷺ قبرستان پہنچے تو آپ نے فرمایا السلام علی اھل القبور

(۶) عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه انه اتی المقبرة فسلم علیھم وقال رایت رسول اللہ ﷺ یسلم علیھم

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ایک قبرستان تشریف لائے ان پر سلام کیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان پر سلام کرتے ہوئے دیکھا۔

(۷) عند ابن عبد البر بسند صحیح مامن احدیمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علمه الاعرفه ورد علیه السلام

ابن عبدالبر نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جو بھی شخص اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے وہ جانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ پہچانتا بھی ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے۔

(۸) کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبره المکرم فقال السلام علیکم یارسول اللہ السلام علیک یا ابابکر السلام علیک یا ابتاه

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سفر سے واپس لوٹتے تو حضور ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہو کر السلام علیک یارسول اللہ، السلام علیک یا ابابکر اور السلام علیک یا ابتاه فرماتے۔

(نوٹ) یہ آخری احادیث عمدۃ القاری سے ماخوذ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۴/۹۵، کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر)

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ شارع علیہ السلام ہر سال کے اختتام پر شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے اور فرماتے **السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار** تم پر سلامتی ہو اس صبر کے بدلے جو تم نے کیا۔ پس آخرت کا گھر کتنا عمدہ ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۴، کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر)

(۹) علامہ ابن اثیر جذری نے اسد الغابہ کے اندر نقل کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور ﷺ کے وصال کے بعد شام میں سکونت اختیار کی تو حضور ﷺ آپ کو ایک بار خواب میں تشریف لائے اور فرمایا اے بلال کب تک یہ جفا رہے گی۔ کیا اب بھی آپ ہماری زیارت نہیں کریں گے۔ تو آپ حزن وملال کی حالت میں بیدار ہوئے اور مدینہ کی طرف سوار ہو کر تشریف لائے۔ قبر نبی ﷺ پر حاضر ہوئے اور اس کے پاس رونا شروع کیا، الخ ۔

(اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۷ ترجمہ ــــــ بن رباح، شفاء السقام ص ۵۳ باب ثالث، نیل الاوطار ج ۳ ص ۴۵۶ کتاب الحج باب تحلل المحصر عن العمرۃ)

ابن ابی شیبہ مالک بن درداء سے روایت کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اپنی امت کیلئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ بوجہ قحط ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہو گی۔ اور ان سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور انہیں خبر دی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگ گئے اور عرض کرنے لگ گئے اے پروردگار میں اس چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے عاجز آتا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۹۰۔۳۸۹، فتح الباری ج ۲ ص ۶۳۰ کتاب الاستسقاء باب ۳، الاستعاب ج ۲ ص ۷۷ ترجمہ عمر)

Marfat.com

(۱۰) علامہ ابن کثیر سورۃ نساء کی اس آیت "ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤک فاستغفر الله و الستغفرلهم الرسول لوجد الله توابا رحیما" کی تفسیر میں لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے گناہگاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے کوئی گناہ اور غلطی سرزد ہو جائے تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جائیں اور آپ کے پاس بارگاہ الٰہی میں استغفار کریں اور رسول اللہ ﷺ سے اپنے لئے رب کے ہاں سفارش کی درخواست کریں جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے گا۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے، ان میں شیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی نے آ کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے" "ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤک الــــخ" اور میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتا ہوں اور آپ کی شفاعت رب کی بارگاہ میں طلب کرتا ہوں۔ پھر یہ اشعار پڑھے،

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمه   فطاب من طیبهن القاع والا کم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه   فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ترجمہ: اے وہ ذات جو زمین میں مدفون ہیں سب سے افضل ہے جنکی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے۔ میری جان اس قبر پر فدا ہو جس کے آپ ساکن ہیں اسمیں عفو، سخاوت اور لطف وکرم ہے۔

پھر وہ اعرابی چلا گیا عتبی بیان کرتے ہیں مجھ پر نیند غالب آ گئی میں نے خواب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی آپ نے فرمایا اے عتبی اس شخص سے ملو اور اسے خوشخبری دو اللہ تعالیٰ نے اسکی مغفرت کر دی۔

(تفسیر ابن کثیر ج اص ۵۲۰، الجامع لاحکام القرآن ج۔ص۔۔، مدارک التنزیل ج اسورۃ نساء، ۶۴)

سعید بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ ایام حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں آذان نہیں

Marfat.com

دی گئی نہ جماعت ہوئی سعید بن مسیب مسجد سے نہ نکلے نماز کا وقت انہیں صرف اس آواز سے ہوتا تھا جو انہیں قبر نبی ﷺ سے سنائی دیتی۔ (مشکوۃ باب الکرامات ص ۵۴۵، مسند الدارمی ج ۱ ص ۲۲۷ حدیث ۹۴ باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ، وفاء الوفا ج ۱ ص ۱۲۶)

قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ محققین کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں آپ اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور انبیاء کرام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے حالانکہ مطلق ادراک جیسے سمع (سننا) اور علم تو تمام موتی کیلئے ثابت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح /مرفوع حدیث سے ثابت ہے ''جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے الخ''

دوسری روایت میں ہے کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے جسے وہ دنیا میں جانتا تھا وہ اسے سلام کرے تو وہ اسے جانتا بھی ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اور اگر ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جسے وہ جانتا نہیں تھا تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ جنت البقیع کے موتی کی زیارت کیلئے نکلا کرتے تھے اور انہیں سلام کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اسے منذری نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے اسکی تصحیح کی ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں نبی کریم علیہ السلام سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا میں معراج کی رات قبر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا کثیب احمد میں آپ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔

(نیل الاوطار ج ۲ ص ۵۳۴ کتاب الجمعۃ باب فضل الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ)

علامہ قاضی شوکانی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں ابو منصور بغدادی لکھتے ہیں ہمارے اصحاب میں سے محققین متکلمین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں انتہی۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں انکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہ بات ثابت ہے کہ شہداء زندہ ہیں اپنی قبروں میں رزق پاتے ہیں نبی ﷺ انہیں میں سے ہیں جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں تو آپکی طرف آپ کی موت کے بعد آنا بھی ایسے ہی ہے جیسے زندگی میں اس سے

Marfat.com

قبل آپ کے پاس حاضر ہوتا تھا۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۴۵۴ کتاب الحج باب تحلل المحصر عن العمرۃ)

وہ مزید لکھتے ہیں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سب سے زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد نے ابوہریرہ سے مرفوعا روایت کیا ہے ''جو شخص بھی مجھ پر سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔ بیہقی نے اسی سے باب باندھا ہے قاضی شوکانی لکھتے ہیں اس میں مسلم علیہ کا آپ کی قبر پر ہونے میں ہی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ اس سے اعم ہے (یعنی اگر بعید سے بھی سلام کیا جائے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو لوٹا دیتا ہے اور آپ اسے سن کر جواب دیتے ہیں۔) (نیل الاوطار ج ۳ ص ۴۵۶ کتاب الحج باب تحلل المحصر عن العمرۃ)

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں ہزاروں لوگوں نے حضور ﷺ کی قبر انور پر سلام کیا اور جواب پایا۔ اور دیگر صالحین کی قبروں سے بھی سلام کا جواب سننا ثابت ہے۔ سعید بن مسیب نے ایام حرہ میں حضور ﷺ کی قبر انور سے آذان سنی یہ سب حق ہے اس میں ہمارا کسی سے اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت عمر کے زمانہ میں ایک شخص نے آکر قبر انور پر قحط سالی کی شکایت اس نے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی حضور ﷺ نے فرمایا عمر سے کہو نماز استسقاء پڑھے بارش ہوگی۔ ایسے واقعات تاریخ اسلام میں کثرت سے ملتے ہیں جو حق ہیں۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۷۳)

میں کہتا ہوں کہ یہی علماء اہلسنت و جماعت کا عقیدہ اور موقف ہے۔ اور یہی اسلاف اور صلحاء امت کا عقیدہ بھی۔ سماع موتی اور نداء موتی جائز اور قرآن و سنت اور اقوال سلف سے ثابت اور حق ہیں اور ان سے انکار کرنا شذوذ اور بدعت کو ملتزم ہے اور قرآن و سنت سے عدم واقفیت کی بین دلیل بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب، ہٹ دھرمی سے بچائے اور حق کو حق سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے اور باطل کو باطل سمجھ کر اس سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائے۔ بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ آمین یارب العالمین۔

ان تمام آیات واحادیث سے سماع موتی اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔ نیز زیارت قبور کے جواز پر بھی یہ احادیث دلالت کرتی ہیں۔

Marfat.com

سماع موتی کے عدم جواز پر دلائل اوران کے جوابات:

ہم نے قرآن وحدیث سے سماع موتی کے ثبوت پر دلائل قائم کئے ہیں لیکن اس کے برعکس چند آیات واحادیث ایسی بھی موجود ہیں جن سے بظاہر سماع موتی کا عدم جواز ثابت ہو تا ہے لہذا ضروری ہوا کہ ہم ان دلائل کو مع جوابات تحریر کردیں تاکہ حق واضح ہو جائے۔

سماع موتی کے عدم جواز پر جن آیات کریمہ کو پیش کیا جاتا ہے ان میں سب سے پہلے آیت پیش کی جاتی ہے۔

(۱) انک لاتسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین وما انت بھٰدی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بایتنا فھم مسلمون

ترجمہ: بے شک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہ ہی آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو اپنی پکار سے جب وہ بھاگے جا رہے ہوں اور نہیں آپ ہدایت دینے والے (دل کے) اندھوں کو ان کی گمراہی سے۔ نہیں سناتے آپ بجز ان کے جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر اور پھر فرمانبردار بن جاتے ہیں۔ (النمل ۸۰/۸۱ الروم ۵۰/۵۱)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہاں جس اسماع کی نفی ہے وہ نافع سمع ہے ای **لاتسمعھم شیئا ینفعھم** یعنی آپ انہیں اس طرح نہیں سنا سکتے جو ان کے لئے نفع بخش ہو۔ اسی طرح یہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے اور کانوں میں کفر کا بہرہ پن ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص ۳۸۷)

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں حضرت عائشہ کے استدلال اور پھر مقتولین بدر کے ساتھ حضور ﷺ کے خطاب میں وارد ہونے والی احادیث کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں **وقد عورضت ھٰذہ الایۃ بقصۃ بدر وبالسلام علی القبور وبما روی فی ذالک من ان الارواح تکون علی شفیر القبور فی اوقات وبان المیت یسمع قرع النعال اذا انصرفوا عنہ الی غیر ذالک فلولم یسمع المیت لم یسلم علیہ وھذا واضح وقدبیناہ فی کتاب التذکرۃ** (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۱۷۶، ج ۱۳)

Marfat.com

قصہ بدر اور قبروں پر سلام (کرنے والی احادیث) اور جو یہ روایت کیا گیا ہے کہ ارواح قبروں کی منڈیروں پر بعض اوقات میں واپس لوٹتی ہیں اور یہ کہ میت زیارت قبور کرنے والوں کے واپسی پر ان کے قدموں کی آواز کو بھی سن لیتے ہیں وغیرہ ذالک سے اس آیت کا معارضہ کیا گیا ہے۔ اگر میت کا سماع نہ ہوتا تو اس پر سلام نہ کیا جاتا یہ بات بڑی واضح ہے۔ ہم نے اپنی کتاب التذکرہ کے اندر اس چیز کو بیان کر دیا ہے۔

علامہ ابن کثیر سورہ روم کی آیت نمبر ۵۱ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں یقول تعالیٰ کما انک لیس فی قدرتک ان تسمع الاموات فی اجداثها و لا تبلغ کلامک الصم الذین لایسمعون وهم مع ذالک مدبرون عنک کذالک لاتقدر علی هدایة العمیان عن الحق وردهم عن ضلالتهم بل ذالک الی الله فانه تعالی بقدرته یسمع الاموات اصوات الاحیاء اذا شاء ویهدی من یشاء ویضل من یشاء ولیس ذالک لاحد سواه. (تفسیر ابن کثیر ج۳ص۴۵۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کی قدرت و طاقت میں یہ بات نہیں کہ آپ قبروں میں مردوں کو سنائیں اور نہ ہی آپ ان بہروں کو سنا سکتے جو آپ سے بھاگ رہے ہوں اسی طرح آپ حق سے بھاگنے والوں کو ہدایت دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں گمراہی سے لوٹا سکتے ہیں بلکہ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں وہ اپنی قدرت سے مردوں کو زندوں کی اصوات سناتا ہے جب چاہتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا یہ نہیں کر سکتا۔

علامہ ابن کثیر کثیر احادیث و آثار نقل کرنے کے بعد اپنی بحث کا اختتام بایں الفاظ کرتے ہیں فهذا السلام والخطاب والنداء لموجود یسمع و یخاطب و یعقل و یرد وان لم یسمع المسلم الرد والله اعلم یہ سلام، خطاب، اور نداء اس موجود کے ساتھ ہے جو سنتا ہے مخاطب ہوتا ہے، عقل رکھتا ہے اور جواب دیتا ہے اگرچہ مسلمان اس کو سن نہیں سکتا

Marfat.com

اللہ ہی بہتر علم والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۵۵، ج ۳)

(۲) سماع موتی کے عدم جواز پر دوسری آیت جو پیش کی جاتی ہے وہ درج ذیل ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان الله یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور (الفاطر ۲۲)

اور نہ ایک جیسے ہیں مردہ اور زندہ بے شک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جس کو چاہتا ہے اور آپ نہیں سنانے والے ہیں انہیں جو قبروں میں ہیں۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای **کما لاینتفع الاموات بعد موتهم و صيرورتهم الى قبوهم وهم كفار بالهداية والدعوة اليها كذالك هؤلاء المشركون الذين كتب عليهم الشقاوة لاحيلة لک فيهم ولا تستطيع هدايتهم** (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۰)

یعنی جیسے مردے مرنے اور قبروں میں چلے جانے کے بعد ہدایت اور اس کی دعوت سے نفع نہیں اٹھا سکتے دراں حالیکہ وہ کافر ہوں اسی طرح یہ مشرکین جن کے لئے بدبختی کو مقدر کر دیا گیا ہے آپ کا کوئی بھی حیلہ ان میں کارگر نہ ہوگا اور نہ ہی آپ انہیں ہدایت دے سکتے ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں ای **هم بمنزلة اهل القبور فی انهم لاینتفعون بما یسمعونه ولا یقبلونه** (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۳۴۹)

یعنی وہ جس چیز کو سناتے ہیں اسے قبول نہ کرنے اور اس سے نفع نہ اٹھانے میں اہل قبور کی طرح ہیں۔

معلوم ہوا کہ ان آیات کریمہ میں سماع موتی کے عدم پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے یہاں جس سماع کی نفی ہے وہ اسماع کی نفی ہے نہ کہ سماع کی اور پھر وہ اسماع جو نفع بخش ہو۔ جہاں تک سماع کی نفی کا تعلق اس پر کہیں بھی ان آیات کریمہ میں نہ صراحۃً اور نہ ہی اشارۃً کوئی دلیل ہے اور ہماری

Marfat.com

بھی یہی موقف ہے کہ مردے قبروں میں ایسا نہیں سنتے جو انہیں نفع دے اور پھر یہ سماع اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے کہ وہ انہیں ٹنوں مٹی کے اندر جہاں ہوا اور آواز کے گزرنے کی کوئی ظاہری صورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان تک آواز کو پہنچاتا ہے اور وہ اس کو سنتے ہیں۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ آپ کے پاس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا گیا کہ آپ حضور ﷺ سے مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ان المیت یعذب فی قبرہ ببکاء اھلہ فقالت وھل ابن عمر رحمہ اللہ انما قال رسول اللہ ﷺ انہ لیعذب بخطیئتہ و ذنبہ و ان اھلہ لیبکون علیہ الان و ذالک مثل قولہ ان رسول اللہ ﷺ قام علی القلیب و فیہ قتلی بدر من المشرکین فقال لھم ماقال انھم یسمعون ما اقول انما قال انھم الان لیعلمون انما کنت اقول لھم حق ثم قرات انک لاتسمع الموتی الخ وما انت بمسمع من فی القبور (بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابن عمر پر رحم فرمائے حضور ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ میت کو قبر میں اس کی خطاؤں اور اس کے گناہوں کے باعث عذاب ہوتا ہے اور اس کے گھر والے اب اس پر رو رہے ہیں یہ ان کے اس قول کی طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنویں پر کھڑے ہوئے دراں حالیکہ اس میں مشرکین مقتولین بدر کی لاشیں تھیں تو آپ نے ان سے کچھ فرما کر کہا کہ یہ اب سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں۔ حالانکہ آپ نے یہ فرمایا تھا یہ اب جانتے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ حق تھا۔ پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں "انک لاتسمع الموتی اور وما انت بسمع من فی القبور"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے استدلال کا جواب جمہور محدثین نے یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مقابلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ کی روایت زیادہ راجح ہے کیوں کہ اسے دیگر صحابہ کی تائید حاصل ہے جو خود وہاں حاضر تھے جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود موقع پر حاضر بھی نہ تھیں۔ علامہ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں۔

والصحيح عند العلماء رواية عبدالله بن عمر لما لها من الشواهد على صحتها من وجوه كثيرة من اشهر ذالك مارواه ابن عبد البر مصححا له عن ابن عباس مرفوعا ما من احد يمر بقبر اخيه المسلم كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الارده الله روحه حتى يرده عليه السلام وثبت عنه ﷺ لامته اذا سلموا على اهل القبور ان يسلموا عليهم سلام من يخاطبونه فيقول المسلم السلام عليكم دار قوم مومنين و هذا خطاب لمن يسمع و يعقل ولو لا هذا الخطاب لكانوا بمنزلة خطاب المعدوم والجماد والسلف مجموعون على ذالك (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۳)

علماء کے نزدیک عبداللہ بن عمر کی روایت صحیح ہے کیوں کہ اس کی صحت پر کئی شواہد ہیں ان میں سے مشہور وہ ہے جسے ابن عبدالبر نے تصحیح کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ کوئی بھی شخص جب اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے وہ دنیا میں جانتا تھا وہ اسے سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح اس کی طرف لوٹاتا ہے وہ اسے جواب دیتا ہے۔ اور حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ جب اہل قبور کو سلام دیں تو انہیں وہ سلام کہیں جن سے انہیں خطاب کیا جاتا تھا پس مسلمان کہے گا السلام علیکم دار قوم مومنین یہ اس کو خطاب ہے جو سنتا بھی ہے اور سمجھتا بھی ہے اگر یہ خطاب سنا اور سمجھا نہ جاتا تو وہ معدوم و جماد کے خطاب کی طرح ہوتے اور سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

وقد خالفها الجمهور في ذالك و قبلوا حديث ابن عمر لموافقة من رواه غيره عليه واما استدلالها بقوله تعالىٰ انك لاتسمع الموتى قالوا معناها لاتسمعهم

Marfat.com

سماعا ينفعهم او لاتسمعهم الا ان يشاء الله.

(فتح الباری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر ج ۲ ص ۳۰۰)

یعنی جمہور نے ان کی (حضرت عائشہ) مخالفت کیا ور ابن عمر کی حدیث کو قبول کیا کیوں کہ ان کی موافقت دوسروں نے کی ہے جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس قول انک لاتسمع الموتی سے استدلال کا تعلق ہے تو علماء نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ انہیں نفع بخش بات نہیں سنا سکتے۔ یا تم خود اللہ کی مشیت کے بغیر انہیں کچھ نہیں سنا سکتے۔

بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اس مسئلہ سے رجوع بھی ثابت ہے ان میں سے ایک وہ روایت ہے جسے ابن اسحاق نے میں سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے جس کے الفاظ بعینہ حدیث ابی طلحہ جیسے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:۔

ومن الغريب ان فی المغازی لابن اسحق رواية يونس بن بكير بسند جيد عن عائشة مثل حديث ابی طلحة و فيه ما انتم باسمع لما اقول منهم و اخرجه احمد باسناد حسن فان كان محفوظا فكانها رجعت عن الانكار لما ثبت عندها من رواية هؤلاء الصحابة لكونها لم تشهد القصه.

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۸۶، کتاب المغازی باب قتل ابی جہل)

غریب بات یہ ہے کہ ابن اسحٰق کی مغازی میں بروایت یونس بن بکیر سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث ابی طلحہ کی مثل روایت ہے اس میں ہے کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو جو کچھ میں کہتا ہوں۔ امام احمد نے بھی سند حسن سے اسے روایت کیا ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں اگر یہ محفوظ ہے تو گویا پھر ان صحابہ کی روایت سے ثابت ہونے پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انکار سے رجوع کرلیا کیوں کہ وہ بذات خود اس موقع پر حاضر نہ تھیں۔

Marfat.com

ابن ابی دنیا نے کتاب القبور میں حضرت عائشہ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس عندہ الا استانس بہ ورد علیہ حتی یقوم** (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۳) تفسیر ضیاء القرآن ج ۳ ص ۵۸۹ بحوالہ ابن عبد البر ص ۵۸۶ بحوالہ کتاب الروح)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے مومن بھائی کی قبر کی زیارت کے لئے جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحب قبر کو اس سے بڑی راحت ہوتی ہے۔ اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اٹھ جاتا ہے۔

وقوع قیامت اور کفار کی حسرت میں اضافہ:

یہ ان کے قول کا بھی حصہ ہو سکتا ہے یعنی اس وقت ان کی آنکھوں سے تعصب اور ہٹ دھرمی کی پٹی کھل جائے گی اور حقیقت کے منکشف ہونے پر انہیں یاد آئے گا کہ جس خدائے ذوالجلال نے ہمیں پیغمبروں کے ذریعے اور کتابیں نازل فرما کر بروقت آگاہ فرمایا تھا اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا تھا لیکن ہم نے ان پیغمبروں کو جھٹلایا ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے ان کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ان کا تمسخر اڑایا اور انھیں ساحر، مجنون اور نہ جانے کیا کچھ کہا قیامت کو ناممکن اور انہونی بات شمار کیا آج معلوم ہوا کہ ان رسولوں نے تو سچ ہی کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں اور اپنے برگزیدہ رسولوں کے ذریعے جو وعدہ ہمارے ساتھ کیا تھا وہ تو سچ تھا ہم ہی کوتاہ نظر تھے ان کی باتوں کو قبول نہ کیا اور نہ ہی انھیں قابل التفات سمجھا لیکن اب ان کو حقیقت کا اعتراف کچھ فائدہ نہ دے گا۔

علماء سلف میں سے اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ جواب ملائکہ یا مومنین کی جانب سے دیا جائے گا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب کفار یہ کہیں گے ہائے ہماری تباہی ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگایا تو مومنین انھیں یہ جواب دیں گے اور یہ کئی ایک سلف صالحین کا قول ہے۔ اور حسن بصری نے کہا کہ یہ جواب ملائکہ دیں گے۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں ان دونوں

Marfat.com

اقوال میں کوئی بھی منافات نہیں ہے اور ان کو جمع کرنا ممکن ہے علامہ ابن جریر طبری نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں یہی قول صحت کے زیادہ قریب ہے۔

(☆تفسیر ابن کثیر ص ۵۹۳ ج ۳ سورۃ یٰس آیت ۵۲)

فرشتوں یا مومنین کی زبانی یہ جواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے انھیں ذلیل ورسوا کرنے اور ان کی حسرت میں مزید اضافہ کرنے کے لئے دیا جائے گا کہ اب اپنی بدبختی پر کف افسوس ملو۔ تم نے تو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارا ہے اب اپنے کیئے کی سزا بھی چکھو اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں بروقت اپنے پیغمبروں کے توسط سے آگاہ فرمایا تھا اور اس گھڑی سے تمہیں ڈرایا تھا تم نے خود لاپرواہی کی اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اور قیامت کا انکار کرتے رہے اسی معنی کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی کرتا ہے۔

وقالوا یویلنا ھذا یوم الدین ھذا یوم الفصل الذی کنتم بہ تکذبون. (صافات ۱۹/۲۱)

ترجمہ:۔اور وہ کہیں گے ہائے ہماری خرابی (ان سے کہا جائے گا) یہ تو انصاف کا دن ہے یہ ہے وہ فیصلہ کا دن جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یوم تقوم الساعۃ یقسم المجرمون مالبثوا غیر ساعۃ کذالک کانوا یؤفکون وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الیٰ یوم البعث فھذا یوم البعث ولکنکم کنتم لاتعلمون (الروم ۵۵)

ترجمہ:۔اور جس روز قیامت بپا ہوگی مجرم قسمیں اٹھائیں گے کہ وہ دنیا میں ایک لمحہ بھر ہی رہے ہیں یونہی وہ (پہلے بھی) غلط بیانی کیا کرتے تھے،اور اہل علم وایمان (انھیں) کہیں گے کہ تم نوشتہ الٰہی میں روز محشر تک ٹھہرے ہو۔پس (یہ آ گیا) ہے یوم محشر لیکن تم نہیں جانتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک بھی اسی قول کی تائید کرتا ہے۔

فانما ھی زجرۃ واحدۃ فاذاھم ینظرون وقالوا یویلنا ھذا یوم الدین ھذا یوم الفصل الذی کنتم بہ تکذبون

Marfat.com

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انھیں کہلوایا جائے گا کہ یہ کوئی ایسا دن نہیں ہے جس کی تمہیں خبر نہ ہو۔ بلکہ یہ تو وہی دن ہے جس کا تم سے بار بار وعدہ کیا جاتا رہا اور اس کے متعلق رسولوں نے تمہیں آگاہ کیا اور معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم خیال کرتے ہو کہ تمہیں نیند سے بیدار کیا گیا ہے بلکہ یہ تو بعث اکبر ہے جو بڑی ہولناکیاں اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے تم ذرا اپنی آنکھیں موند کر دیکھ لو اور ماضی کو یاد کرو حقیقت تم پر منکشف ہو جائے گی اور تمہاری یاداشتیں واپس لوٹ آئیں گی۔

قیامت کا اچانک وقوع پذیر ہونا:

یہ سب ، کچھ چشم زدن میں محض ایک کڑک سے یا اسرافیل علیہ السلام کے پکارنے پر ہو جائے گا اور سب کے سب زندہ ہو کر بارگاہ الٰہی میں حساب و کتاب کے لئے حاضر ہو جائیں گے اس کے لئے نہ تو اسباب و آلات کی ضرورت ہو گی اور نہ ہی مدت دراز کی حاجت۔ اگرچہ انسان اسباب و آلات کا محتاج ہے اللہ تعالیٰ ان اسباب کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ اپنے کلمہ کن سے جس قیامت کو چاہے برپا کر سکتا ہے۔ جس چیز کو چاہے وجود میں لا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی طرح ہے **وما امر الساعة الا كلمح البصر اوهو اقرب اور الله تعالیٰ کا یہ فرمان فانما هی زجرة واحدة فاذاهم بالساهرة**

"جمیع لدینا محضرون" سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس وقت پس و پیش کر کے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے سے رہ جائے گا یا وہ کہیں چھپ کر جواب دہی سے بچ جائے گا بلکہ سب کے سب چارو ناچار مجرموں کی طرح عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے اور اپنے اپنے کئے کی سزا و جزا حاصل کر کے رہیں گے۔

کیفیت نشور

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے مدینہ کے شہر میں کہا اس

Marfat.com

ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو بشریت میں سے منتخب فرمایا تو ایک انصاری نے ہاتھ اٹھا کر اسے تھپڑ رسید کیا اور فرمایا کیا تو یہ کہتا ہے حالانکہ ہم میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ جب یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی **ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا ماشاء الله ثم نفخ فیه اخریٰ فاذاهم قیام ینظرون** (زمر ۶۸)

ترجمہ: جب صور پھونکا جائے گا تو زمین وآسمان کی ہر شے پر بیہوشی طاری ہوگی الا ماشاء اللہ پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو سب اچانک اٹھ کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر فرمایا

میں پہلا شخص ہوں گا جو اپنا سر اٹھائے گا پس میں اچانک دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائیوں میں سے ایک پائے کو پکڑے ہوں گے میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے سر اٹھائیں گے یا وہ ان افراد میں سے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا ہوگا۔

(☆ سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر البعث۔ صحیح ابن حبان ذکر الاخبار عن وصف ما یحشر الناس علیہ ما انعقدت علیہ ضمائرھم ص ۳۹۹ ج ۶)

جب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے اس وقت وہ ننگے پاؤں، برہنہ جسم، اور بے ختنہ اٹھائے جائیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگوں کو قیامت کے دن کیسے اٹھایا جائے گا تو آپ نے فرمایا ننگے پاؤں، برہنہ، حفاۃ عراۃ۔ میں نے عرض کی کیا عورتیں بھی؟ تو آپ نے فرمایا "والنساء" عورتیں بھی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا حیا نہیں کیا جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا اے عائشہ معاملہ اتنا سخت ہوگا کہ کوئی دوسرے کو دیکھے گا بھی نہیں۔

الامر اھم من ان ینظر بعضھم الی بعض (☆ ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر البعث۔ ترمذی نے اسے سعید بن جبیر کے جواز سے نقل کیا ہے کتاب صفۃ القیامۃ باب فی شان الجنۃ)

(یعنی اس دن کسی کو دیکھنے کی فرصت ہی نہ ہوگی ہر ایک کو نفسا نفسی کی پڑی ہوگی۔ ترمذی کے الفاظ

Marfat.com

ہیں حفاۃ عراۃ عزلا کما خلقوا جس طرح ننگے پاؤں برہنہ اور بے ختنہ پیدا کئے گئے تھے۔ سب سے پہلے جس شخص کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ و اول الخلائق یکسی یوم القیامۃ ابراھیم۔

(☆ صحیح ابن حبان کتاب ذکر الاخبار عن وصف تباین الناس فی العرق فی یوم القیامۃ ص ۲۰۳ ج ۶)

جب لوگ میدان حشر میں پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ اس روز سورج کو ایک یا دو میل کے فاصلہ پر زمین کے قریب کردے گا۔ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا سورج بندوں کے قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ ایک یا دو میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ میل سے مراد زمین کی مسافت ہے یا سرمہ لگانے والا آلہ۔ آپ نے فرمایا فتصھرھم الشمس سورج انھیں پگھلائے گا۔ گرم کردے گا۔ وہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں شرابور ہوں گے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے پٹھوں تک پسینہ آلے گا کچھ وہ ہوں گے جن کے گھٹنوں تک پسینہ آئے گا کچھ کی کمر تک اور کچھ وہ ہوں گے جن کو پسینہ لگام دے گا راوی کہتا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے یلجمھا الجاما۔

(☆ صحیح ابن حبان کتاب ذکر القدر الذی به تدنوا الشمس مت الناس یوم القیامة)

شفاعت کبریٰ:

وہ اسی حالت میں رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اللہ تعالیٰ اس وقت بڑے جلال میں ہوگا اور حساب و کتاب نہیں لے رہا ہوگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا ایک ایسے ہموار میدان میں جس میں منادی کی آواز سب سنیں گے اور وہ سب دکھائی دیں گے سورج نزدیک ہو جائے گا اور لوگوں کو نا قابل برداشت گھبراہٹ و پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا اس وقت لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا تم نہیں دیکھتے تمہارا کیا حال ہے اور کیا یہ نہیں سوچتے کہ تم کس قسم کی پریشانیوں

Marfat.com

میں مبتلا ہو چکے ہو۔ آؤ ایسے شخص کی تلاش کریں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرے پس لوگ مشورہ کر کے کہیں گے چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں گے اے آدم علیہ السلام آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے تمام فرشتوں کو آپ کی تعظیم کے لئے سجدہ کا حکم دے چکا ہے آپ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہم کس کرب میں مبتلا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا رب اس قدر جلال اور غضب میں ہے کہ کبھی اس سے پہلے اتنا تھا نہ بعد میں ہوگا اور پھر اس نے مجھے گندم کا دانہ کھانے سے منع کیا تھا اور میں نے (بظاہر) نافرمانی کی آج مجھے اپنی فکر ہے تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ زمین پر اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ قرار دیا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں آپ دیکھ رہے کہ ہم کس تکلیف میں ہیں حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں گے کہ آج میرا رب اس قدر غضب میں ہے کہ پہلے اتنے غضب میں کبھی آیا تھا نہ کبھی آئے گا اور پھر میں نے اپنی قوم کے لئے ہلاکت کی دعا کی تھی جس کی وجہ سے مجھے آج اپنی فکر دامن گیر ہے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں پوری کائنات میں آپ اس کے خلیل ہیں ہماری شفاعت کریں آپ ہماری مصیبت کو ملاحظہ نہیں فرمارہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام انھیں فرمائیں گے آج میرا رب اس قدر جلال میں ہے کہ اس سے قبل کبھی تھا اور نہ آئندہ ہوگا حضرت ابراہم علیہ السلام اپنی تین باتوں کا ذکر کریں گے جن کو لوگوں نے بظاہر جھوٹ سمجھا تھا۔ آج مجھے اپنی فکر دامن گیر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

Marfat.com

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے اور عرض کریں گے آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور ہمکلامی دونوں چیزوں کے شرف سے نوازا ہے آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے آپ ہماری حالت کو دیکھ نہیں رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک شخص کو قتل کیا تھا آج مجھے اپنی فکر دامن گیر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ نے پنگوڑے میں لوگوں سے بات کی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ سے پیدا فرمایا ہے جو اس نے حضرت مریم علیہا السلام کو القاء کیا ہوا تھا آپ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں آپ ہماری شفاعت ہمارے رب کے ہاں فرمائیں کیا آپ ہماری حالت کو دیکھ نہیں رہے ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انھیں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ایسے جلال میں ہے کہ آج سے قبل ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ ہر چند کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کسی اجتہادی خطا کا اظہار نہیں کریں گے مگر فرمائیں گے آج مجھے اپنی فکر دامن گیر ہے حضرت محمد ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔

حضور ﷺ نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے محمد آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر ہی آپ کو مغفرت کی نوید سنائی تھی۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے ہم کس تکلیف میں ہیں؟ حضور نے فرمایا پھر میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب کے حضور سجدہ کروں گا پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا اور میرے دل میں حمد وثناء کے ایسے کلمات ڈال دے گا جو اس سے قبل کسی کے دل میں پیدا نہیں کئے تھے۔ پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائے مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا۔ میں عرض کروں گا اے رب میری امت کو بخش دے اے رب میری امت کو بخش دے جواب آئے گا اے محمد تیری امت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کرلو۔

Marfat.com

اور جو لوگ جنت کے باقی دروازوں میں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ و مقام ہجر میں یا مکہ و مقام بصری میں ہے۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے پھر میں شفاعت کروں گا میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انھیں جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر لوٹوں گا اچانک میں اپنے رب کو دیکھ کر سجدہ میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ جتنا چاہے گا مجھے چھوڑے گا پھر آواز آئے گی اے محمد سر اٹھایئے آپ کہیں آپ کی بات سنی جائے گی سوال کریں عطا کیا جائے گا شفاعت کریں آپ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا میں اپنے رب کی وہ حمد کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا پس میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ پس میں انھیں جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر واپس لوٹوں گا اچانک اپنے رب کو دیکھ کر سجدہ ریز ہو جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھے چھوڑے رکھے گا جتنا وہ چاہے گا پھر آواز آئے گی اے محمد سر اٹھایئے آپ بات کریں آپ کی بات کو سنا جائے گا سوال کریں عطا کیا جائے گا شفاعت کریں شفاعت قبول کر لی جائے گی۔ پس میں اپنے رب کی وہ حمد کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا میرے لئے ایک حد مقرر کر لی جائے گی۔ پس میں انھیں جنت میں داخل کروں گا پھر میں واپس لوٹوں گا اور عرض کروں گا اے رب اب جہنم میں وہی لوگ باقی بچ چکے ہیں جنہیں قرآن روکے ہوئے ہے اور خلود ان کے لئے واجب ہو چکا ہے۔ (☆ صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ عزوجل لما خلقت بیدی)

اس حدیث مبارکہ میں متعدد شفاعات کا ذکر ہے اس کے ابتدائی حصہ میں شفاعت کبریٰ کا ذکر ہے۔ جو موقف کی ہولناکیوں سے چھٹکارے حساب و کتاب کے لئے ہو گی۔ یہ شفاعت عام ہو گی جو سب کے لئے ہو گی اس میں مومن و کافر کی کوئی قید نہیں۔ اس شفاعت کا فائدہ کفار کو بھی ہو گا جب کہ بعد والی شفاعات یہ مسلمانوں کے حق میں خاص ہیں۔ بعض ان میں سے عذاب میں تخفیف کے لئے ہوں گی بعض بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرنے کے

Marfat.com

لئے اور بعض عذاب سے چھٹکارے کے لئے۔

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہاں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث کا پہلا حصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شفاعت اہل موقف کے لئے موقف کی ہولناکیوں سے چھٹکارے کے لئے ہوگی اور آخری حصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شفاعت جہنم سے رستگاری اور خلاصی دلانے کے لئے ہوگی۔ لکھتے ہیں میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ اس حدیث میں متعدد شفاعتوں کا ذکر ہے پہلی شفاعت موقف کے احوال سے چھٹکارے کے لئے ہوگی اور یہ یؤذن لی علیہ کے الفاظ سے مستفاد ہے۔

(☆ عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۰۶ کتاب التوحید باب قول اللہ عزوجل لما خلقت بیدی)

پھر آپ ﷺ لوگوں میں واپس آکر کھڑے ہوں گے اچانک آسمان سے سخت قسم کی کڑک سننے کی آواز سنائی دے گی حضور ﷺ نے فرمایا پس ہم اچانک آسمان دنیا سے فرشتوں کو اترتے دیکھیں گے جو زمین میں موجود جن وانس کے دوگنا ہوں گے ہم ان سے کہیں گے کہ ہمارا رب بھی تم میں موجود ہے؟ وہ جواب دیں گے نہیں وہ ابھی آنے والا ہی ہے پھر وہ اپنی اپنی صفوں کی جگہ لے لیں گے۔ پھر دوسرے آسمان والے اتریں گے جو زمین و آسمان دنیا کے باشندوں سے دوگنا ہوں گے ہم ان سے یہی سوال کریں گے اور وہ جواب دیں گے نہیں وہ آنے والا ہی ہے اسی طرح دوگنا دوگنا اترتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اپنی شایان شان) بادلوں اور فرشتوں کے جلو میں اترے گا اور اس کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے جو آج چار ہیں اور وہ تسبیحات پڑھ رہے ہوں گے **سبحان ذی العرش والجبروت سبحان الملک والملکوت سبحٰن الحی الذی لاینام ولایموت سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت سبوح قدوس، قدوس سبحٰن ربنا الاعلیٰ رب الملائکۃ والروح سبحٰن ربنا الاعلیٰ الذی یمیت الخلائق ولا یموت**

Marfat.com

یوم حساب کی کیفیت:

پھر اللہ تعالیٰ جہاں چاہے گا زمین پر اپنے کرسی کو رکھے گا پھر اپنی آواز میں پکارے گا اے گروہ جن وانس میں نے تمہیں یوم تخلیق سے آج تک نصیحت کی کہ میں تمہاری باتوں کو سنتا ہوں تمہارے اعمال کو دیکھتا ہوں۔ میری بات غور سے سنو تمہارے اعمال نامے تمہارے سامنے پڑھے جائیں گے جو تم میں خیر پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرلے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دے گا تو ایک تاریک گردن جھانکتے ہوئے نکلے گی۔ پھر فرمائے گا الم اعهد اليكم يا بنى ادم ان لا تعبدوا الشيطٰن انه لكم عدو مبين الى و امتازوا اليوم ايها المجرمون

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وتـرى كـل امة جـاثية كل امة تدعى الى كتابها اليوم تجزون بما كنتم تعملون

اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان سوائے انس وجان کے فیصلہ فرمائے گا وحوش وبہائم کے درمیان فیصلہ فرمائے گا یہاں تک کہ ایک بے سینگ بکری کے لئے سینگ والی بکری سے بھی جب ہر ایک کا حق اسے دلا کر فارغ ہوگا تو انھیں فرمائے گا مٹی ہو جاؤ اس وقت کافر کہیں گے یالیتنی کنت ترابا

پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جانے والا ہر شخص حاضر کیا جائے گا اور ساتھ ہی قاتل بھی وہ اپنا سر اٹھائے گا اور اس کی ودج (وہ رگ جس کو ذبح کرنے والا کاٹتا ہے) سے خون کی دھار جاری ہوگی وہ عرض کرے گا اے میرے رب اس شخص نے مجھے کیوں قتل کیا اللہ تعالیٰ باوجودیکہ سب کچھ جانتا ہے اس سے پوچھے گا تو نے اسے کیوں قتل کیا۔ وہ عرض کرے گا اے رب میں نے اسے اس لئے قتل کیا تاکہ عزت ساری کی ساری تیرے لئے ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے سچ کہا اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو سورج کی طرح روشن کرے گا اور فرشتے اسے جنت کی طرف لے جائیں گے۔

Marfat.com

پھراس شخص کولایا جائے گا جواس کے علاوہ کسی دوسری وجہ سے قتل کیا گیا ہو وہ سر اٹھائے گا تواس کی رگ سے خون کی دھار جاری ہوگی وہ عرض کرے گا اے رب اس شخص نے مجھے کیوں قتل کیا اللہ تعالیٰ باوجودیکہ سب سے زیادہ جانتا ہے اس سے پوچھے گا توان کے ساتھ کیوں قتل کیا وہ عرض کرے گا اے رب تاکہ عزت ساری کی ساری میرے لئے ہو جائے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری ناک خاک آلود ہو جائے پھر کوئی شخص ایسا باقی نہیں بچے گا جس نے قتل کیا ہو مگر یہ کہ اس کے بدلے اسے بھی قتل کیا جائے گا جس نے ظلم کیا ہوگا اس سے ظلم کا بدلہ لیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہوگا کہ جس شخص کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ (☆تفسیر ابن کثیر ج۲ص سورۃ انعام آیت نمبر:۳۷)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من کانت عنده مظلمة لاخيه من عرضه وماله فليستحله اليوم قبل ان ياخذه به حين لا دينار ولا درهم فان كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته فان لم يكن اخذ من سيات اصاحبه فجعلت عليه (☆صحیح ابن حبان ص۵۱۳ ج۱۶ ۷۳۶۱ ذكر اخذ المظلوم فى القيامة من ظلمه فى الدنيا)

جس شخص پر کسی کا ظلم ہو مال وعزت میں سے اسے چاہیے کہ وہ اس وقت سے پہلے پہلے اسے حلال کرے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ دراھم۔ اگر اس کے اعمال صالحہ ہوں گے تو اس ظلم کی مقدار وہ اس سے لے کر مظلوم کو دیئے جائیں گے ورنہ مظلوم کے گناہ ظلم کی مقدار ظالم پر ڈالے جائیں گے۔

دیدار الٰہی:

جب تمام لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا ہر ایک کا حق اسے مل جائے گا کسی پر کوئی ظلم نہ رہے گا یہاں تک کہ وہ شخص جس نے دودھ میں پانی ملا کر بیچا ہوگا اسے بھی خالص دودھ کا دینے کا حکم دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس فعل سے فارغ ہوگا تو ایک ندا کرنے والا ندا دے گا۔ مسلم شریف کی روایت ابوسعید خدری سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا ہر گروہ اس کی اتباع کرے جس کی وہ

Marfat.com

دنیا میں عبادت کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد جس قدر بھی لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں وغیرہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ سب جہنم میں جا کر گریں گے اور صرف وہی لوگ باقی بچیں گے جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ خواہ نیک ہوں یا بد اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی باقی رہیں گے۔ پھر یہود کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا کہ دنیا میں تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیز علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے ان سے کہا جائے گا تم جھوٹ بک رہے ہو اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے رب ہم پیاسے ہیں ہم کو پانی پلا دے پھر ان سے اشارہ سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انھیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی اور وہ جہنم میں جا گریں گے۔

پھر عیسائیوں کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا تم دنیا میں کس چیز کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کیا کرتے تھے ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ بیٹا۔ پھر ان سے کہا جائے گا اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے ہمارے رب ہم بہت پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دے ان سے اشارہ سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے؟ پھر انھیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی پھر وہ جہنم رسید ہوں گے۔

پھر صرف وہ لوگ باقی بچیں گے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بدکار پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایک ایسی صورت بھیجے گا جس کو وہ دنیا میں کسی نہ کسی شکل میں جانتے تھے۔ پھر ان سے کہا جائے گا اب تمہیں کس چیز کا انتظار ہے؟ ہر گروہ اپنے معبود کے ساتھ جا چکا ہے۔ مسلمان عرض کریں گے اے اللہ ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے حالانکہ ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کا کبھی ساتھ نہیں دیا۔ اس صورت سے آواز آئے گی میں تمہارا رب ہوں، مسلمان کہیں گے ہم تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے مسلمان یہ کلمات دو یا تین بار دھرائیں گے یہاں تک

Marfat.com

ہو گا کہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگانے لگیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تمہارے علم میں کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو مسلمان کہیں گے ہاں پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی (اپنے شایان شان) منکشف فرمائے گا اس منظر کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضا کے لئے سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور جو شخص کسی دنیاوی خوف یا ریاکاری کے لئے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کی اجازت نہیں ملے گی اس کی پیٹھ ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی اور جب بھی سجدہ کرنا چاہے گا اپنی پیٹھ کے بل گر جائے گا۔ پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہو گا جس صورت میں انھوں نے پہلے دیکھا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں مسلمان کہیں گے تو ہمارا رب ہے۔

پل صراط:

پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی۔

- اس وقت سب کہیں گے **اللھم سلم اللھم سلم** اے اللہ سلامت رکھ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا وہ پل کیسا ہو گا؟ آپ نے فرمایا وہ ڈھلوان چیز ہو گی اس میں دندانے دار کانٹے ہوں گے وہ لوہے کے کانٹے سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے بعض مسلمان پلک جھپکنے کی طرح بعض بجلی کی طرح، بعض آندھی کی طرح، بعض پرندوں کی طرح اور بعض تیز رفتار اعلیٰ نسل گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح گزریں گے۔ یہ سب صحیح سلامت پار پہنچ جائیں گے بعض مسلمان کانٹوں کے ساتھ الجھتے ہوئے پار پہنچ جائیں گے۔ اور بعض مسلمان کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو مسلمان نجات پا کر جنت میں جائیں گے وہ ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں گرے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لئے بھی نہیں کرتا۔ (☆ صحیح المسلم کتاب الایمان باب اثبات رویۃ المؤمنین فی الآخرۃ لربھم سبحانہ وتعالیٰ)

Marfat.com

شفاعت برائے دخول جنت:

پل صراط عبور کر کے جب مسلمان جنت کے قریب پہنچ کر جنت کے دروازوں کو بند پائیں گے تو اس وقت حضور ﷺ شفاعت فرمائیں گے اور لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن تمام مسلمانوں کو جمع کیا جائے گا اور جنت ان کے قریب کر دی جائے گی پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے والد ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوایئے وہ فرمائیں گے تمہارے باپ کی ایک (اجتہادی) خطا نے ہی تو تم کو جنت سے نکالا تھا۔ میرا یہ مقام نہیں ہے۔ جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں حضور ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے یہ میرا مقام نہیں ہے میرے خلیل ہونے کا مقام، مقام شفاعت سے بہت پیچھے ہے۔ جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف ہمکلامی سے نوازا ہے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کلمے سے پیدا ہوئے اور اس کی پسندیدہ روح ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں گے آپ کھڑے ہوں گے آپ کو شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی۔ (☆ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار)

انس بن مالک سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اتی باب الجنۃ یوم القیمۃ فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بک امرت لا افتح لاحد قبلک۔

میں جنت کے دروازے پر قیامت کے دن آ کر دستک دوں گا خازن کہے گا تو کون

Marfat.com

ہے میں کہوں گا محمد (ﷺ) وہ کہے گا مجھے یہی حکم ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔
(☆صحیح المسلم کتاب الایمان باب اثابت الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار)

علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں طویل حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ جب لوگ میرے پاس آئیں گے میں چل پڑوں گا جنت میں آؤں گا جنت کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کر اجازت طلب کروں گا دروازہ کھولا جائے گا اور مجھے مرحبا اور خوش آمدید کہا جائے گا جب میں جنت میں داخل ہوں گا اپنے رب کی طرف دیکھوں گا سجدہ میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ مجھے اپنی تمہید و تمجید میں سے وہ کلمات سکھائے گا جو اس سے قبل کسی اور کو نہ سکھائے ہوں پھر مجھے فرمائے گا اے محمد ﷺ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی آپ سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا میں اپنا سر اٹھاؤں گا اللہ تعالیٰ حالانکہ سب سے زیادہ جانتا ہے مجھے فرمائے گا ماشانک ؟ میں عرض کروں گا اے میرے رب تو نے میرے ساتھ شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے میری شفاعت اہل جنت کے بارے میں قبول فرمایئے کہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تیری شفاعت کو قبول کر لیا اور انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ (☆تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص سورۃ انعام آیت ۱۲۷) یہ حدیث غریب ہے۔

جنت کے اوصاف:

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جنت کس چیز سے بنی ہے تو آپ نے فرمایا **لبنة من فضة و لبنة من ذهب و ملا طها المسك الاذخر و حصباؤها اللؤلؤ و الياقوت و تربتها الزعفران من يدخلها ينعم لا يباس و يخلد لا يموت و لا تبلى ثيابهم و لا يفنى شبابهم**

ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک سونے کی اس کا گارا نہایت خوشبودار مشک ہے اس کی کنکر موتی اور یاقوت ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی ہے جو اس میں داخل ہوگا نعمتوں میں رہے گا کبھی مایوس نہ ہوگا ہمیشہ رہے گا اسے موت نہیں آئے گی نہ کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ہی ان کی

Marfat.com

جوانی ختم ہوگی۔ (☆ جامع الترمذی کتاب ابواب صفۃ الجنۃ باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمھا)

حضور ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ راوی ہیں:

جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔

(☆ جامع ترمذی کتاب ابواب صفۃ الجنۃ باب ماجاء فی صفته الجنته و نعیمها)

عبداللہ بن قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں دو باغ ہیں جن کے برتن اور جو کچھ ہے سونے کے ہیں جنت عدن میں لوگوں اور ان کے رب کے درمیان صرف کبریائی کی چادر حائل ہوگی اسی سند سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جنت میں موتی کا خیمہ ہے جس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے اس کے ایک کونے والے دوسرے کونے والے کو نہ دیکھ سکیں گے۔

(☆ جامع ترمذی کتاب ابواب صفۃ الجنۃ باب ماجاء فی صفته الجنته و نعیمها)

ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی۔ پھر ان کے بعد جو گروہ داخل ہوگا آسمان کے بہت چمکدار ستارے کی مانند ہوگی۔ وہ پیشاب کریں گے نہ رفع حاجت، ناک صاف کریں گے اور نہ تھوکیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک ہوگا ان کی انگھیٹیوں میں عود سلگتا ہوگا۔ ان کی بیویوں کی بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی ان سب کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے وہ اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے اور ان کا قد آسمان میں ساٹھ گز کے برابر ہوگا۔ (☆ صحیح المسلم کتاب الجنة صفته و نعیمها باب اول زمرة تدخل الجنة علی صورة القمر الخ ابن ماجۃ کتاب الزہد باب صفۃ الجنۃ)

ترمذی شریف کی روایت ہے ابو سعید خدری راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں داخل ہونے والا پہلا گروہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا دوسرا آسمان نے نہایت روشن ستارہ کے رنگ پر ہوگا ہر مرد کے لئے دو بیویاں ہوں گی اور ہر عورت پر ستر جوڑے ہوں جن میں سے اس کی پنڈلی کا مغز نظر آتا ہوگا۔ (☆ جامع ترمذی کتاب ابواب صفۃ الجنۃ باب ماجاء فی صفات نساء اہل الجنۃ) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

Marfat.com

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل جنت میں سے ادنیٰ درجے والے جنتی کو اسی ہزار خادمائیں اور بہتر بیویاں دی جائیں گی اور اس کے لئے موتیوں، زبرجد اور یاقوت کا ایک خیمہ گاڑھا جاءے گا جس کی مسافت جابیہ سے لے کر صنعاء جتنی ہوگی۔ (☆ صحیح ابن حبان ذکر عدد النساء والخدام التی اعد اللہ لاقل اھل الجنۃ ص ۴۲۷ ج ۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی کو سو آدمیوں کی قوت دی جائے گی۔ (☆ صحیح ابن حبان ص ۴۲۷ ج ۶) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب بھی وہ اپنی بیوی کے پاس آئے گا تو اسے باکرہ پائے گا۔
(☆ صحیح ابن حبان ص ۴۲۸ ج ۶)

جنت کے بازار:

حضرت سعید بن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں جنت کے بازار میں اکٹھا کرے۔ حضرت سعید بن میسب نے پوچھا کیا اس میں بازار ہوں گے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں (ہوں گے) مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ جنتی جب بازاروں میں داخل ہوں گے تو اپنے اعمال کی فضیلت کے مطابق اس میں اتریں گے پھر دنیاوی جمعہ کے دن کے برابر وقت میں آواز دی جائے گی تو یہ لوگ اپنے رب کی زیارت کریں گے ان کے لئے اس کا عرش ظاہر ہوگا اور اللہ تعالیٰ باغات جنت میں سے کسی ایک باغ میں تجلی فرمائے گا جنتیوں کے لئے منبر بچھائے جائیں گے۔ جو نور، موتی، یاقوت، زبرجد، سونے اور چاندی کے ہوں گے ان میں سے ادنیٰ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے اور وہاں کوئی شخص ادنیٰ نہیں ہوگا وہ کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو اپنے سے اعلیٰ نہیں سمجھیں گے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم رب کا دیدار کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں! کیا تمہیں سورج اور چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی

Marfat.com

شک ہے تو ہم نے عرض کیا نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کرو گے۔اس مجلس کے ہر آدمی سے اللہ تعالیٰ بلا حجاب گفتگو کرے گا یہاں تک کہ ان میں سے ایک سے فرمائے گا اے فلاں بن فلاں کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو فلاں نے فلاں بات کہی تھی۔ پس وہ اسے اس کے بعض گناہ یاد دلائے گا وہ شخص عرض کرے گا اے رب! کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں کیوں نہیں اور تو میری بخشش ہی کی وجہ سے یہاں پہنچا۔لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان پر بادل چھا جائے گا اور ایسی خوشبو برسائی جائے گی جیسے انھوں نے اس سے قبل کبھی بھی نہ دیکھی ہوگی۔ پھر ہمارا پروردگار فرمائے گا اس انعام واکرام کی طرف اٹھو جو ہم نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے اور اس سے جو تمہارا جی چاہے لے لو۔ پھر ہم بازار میں آئیں گے جہاں فرشتے ہی فرشتے ہوں گے ایسا بازار نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا جو چیز ہم چاہیں گے ہماری طرف اٹھائی جائے گی۔ اور خرید وفروخت نہ ہوگی اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا بلند مرتبہ والا آگے بڑھ کر ادنیٰ درجے والے سے ملے گا اور وہاں کوئی ادنیٰ درجہ والا نہیں ہوگا کہ وہ اس کا لباس دیکھ کر پریشان ہو جائے گا۔ ابھی ان کی گفتگو ختم ہوگی کہ اپنے جسم پر اس سے بھی خوبصورت لباس دیکھے گا اور یہ اس لئے کیوں کہ وہاں کسی کو کوئی رنج وغم نہ ہوگا۔ پھر ہم اپنی اپنی منزل میں آئیں گے ہماری بیویاں ہم سے ملیں گی اور خوش آمدید کے ساتھ کہیں گی (کیا وجہ ہے) آپ کا حسن اس سے کہیں زیادہ ہے کہ آپ ہم سے رخصت ہوئے تھے ہم کہیں گے کہ آج ہمیں اپنے رب کے دربار میں بیٹھنا نصیب ہوا پس ہم کو ایسے ہی ہونا چاہئے تھا۔ (☆ جامع ترمذی کتاب ابواب الصفۃ ونعیمھا باب فی سوق الجنۃ)

دخول نار کی کیفیت:

جب جہنمی جہنم رسید ہوں گے تو ایک بڑی مخلوق خدا جہنم میں گرے گی ان میں سے کچھ وہ بھی ہوں گے جن کے لئے خلود فی النار واجب ہو چکا ہوگا اور کچھ وہ ہوں گے جن کو ان کے نامہ

Marfat.com

اعمال جہنم رسید کریں گے پھر ان میں سے بعض وہ ہوں گے جن کے پاؤں تو آگ میں ہوں گے اور پاؤں سے آگے آگ تجاوز نہ کر سکے گی کچھ وہ ہوں گے جن کے گھٹنوں تک آگ پہنچے گی کچھ کے کولہوں تک آگ بھڑک رہی ہوگی اور کچھ کو آگ ٹھوڑی تک جلا رہی ہوگی ہر شخص کو اپنے اعمال کے مطابق سزا دی جا رہی ہوگی کچھ وہ بھی ہوں گے جن کے پورے جسم تو آگ میں جلیں گے لیکن ان کے چہرے آگ پر حرام ہوں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ان جہنمیوں کی جہنم سے رستگاری اور دخول جنت کے لئے شفاعت ہوگی پھر انبیاء کرام، شہداء کرام اور علماء کو بھی شفاعت کا اذان دیا جائے گا یہاں تک کہ جہنم میں صرف وہی لوگ باقی بچیں گے جن پر جہنم کی سزا ہمیشہ کے لئے واجب ہو چکی ہوگی۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے شفاعتی لاھل کبائر من امتی میری امت کے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لئے میری شفاعت ہے۔

(☆سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الشفاعۃ ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع باب منہ)

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنمیوں سے وہ لوگ جو کافر اور مشرک ہیں وہ نہ جہنم میں مریں گے اور نہ ہی زندگی کا لطف پائیں گے۔ البتہ کچھ مسلمان ایسے ہوں گے کہ جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ بن جائیں گے پھر جب شفاعت کی اجازت ہوگی تو ان کو گروہ در گروہ بلایا جائے گا۔ اور انھیں جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا پھر اہل جنت سے کہا جائے گا ان پر پانی ڈالو۔ جس کے باعث وہ اس طرح تر و تازہ ہو کر اٹھیں گے جیسے پانی کے بہاؤ سے آنے والی مٹی میں دانہ سرسبز و شاداب ہو کر نکلتا ہے یہ سن کر صحابہ میں سے ایک نے کہا یوں لگتا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ جنگل میں رہے ہوں۔ امام مسلم نے ایک دوسری سند سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہی روایت نقل ہے جس میں ہے کہ دانہ اگ جاتا ہے۔

(☆صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ واخراج المومنین من النار ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الشفاعۃ)

Marfat.com

سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا شخص:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سب سے آخر میں آگ سے نکلنے اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والے شخص کو جانتا ہوں وہ ایسا شخص ہوگا جو آگ سے پہلوؤں کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا اسے کہا جائے گا کہ تو جنت میں داخل ہو جا وہ آئے گا اور یہ خیال کرے گا کہ جنت بھر چکی ہے وہ واپس لوٹ جائے گا۔ اور عرض کرے گا اے رب میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا وہ آئے گا اور یہ خیال کرے گا کہ جنت بھر چکی ہے واپس لوٹ کر عرض کرے گا اے رب میں نے اسے بھرا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا اس میں داخل ہو جا۔ وہ پھر آئے گا اور یہ خیال کرے گا کہ جنت بھر چکی ہے واپس لوٹ کہ پھر عرض کرے گا اے رب میں نے اسے بھرا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا۔ پس بے شک تیرے لئے مثل دنیا اور اس کے دس گنا جنت ہے۔ یا یہ فرمایا تیرے لئے دنیا کے دس گنا جنت ہے وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اے رب کیا تو میرے ساتھ تمسخر کر رہا ہے یا یہ عرض کرے گا کیا تو میرے ساتھ ہنس رہا ہے حالانکہ تو مالک حقیقی ہے راوی کہتے ہیں میں نے اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کو ہنستے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ کے داڑھ مبارک ظاہر ہو گئے۔ اور یہ کہا جاتا تھا کہ یہ ادنیٰ جنت والے کا مقام ہے۔

(☆ صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلام رب یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرہ ابن ماجہ کتاب الزھد باب صفۃ الجنۃ)

جہنم کی کیفیت:

قیامت کے روز جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔ (☆ جامع ترمذی کتاب ابواب صفۃ الجہنم باب ماجاء فی صفۃ النار)

اس کی ایک گردن نمودار ہوگی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھیں گی دو کان ہوں گے جو سنیں گے اور ایک زبان ہوگی جو گفتگو کرے گی۔

(☆ جامع ترمذی کتاب ابوب صفۃ الجہنم باب ماجاء فی صفۃ النار)

Marfat.com

اس کی گہرائی اتنی زیادہ ہے کہ اگر اس کے ایک کنارے پر سے بہت بڑی چٹان اس میں گرائی جائے تو ستر برس تک اس کی تہہ تک نہ پہنچنے پائے گی۔

(☆ جامع ترمذی کتاب ابوب صفۃ الجہنم باب ماجاء فی صفۃ النار)

دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے اور اگر اس آگ کو دو مرتبہ پانی سے بجھایا نہ گیا ہوتا تو اس سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکتا اور یہ آگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ وہ اسے دوبارہ جہنم کی آگ میں نہ لوٹائے۔ (☆ سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب صفۃ النار)

اس کے کمترین عذاب والا شخص وہ ہوگا جس کے پاؤں کے نیچے دو انگارے ہوں گے جن سے دماغ کھولتا ہوگا۔ (☆ ترمذی کتاب ابواب صفۃ جہنم باب ۱۹۷ ماجاء فی اھون اھل النار عذابا)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عذاب جہنم سے بچائے اور اپنے فضل و کرم کا مستحق بنائے اور ہمیں وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضا کے حصول کا ذریعہ اور اس کی ناراضگی سے بچنے کا سبب ہو۔ آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم والہ واصحابہ اجمعین

اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت:

یہ سب کچھ چشم زدن میں محض ایک زور دار کڑک سے یا اسرافیل علیہ السلام کے پکارنے پر ہو جائے گا اور سب کے سب زندہ ہو کر بارگاہ الٰہی میں حساب و کتاب کے لئے حاضر ہو جائیں گے اس کے لئے نہ تو اسباب و آلات کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی مدت دراز کی حاجت۔ اگرچہ انسان اسباب و آلات کا محتاج ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان اسباب کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ اپنے کلمہ کن سے جس قیامت کو چاہے برپا کر سکتا ہے۔ جس چیز کو چاہے وجود میں لا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی طرح ہے وما امر الساعة الا كلمع بالبصر او هو اقرب اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان فانما هی زجرة و احدة فاذا هم بالساهرة

جمیع لدینا محضرون سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس وقت پس و پیش کر کے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے سے رہ جائے گا یا وہ کہیں چھپ کر

Marfat.com

جواب دہی سے بچ جائے گا بلکہ سب کے سب چاروناچار مجرموں کی طرح عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے اور اپنے اپنے کیئے کی سزاو جزا حاصل کر کے رہیں گے۔

قیامت کا دن عدل وانصاف کا دن ہوگا:

آج کسی شخص پر ذرا برابر بھی ظلم نہیں ہوگا ہر شخص کو اس کے کیئے کا پورا پورا اجر ملے گا، بدکاروں کو ان کی برائیوں اور نیکوکاروں کو ان کی اچھائیوں اور نیکیوں کا صلہ پورا پورا ملے گا۔ ہر شخص کے نامہ اعمال، نیک و بد، کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔اس علیم وخبیر سے کسی شخص کی کوئی بات بھی مخفی نہیں یہاں تک کہ دلوں کی دھڑکنوں اور ارادوں اور خواہشات سے بھی وہ باخبر ہے۔پھر وہاں کسی بھی قسم کی رشوت، ناانصافی، مخالفت، ناجائز شفاعت کی قبولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا اس علیم وخبیر اور عیوب ونقائص سے پاک ذات سے ظلم و ناانصافی ہو ہی نہیں سکتی بلکہ آج تو عدل کامل کا دن ہے۔

عدل سے مراد یہ ہے کہ آج کسی کے گناہوں سے بڑھ کر اسے سزا نہیں دی جائے گی۔ اور نیکیوں میں کمی نہیں کی جائے گی جہاں تک کسی کے گناہوں کی سزا میں تخفیف یا مومن کے اجر و ثواب میں اضافہ کا تعلق ہے تو یہ ظلم نہیں بلکہ اس کا اپنا فضل محض ہے وہ جس پر چاہے اپنا فضل کرے۔علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **لاتجزون** یہ کفار کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ مومن کو وہ جزا دے گا جسے وہ من جهت وراثت اور من جهت اختصاص الٰہی جانتا ہی نہ تھا۔کیوں کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے اعمال کی جزاء اور انھیں پورا پورا اجر عطا فرمانے کے بعد اپنے فضل محض سے اسے کئی گنا بڑھا کر اپنی رحمت اس کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔

فضل او بے نہایت و بے پایاں لطف او ز تصورات بیرون
فیض او ھم سعد آرا مبذول اجراء میشدہ غیر ممنون

ترجمہ:۔ بے شک اہل جنت آج (حسب مراتب) اپنے شغل سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ ۴۸ وہ اور ان کی بیویاں سایہ میں (مرصع) تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے ۴۹ ان کے لئے

Marfat.com

وہاں (طرح طرح کے لذیذ) پھل ہوں گے۔ اور انھیں ملے گا جو وہ طلب کریں گے تم پر سلام ہو (انھیں) یہ کہا جائے گا اپنے رحیم رب کی طرف سے اور (حکم ہوگا) اے مجرمو! (میرے دوستوں سے) آج الگ ہو جاؤ۔ (☆روح البیان ج ۷ ص ۴۱۳ سورۃ یٰس: ۵۴)

علامہ ابو سعود لکھتے ہیں یہ جملہ بطور حکایت نقل کیا گیا ہے جو قیامت میں انھیں کہا جائے گا جب وہ اپنے لئے تیار شدہ عذاب کو دیکھیں گے تاکہ ان کے شکوک وشبہات مٹ کر انھیں یقین ہو جائے گا۔ (☆تفسیر ابی سعود ج ۴ ص ۲۵۷ سورۃ یٰس: ۵۴)

سید قطب شہید لکھتے ہیں یہ اعلان یہاں ان شک کرنے والوں کے رد میں آیا ہے جنہیں قیامت کے برحق وعدے میں شکوک وشبہات تھے یا اب ہیں۔

(☆تفسیر فی ظلال القرآن ج ۸ ص ۲۱۵ سورۃ یٰس: ۵۴)

کفار کی حالت بیان کرنے کے بعد مومنین وموحدین پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کی جانے والی نوازشات وانعامات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ اس دن اہل جنت ایسی خاص دلچسپیوں میں مصروف ہوں گے لذتوں اور لطف وسرور میں یوں مستغرق ہوں گے کہ انھیں کسی دوسری چیز کی خبر تک نہ ہوگی۔

شغل کا معنی اور مفہوم آیت:

شغل اس کام کو کہا جاتا ہے جو انسان کو روک لیتا ہے اور ماسواہ سے مشغول کر دیتا ہے اس لئے کہ یہ کام اس کے نزدیک زیادہ اہم ہوتا ہے کیوں کہ یہ کام یا تو کمال مسرت کو مستوجب ہوتا ہے یا کمال اسائت کو۔ اور یہاں اس سے مراد کمال مسرت ہے۔ اور اسے نکرہ ذکر کیا گیا تاکہ اس کی عظمت شان اور تعظیم پر دلالت کرے گویا یہ ایسا عظیم کام ہے جس کی حقیقت تک رسائی ممکن نہیں۔ یہاں اس سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان کو ہر پسندیدہ چیز سے مشغول کرنے والی ہیں ابن عباس، قتادہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اس سے مراد باکرہ بیویوں کے ساتھ دل لگی کرنا ہے۔ وکیع سے مروی ہے کہ اس سے مراد سماع ہے۔ ابن کیسان سے باہم ملاقات کا قول مروی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد جمعہ کے روز فردوس اعلیٰ میں کستوری کے ٹیلوں کے

Marfat.com

پاس اللہ تعالیٰ کی ضیافت میں مشغول ہوتا ہے وہاں پر اللہ تعالیٰ اپنی تجلی فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱۳ ص ۵۰ سورۃ یٰس ۵۵)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔ الاولی ان یقال فی شغل مایشتھون فالصوفیة العلیة الذین لامقصود لھم الا اللہ تعالی شغلھم الانھماک والاستغراق فی التجلیات الذاتیة علی حسب مدارجھم وغیرھم کان شغلھم بالسماع والریاح والاکل والشرب والجماع علی حسب شھواتھم و رغباتھم

ترجمہ: یعنی ہر ایک اپنی خواہش کے مطابق مشغول ہوگا صوفیائے کرام جن کا مقصود اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں ان کا شغل یہ ہوگا کہ وہ اپنے مدارج کے مطابق تجلیات ذاتیہ کے مشاہدہ میں منہمک اور مستغرق ہوں گے اور دوسرے لوگ اپنی دنیاوی لذتوں کھانے پینے، سماع وغیرہ میں اپنی خواہش کے مطابق مشغول ہوں گے۔ وہ ابونعیم سے بایزید بسطامی کا یہ قول نقل کرتے ہیں اخرج ابو نعیم عن شیخ طریقتنا ابی یزید البسطامی انه قال ان لله خواص من عباده لو حجبهم عن رؤیته لاستغاثوا کما یستغیث اهل النار بالخروج من النار۔

(تفسیر مظہری سورۃ یٰس آیت ۵۵ ج ۸ ص ۹۱)

ترجمہ: آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ خواص بندے ہیں کہ اگر انہیں دیدار جمال خداوندی سے روک دیا جائے تو وہ ایسے ہی آہ و فغاں کرنا شروع کر دیں گے جیسے جہنمی آگ سے نکلنے کے لئے چیخ و پکار کریں گے۔

علامہ شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں شغل کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شغل سے مراد ایسی لذتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کان نے سنا نہیں اور نہ ہی کسی دل میں اس کی خواہش پیدا ہوئی ہے جو انہیں کفار کے معاملے اور جہنم میں ان کے ٹھکانے کی طرف توجہ کرنے سے مشغول کر دیں گی اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ شغل کو کسی معین چیز کے ساتھ خاص نہ کرنا اولیٰ ہے۔ (تفسیر فتح القدیر سورۃ یٰس آیت ۵۵ الجزء الرابع ص ۴۹۵)

Marfat.com

علماء سلف نے جو مختلف معانی بیان کئے ہیں ان سے ان کی مراد حصر نہیں ہے بلکہ یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ان کی جملہ مشغولیتوں میں سے یہ مشغولیتیں بھی ہوں گی اور ان تمام امور میں سے چند کو ذکر سے خاص کرنے کو مقام بیان کے اقتضاء پر معمول کیا جائے گا۔

روایت کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن منادی کر دی جائے گی کہ میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے میری اطاعت کی اور بن دیکھے میرے ساتھ کئے گئے وعدوں کی حفاظت کی پس وہ کھڑے ہوں گے گویا ان کے چہرے چودھویں کے چاند اور چمکتے ہوئے ستارے ہیں اس حال میں کہ وہ نور کے نجیب گھوڑوں پر سوار ہوں گے ان کی لگامیں یاقوت کی ہوں گی جو انھیں مخلوق کے سروں کے اوپر سے لے اڑیں گے یہاں تک کہ وہ عرش کے سامنے کھڑے ہوں گے اللہ عزوجل انھیں فرمائے گا سلامتی ہو میرے ان بندوں پر جنہوں نے میری اطاعت کی اور بن دیکھے میرے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو نبھایا۔ میں نے تمہیں منتخب کر لیا اور تمہیں چن لیا اور تمہیں اختیار کر لیا پس تم چلے جاؤ اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پس آج نہ تم پر کوئی خوف ہوگا نہ حزن۔ پس وہ پل صراط سے اچکنے والی بجلی کی طرح گزریں گے جنت کے دروازے ان کے لئے وا کیئے جائیں گے پھر مخلوق محشر میں کھڑی ہوگی وہ ایک دوسرے سے کہیں گے اے قوم فلاں، فلاں کہاں ہیں۔ جب وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے تو ندا کرنے والا ندا دے گا ان اصحب الجنة الیوم فی شغل فکھون (☆الجامع لاحکام القرآن سورۃ یٰس ص آیت ۵۵)

اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ کچھ مومنین بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ابو عمامہ باہلی سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا وعدنی ربی ان یدخل الجنة من امتی سبعین الفا لاحساب علیھم و لا عذاب مع کل الف سبعون الفا و ثلاث حثیات من حثیات ربی

میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب اور عذاب سے جنت میں داخل فرمائے گا ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور میرے رب کی

Marfat.com

مٹھیوں سے تین مٹھیاں (جو اس کے شایان شان ہیں) مزید ہوں گے۔ (جامع ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب منہ؛ ابن ماجہ کتاب الزھد باب صفۃ امۃ محمد؛ ما من احد یدخلہ اللہ الجنۃ الا زوجہ اللہ ثنتین وسبعین زوجۃ ثنتین من الحور العین وسبعین من میراثہ من اھل النار ما منھن واحدۃ الا ولھا قبل شھی ولہ ذکر لا ینثنی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مومنین کی عظمت شان اور ان پر ہونے والے انعامات کا بیان:

مومنین کے کمال نشاط کو بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی ازواج (بیویوں) کے ساتھ جنت کی نفیس نہروں جو یاقوت وزمرد کی لوح پر مشک، موتی سے جاری ہوں گی کے کناروں پر زریں، منقش ومزین تختوں پر بادشاہوں کی طرح ٹیک لگا کر رونق افروز ہوں گے اور قبوں اور درختوں کے سایوں میں داد عیش دے رہے ہوں گے اور جس چیز کی خواہش کریں گے وہ انھیں مہیا کی جائے گی۔

ازواج کی تخصیص کی وجہ:

ازواج کا ذکر خصوصیت سے کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی نشاط، خوشی اور شغل اس وقت تک مکمل اور لطف سے بھرپور نہیں ہوتا جب تک اس نے اہل وعیال بھی اس سرور میں اس کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ دوسرا اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کہ جنت کے اندر مومنین کو اکتاہٹ یا تنہائی کا احساس نہ ہوگا کیوں کہ دنیا میں عام معمول ہے کہ جب انسان تنہا ہوتو وہ اکتا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ جب شب معراج سدرۃ المنتہی پر جبریل امین سے جدا ہوئے تو آپ کو وحشت کا احساس ہوا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پھر آواز آئی جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی تاکہ آپ اس آواز سے مانوس ہو جائیں۔

ازواج سے مراد یا تو ان کی وہ بیویاں ہیں جو دنیا میں ان کی زوجیت میں تھیں یا پھر وہ تمام بیویاں شامل ہیں جو چاہے دنیا میں اس سے نکاح میں تھیں یا بغیر شادی کے فوت ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے جنت میں انھیں زوجیت میں دے دیا اور وہ بیویاں بھی جو اللہ تعالیٰ نے حورعین کی صورت میں جنت میں پیدا کی ہوئی ہیں۔ آخری صورت ہی راجح ہے کہ ازواج کو عام رکھا

Marfat.com

جائے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتی آدمی کو سو آدمیوں کی قوت عطا کرے گا۔اور یہ بھی آیا ہے کہ جب بھی وہ اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کرے گا تو اسے باکرہ ہی پائے گا۔ وہاں منی نہ ہوگی بلکہ ریح (ہوا) ہوگی۔اور وہاں وہ لذت حاصل ہوگی جس کا دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ابن ماجہ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہر جنتی کے لئے جنت میں بہتر بیویاں ہوں گی جن میں دو حور عین اور باقی بنو آدم سے۔(☆ابن ماجہ کتاب الزھد باب صفۃ الجنۃ)

ظل کا معنی و مفہوم آیت:

ظل کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں یہ ظلہ کی جمع ہے جس کا معنی آڑ کیا گیا ہے یعنی جو مکان، الم سے بچاتا اور پناہ دیتا ہے۔جس طرح گھر میں پناہ لینے والے کو بارش اور دھوپ کی گرمی کا خوف نہیں ہوتا اور وہ الم کو دور کرنے کے لئے مستعد ہوتا ہے یونہی جنتی بھی اللہ تعالیٰ کے ظل (سایہ) میں ہوگا جو اسے سوء (برائی) سے بچائے گا۔(☆تفسیر کبیر ج ۹ جزء سولہ ص ۲۹۴ سورۃ یٰس: ۵۶)

ابن حبان اندلسی نے ظل کی تفسیر "ملابس" کپڑوں اور پردہ وغیرہ سے کی ہے جو انسان پر سایہ کرتے ہیں۔ابن اثیر نے ظل کا معنی الفئ (دن کے وقت کا سایہ) کیا ہے جو سورج اور آپ کے درمیان کسی چیز کے حائل ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔حالانکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جنت میں سورج نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔اسی لئے علامہ راغب اصفہانی نے ظل کی تفسیر الضح سے کی ہے جو ظل کی ضد ہے۔

مفسرین نے ظل کی تفسیر میں جو مختلف اقوال بیان کئے ہیں ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ظل سورج سے سایہ کرنے کے معنی میں نہیں ہوگا کیوں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا بلکہ بذاتہا جنت رونق و نور والی ہوگی اور اس کی ہر ہر شے روشن ہوگی۔حدیث شریف میں ہے ابن ماجہ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا الا اھل مشمر للجنة فان الجنة لا خطر لها ای عدل ولا مثل وھی ورب الکعبة نور یتلالأ کیا تم میں سے کوئی جنت کے لئے تیار ہے پس بے

Marfat.com

شک جنت کی کوئی مثل نہیں ہے رب کعبہ کی قسم وہ نور ہے جو چمک رہا ہے۔

(بحوالہ ابن ماجہ کتاب الزھد باب صفۃ الجنۃ)

اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لایرون فیھا شمسا ولا زمھریرا**۔

(الانسان، زمھریر ۱۳)

وہ جنت میں سورج اور زمہریر کو نہیں دیکھیں گے (یعنی نہ گرمی ہوگی اور نہ ہی سردی کا احساس ہوگا)

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر جنت کی ایک حور بھی دنیا میں جھانکے تو پوری دنیا روشن ہو جائے گی۔ ابن عباس سے جب جنت کے نور کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جیسے آپ طلوع شمس سے قبل دیکھتے ہیں یہی اس کا نور ہوگا لیکن جنت میں سورج و زمہریر نہیں ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں جنت کا نور فی نفسھا دنیا میں سورج نکلنے سے پہلے کے نور سے مکمل نور ہے اسی طرح حدیث مذکور جسے ابن ماجہ نے حضرت اسامہ سے روایت کیا ہے کہ جنت ایک نور ہے جو چمک رہی ہے۔ یہاں پر ظلل کو اسی معنی پر محمول کرنا چاہئے اور جمع کا ذکر تعدد اعتباری کی بنا پر ہے۔

اور ظلل کو عزت اور شان و شوکت پر محمول کرنا بھی جائز ہے کیوں کہ کبھی کبھی اسے بھی ظل سے تعبیر کرتے ہیں علامہ راغب نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے اسے ظلۃ کی جمع جس کا معنی پردہ ہے پر بھی محمول کرنا جائز ہے اور ہر اس چیز پر جو چھت، درخت، قبہ وغیرہ میں سے سر کے اوپر ہوں۔ کیوں کہ ان سب کا قیامت میں پایا جانا یقینی ہے۔ (بحوالہ تفسیر روح المعانی ج ۱۲ سورۃ یٰس ۵۶)

صحیح احادیث میں ہے کہ جنت میں کمرے ہوں گے ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جنت میں موتی کا خیمہ ہے جس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے اس کے ایک کونے والے دوسرے کونے والوں کو نہ دیکھیں گے اور ان کے پاس ایمان والے آتے جاتے رہیں گے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

(بحوالہ ترمذی کتاب ابواب صفۃ الجنۃ باب ما جاء فی صفۃ غرف الجنۃ)

Marfat.com

ظاہر ہے کہ اس خیمہ کی چھت بھی ہوگی بلکہ دیگر احادیث میں چھت کی صراحت بھی ہے اور دوسری احادیث میں لمبے لمبے درختوں اور جنتیوں کے درختوں کے نیچے سایہ حاصل کرنے کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

ابن ماجہ کی حدیث ہے حضورﷺ نے فرمایا ان فی الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة سنة ولا یقطعها جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر ایک شہسوار اس کے نیچے ایک سو سال تک چلتا رہے تو اس مسافت کو طے نہ کر سکے گا۔

(☆ابن ماجہ کتاب الزھد باب صفۃ الجنۃ)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ درختوں کا سایہ عرش کے نور سے ہوگا تاکہ اس نور کی وجہ سے جنتیوں کی آنکھیں نہ چندھیا جائیں کیوں کہ یہ نور نور شمس سے زیادہ روشن ہے۔

(☆تفسیر روح البیان ج ۷ سورۃ یٰس آیت: ۵۶)

اریکہ کا معنی:

ارائک اریکہ کی جمع ہے اس کا معنی چارپائی یا تخت ہے۔ طبرسی نے کہا اس سے مراد تکیہ (وسادہ) ہے زہری نے کہا اس سے مراد ہر وہ شے ہے جس کے ساتھ ٹیک لگائی جائے۔ ابن عباس نے فرمایا اریکہ اس تخت کو کہا جاتا ہے جو حجلہ عروسی میں ہو۔ اگر تخت بغیر حجلہ (وہ خاص کمرہ جو دولہن کے لئے سجایا جاتا ہے) کے ہو تو وہ اریکہ نہیں اور اگر حجلہ بغیر تخت کے ہو تو بھی اسے اریکہ نہیں کہتے۔ سریر (تخت) اور حجلہ دونوں کو اریکہ کہا جاتا ہے حاوی الارواح میں ہے اریکہ حجلہ میں اس تخت کو کہا جاتا ہے جس پر فراش بھی ہو اور صحاح میں ہے کہ اریکہ وہ بلند اور مزین تخت ہے جو قبہ یا گھر میں ہو۔ (☆روح المعانی ج ۱۲ سورۃ یٰس آیت: ۵۶)

الغرض اکثر لغویوں کے نزدیک اریکہ صرف تخت کو نہیں کہا جاتا بلکہ تخت اور حجلہ دونوں کے مجموعے کو کہا جاتا ہے۔ تو معنی یہ ہوا کہ جنتی قبوں کے اندر مزین و آراستہ تختوں پر اپنی ازواج کے ساتھ رونق افروز ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح عیش ونشاط اور شان وشوکت سے زندگی بسر

Marfat.com

کریں گے۔ حور و غلمان ان کی خدمت پر معمور ہوں گے اور ہر طرح کی فکر، غم والم سے دور ہوں گے۔ ہر قسم کی کھانے پینے کی چیزیں انھیں میسر ہوں گی جنہیں وہ لذت پذیری کے لئے استعمال میں لائیں گے۔ کیوں کہ وہاں بھوک یا پیاس نہیں ہوگی اور جس چیز کی بھی خواہش کریں گے اس کو پورا کیا جائے گا انھیں سوال کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی اور وہ اسی چیز کی خواہش کریں گے جو خواہش کئے جانے کے قابل ہو اور اس میں حسن و جمال ہو۔

سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی اور رب کی جانب سے سلام:

جنت میں ماکل ومشارب اور جسمانی لذتوں کے ذکر کے بعد تکمیل نعمت ولذت کے لئے روحانی لذتوں کا تذکرہ فرمایا جارہا ہے جس کے سامنے ہر قسم کی راحتیں نعمتیں اور لذتیں ہیچ ہو جائیں گی وہ نعمت اس خالق و مالک اور محبوب حقیقی کا دیدار ہوگا جس کو راضی کرنے کے لئے اور جس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وہ دنیا میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے جس کے خطاب جاں افروز کو سننے کے لئے انھوں نے اپنی نیندوں کو قربان کردیا اور رات قیام اور دن صیام میں گزارے جس کی رضا جوئی کے لئے وہ سربکف میدان کارزار میں دشمنان دین کے خلاف اعلائے کلمۃ الحق کے لئے سرگرم عمل رہے اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادیا۔ اس وقت ان سرفروشوں اور جانثاروں کی خوشی ومسرت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جب وہ خالق حقیقی انھیں اپنے خطاب جانفزاء سے شاد کام فرمائے گا اور انھیں اپنے رخ زیبا (اپنی شان کے مطابق) کا دیدار کروائے گا۔ اہل جنت کو سب سے بڑی نعمت جو حاصل ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انھیں سلام و دیدار الٰہی ہوگا۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا

بینما اهل الجنة فی نعیمهم اذ سطع لهم نور فرفعوا رؤسهم فاذا الرب جل جلاله قد اشرف علیهم من فوقهم فقال السلام علیکم یا اهل الجنة وهو قوله

Marfat.com

عز و جل سلام قولا من رب رحیم (یٰس:۵۸) فلا یلتفتون الی شیئی مماھم فیه من النعیم مادامو ا ینظرون الیه حتی یحتجب عنھم و تبقی فیھم برکته و نوره رواه ابن ماجه، و ابن ابی دینا و ابن کثیر فی تفسیره و البغوی فی تفسیره و ابن ابی حاتم

ترجمہ: جس وقت اہل جنت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے اچانک اوپر سے ایک نور چمکے گا جب وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے تو انھیں معلوم ہوگا کہ ان کا رب کریم ان کی طرف (اپنی شان کے مطابق) جھانک رہا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنتیوں السلام علیکم! سلام قولا من رب رحیم سے یہی مراد ہے۔ پس جمال حقیقی کے دیدار میں اس قدر مستغرق ہو جائیں گے کہ انھیں کسی نعمت کا خیال تک نہیں رہے گا۔ یہاں تک کہ حسن حقیقی پردہ فرمائے گا لیکن اس کا نور اور اس کی برکت ان پر اور ان کے گھروں پر ضیابار رہے گی۔ علامہ شوکانی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے علامہ ابن کثیر نے اس کی سند پر تعقب کرتے ہوئے لکھا ہے فی اسنادہ نظر زوائد میں ہے اس کی سند میں عبداللہ بن عبید اللہ ابو عاصم العباری ہے جو منکر الحدیث ہے۔ (☆ فی زوائد ابن ماجہ مقدمہ باب ۱۳ فما انکرت الجھور تفسیر بغوی سورۃ یٰس :۵۸ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۔۔۔ سورۃ یٰس :۵۸، فتح القدیر ج ۳ ص ۵۰۱ سورۃ یٰس :۵۸)

لیکن اس حدیث کے معنی کی تائید مسلم شریف کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اذا دخل اھل الجنة الجنة قال یقول اللہ تبارک و تعالیٰ تریدون شیئا فیقولون الم تبیض وجوھنا الم تدخلنا الجنة و تنجینا من النار قال فیکشف الحجاب فما اعطوا شیئا احب الیھم من النظر الی ربھم عز و جل.

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی اثبات لرؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ)

ترجمہ: جب تمام جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا جنت کے بعد تمہیں کوئی اور خواہش ہے جنتی عرض کریں گے اے رب! کیا تو نے ہمارے چہرے

Marfat.com

روشن نہیں کیے؟ کیا تو نے ہمیں جنت عطا نہیں کی؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں دی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ حجاب اٹھائے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کریں گے تو انھیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب کوئی دوسری چیز نہ ہوگی۔

بعض مفسرین نے سلام سے مراد فرشتوں کا سلام لیا ہے یعنی جب مومنین جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے انھیں ہر دروازے پر سلام کہیں گے سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تحیتهم یوم یلقونه سلام (الاحزاب ۴۴) جس دن وہ ان سے ملیں گے تو ان کا خیر مقدم سلام سے کیا جائے گا۔ احادیث میں بھی مذکور ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کا سلام انھیں پہنچائیں گے۔ میرے نزدیک پہلا قول ہی راجح ہے کیوں کہ جو خوشی مومنین کو اللہ تعالیٰ کے سلام و کلام سے ہوگی وہ فرشتوں کے سلام سے نہیں ہوگی۔ مومنین کی کرامت اور کمال شرف اس میں ہے کہ سلام اللہ تعالیٰ فرمائے اور انھیں شرف ہمکلامی سے نوازے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انھیں لوگوں میں سے بنائے بجاہ نبیہ الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم آمین

کفار کی سوء منزلت اور مسلمانوں سے الگ ہونا:

مومنین پر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور ان کے عیش و نشاط جسمانی و روحانی لذتوں کے تذکرہ کے بعد کفار کی سوء منزلت اور ان کے سزا و عقاب کا تذکرہ فرمایا جارہا ہے آج مجرموں کو حکم ہوگا تم مومنین صالحین سے دور ہو جاؤ اور الگ الگ صف بندی کرو کوئی فرقہ دوسرے سے گڈمڈ نہ ہو چنانچہ کفار اور مجرمین بعض بعض سے بھی ممتاز ہو جائیں گے یہود کا ایک گروہ ہوگا، عیسائی، بت پرست، آتش پرست، ملحد، دھری سب الگ الگ ہو کر جمع ہو جائیں گے مومنین جنت میں سدھاریں گے اور کفار جہنم میں اپنے اپنے زندان خانے میں جو ان کے لئے تیار کیا گیا ہے ہر گروہ کے لئے الگ الگ مخصوص جیل خانہ ہوگا جب وہ اپنے مخصوص جیل خانے میں چلا جائے گا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا نہ وہ کسی کو دیکھے گا اور نہ ہی اسے کوئی دیکھ سکے گا۔

Marfat.com

ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن ابی دنیا اور بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ان مجرمین کو جہنم میں پھینکا جائے گا جن کے لئے خلود فی النار واجب ہو چکا ہے تو انھیں صندوقوں میں ڈال دیا جائے گا جن کی کیلیں بھی لوہے کی ہوں گی ان تابوتوں کو پھر لوہے کے صندوقوں میں ڈالا جائے گا پھر انھیں اسفل جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو عذاب میں مبتلا نہیں دیکھے گا۔ ابونعیم اور بیہقی نے سوید بن غفلہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ (☆تفسیر مظہری سورۃ یٰس: ۵۹ ج ۸ ص ۹۳) علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ امتیاز اور تفرقہ موقف میں کیا جائے گا۔

اسی معنی کی تائید قرآن حکیم کی یہ آیت بھی کرتی ہے **ویوم نحشرھم ثم نقول الذین اشرکوا مکانکم انتم و شرکاؤکم فزیلنا بینھم** (یونس: ۲۸)
اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر ہم مشرکین سے کہیں گے اپنی جگہ پر رہو اور تمہارے شریک بھی پس ہم انھیں (مسلمانوں سے) جدا کر دیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **یوم تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون** (الروم: ۱۳) جس دن قیامت ہوگی اس دن مسلمان اور کافر الگ ہو جائیں گے اور یہ فرمان **یومئذ یصدعون** (الروم: ۴۳) یعنی وہ دو فرقے اور دو گروہ بن جائیں گے ایک گروہ مومنین و متقین اور دوسرا گروہ کفار و مشرکین و منافقین کا۔ مومنین جنت کو سدھاریں گے اور کفار جہنم کی طرف۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **احشروا الذین ظلموا و ازواجھم وما کانوا یعبدون من دون اللہ فاھدوھم الی صراط الجحیم** (الصافات: ۲۲)
ظالموں اور ان کی ازواج کو ہانکو اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو وہ پوجتے تھے ان سب کو دوزخ کی طرف ہانکو۔

یعنی کفار کو اپنے شیاطین اور اپنے اشباہ و امثال کے ساتھ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔
ابن عباس سے مروی ہے کہ ازواج سے مراد امثال ہے یعنی بت پرست، بت پرستوں، آتش پرست آتش پرستوں اور یہود و نصاریٰ یہود و نصاریٰ کے ساتھ وعلیٰ ھذا القیاس۔

Marfat.com

مشرکین کی تبکیت اور انھیں لاجواب کرنا:

ان مجرموں کو زجر و توبیخ کرنے، ڈانٹنے اور خاموش کروانے کے لئے کہا جائے گا کہ آج چیخنے چلانے اور آہ و فغاں کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ تم لاکھ چلاتے رہو آہ و زاری کرو آج تمہاری کوئی سننے والا اور تم پر ترس کھانے والا نہیں ہے۔ یہ تو تمہارے اپنے کیئے کی سزا تم بھگت رہے ہو۔ تم نے تو خود اس جہنم کو مول لیا ورنہ ہم نے تو اس سے قبل دنیا میں ہی تمہیں اس عذاب الیم سے ڈرایا تھا ہم نے اپنے مقربین، رسولوں اور پیغمبروں اور پھر ان کے نائبین علماء ربانین کے ذریعے تنبیہ کر دی تھی بار بار وصیت کی تھی کہ تم راہ راست اختیار کرو صراط مستقیم پر گامزن ہو جاؤ۔ شیطان کی پیروی نہ کرو تمہیں عقل و خرد سے بھی نوازا کائنات کے اندر دلائل کو نیہ بھی پیدا فرما دیئے اگر تم ان میں بھی غور و فکر کرتے تو تم پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی کہ اس کائنات کا خالق و مالک اور مدبر ہی حقیقی بندگی کے قابل ہے وہی اس بات کا سزاوار ہے کہ اس کے حضور جبیں نیاز کو جھکایا جائے اس کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے لیکن تم ایسے بدبخت نکلے کہ روشن دلائل اور واضح آیات کو دیکھنے اور رسولوں اور مبلغین کے وعظ و ارشاد اور احقاق حق و ابطال باطل کے باوجود کفر و معصیت پر ڈٹے رہے اور اپنے اور اپنے باپ آدم کے دشمن شیطان کی پیروی کرتے رہے اس کے حکم پر عمل پیرا ہوتے رہے۔ تم جیسا ناداں بھی کوئی ہے جو اپنے کھلے اور واضح دشمن کے دام فریب میں آکر اپنے دوست کو بھلا دے اور اس کی مخالفت و مخاصمت شروع کر دے۔ اس نے تو تمہارے باپ آدم کو جنت سے نکالا اور پھر اللہ جل مجدہ کو چیلنج کیا کہ وہ بنی آدم جس کی وجہ سے اسے راندہ درگاہ کیا گیا کو بھٹکائے گا اور انھیں راہ راست پر چلنے نہیں دے گا تمہیں بھی اپنے ساتھ جہنم رسید کرے گا۔ لیکن بایں ہمہ تم اس کی بندگی کرتے رہے آج مت چیخو مت چلاؤ اس کا فائدہ کوئی بھی نہیں ہے تم اپنے کفر کے باعث اس جہنم کا ایندھن بنو گے۔

Marfat.com

اسی مضمون کواللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر بایں الفاظ بیان فرمایا:

یا بنی اٰدم لایفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم الجنة (الاعراف:۲۷)

اے بنی آدم! شیطان تمہیں ہرگز فتنہ میں مبتلا نہ کرے جس طرح کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکالا۔

مقصد یہ کہ تم شیطان کے مکروفریب سے بچو جس طرح اس نے آدم وحواء علیہما السلام کو جنت سے نکالا یونہی یہ کہیں تمہیں بھی احکامات الٰہی کی خلاف ورزی کرنے پر مجبور نہ کرے اور پھر تم جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ جلتے رہو۔ اور غضب الٰہی تم پر نازل ہو۔

اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے **ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انه لکم عدو مبین** (بقرہ:۱۶۸)

اور تم شیطان کی پیروی مت کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس آیت کریمہ میں شیطان کو کھلا دشمن قرار دیا گیا ہے کیوں کہ اس نے اپنی دشمنی کا اظہار خود رب العزت کے سامنے کیا ہے **فبعزتک لاغوینهم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین** تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا مگر ان میں سے تیرے مخلص بندوں کو۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اگر یہ کہا جائے کہ کفار و مشرکین تو عموماً بتوں اور مظاہر کائنات کی عبادت و پرستش کرتے ہیں انھیں سجدہ ریز ہوتے ہیں اپنی مرادیں ان سے مانگتے ہیں انھیں اپنا معبود تسلیم کرتے ہیں نہ کہ شیطان لعین کو؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ شیطان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن چونکہ وہ شیطان کے بھکاوے میں آ کر اس کی اطاعت مطلقہ کرتے تھے۔ اس کے وسوسوں اور مکروفریب پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ احکامات اوامر ونواہی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے تو گویا وہ شیطان کو ہی اپنا معبود سمجھ کر اس کی عبادت کرتے

Marfat.com

تھے۔ اور اس کے ہر ہر قول پر بھروسہ اور بھلاوے پر عمل کرنے ہی کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ کلام عرب میں عام ہے کہ جو شخص کسی کی ہر ہر بات پر عمل پیرا ہوتا ہے اسے کہا جاتا ہے یہ تو اس کی عبادت کرتا ہے۔ جیسے عبدالزوجہ عبدالنفس والھوی وغیرہ۔

عہد حالی:

بعض مفسرین نے اس آیت سے مراد دلائل سمعیہ وعقلیہ لئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بندگی پر قائم ہیں۔ اور اس کے غیر کے روکنے والے ہیں ایسے دلائل عقلیہ کہ اگر ان میں تھوڑا سا بھی غور وفکر کیا جائے تو خالق کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جن کا تقاضا یہ ہے کہ انسان فقط اسی ذات کے سامنے سربسجود ہو جو تنہا اس کائنات کی خالق بھی ہے اور مالک و پروردگار بھی اور مدبر و حکیم بھی ہے۔ لہٰذا وہی اس قابل ہے کہ ہر ایک اس کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکائے کیوں کہ اس کے علاوہ باقی سب مخلوق ہیں، حادث ہیں، مملوک ہیں غیر مختار ہیں اور محتاج ہیں لہٰذا جو عیوب ونقائص کا مجسمہ ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے معبود تو صرف وہی ہو سکتا ہے جو تمام قسم کے عیوب سے منزہ ہو تمام کوتاہیوں سے پاک ہو ہر قسم کے عجز سے مبرا ہو۔ جو صفت کمال سے متصف ہو لہٰذا وہ صرف اللہ جل مجدہ کی ذات بابرکات ہے اور وہی عبادت کی مستحق ہے۔

اگر الم اعھد الیکم سے یہی دلائل وحجج مراد ہیں تو پھر یہ اپنے حقیقی معنوں میں نہ ہوگا بلکہ یہ بطور استعارہ ہوگا۔

عہد مقالی:

اس آیت الم اعھد الیکم سے ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ حکم اور وصیت روز میثاق کو کی گئی تھی۔ جس کو قرآن حکیم نے سورہ اعراف میں بایں الفاظ بیان کیا ہے۔

واذا اخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلٰی شھدنا ان تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ھذا غفلین (اعراف ۱۷۲)

Marfat.com

ترجمہ:۔اے محبوب! یاد کرو جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولادوں کو نکالا اور انھیں انھیں پر گواہ بنایا اور پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے کہا کیوں نہیں (تو ہمارا رب ہے) ہم نے گواہی دی۔ (یہ اس لئے ہوا) کہ کہیں تم یہ نہ کہو روز محشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔

مسلم بن یسار جھنی سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کی پیٹھ کو اپنے دائیں ہاتھ (جو اس کی شایان شان ہے) سے چھوا پس اس سے ذریت کو نکالا اور فرمایا میں نے ان کو جنت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور اہل جنت کے کاموں کے لئے پھر ان کی پیٹھ کو چھوا اور اس سے ذریت کو نکالا۔ اور فرمایا میں نے انھیں جہنم کے لئے اور جہنمیوں کے کاموں کے لئے پیدا فرمایا ہے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) پھر عمل کس کے لئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ عزوجل نے بندہ کو جنت کے لئے پیدا فرمایا ہے تو اسے جنتیوں کے کاموں کے لئے استعمال کرتا ہے یہاں تک کہ اہل جنت کے کام کرتے کرتے اسے موت آلیتی ہے پس اللہ تعالیٰ اسے اس عمل کے ساتھ جنت میں داخل کر دیتا ہے جب کسی آدمی کو جہنم کے لئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے اہل نار کے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ جہنمیوں کے کام کرتے کرتے مر جاتا ہے اور اسے اس عمل کے ساتھ جہنم میں داخل کر دیتا ہے۔ ھذا حدیث حسن (☆ جامع ترمذی کتاب التفسیر باب سورۃ اعراف۔ تفسیر بغوی ص ۶۰۹ ج ۲ زیر آیت سورۃ اعراف: ۷۲، جامع البیان ج ۶ ص ۱۴۲ سورۃ اعراف: ۷۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پیٹھ کو ملا چنانچہ آپ کی پیٹھ سے ہر وہ جاندار گر پڑا جس کو اللہ تعالیٰ پیدا فرمانے والا تھا اور ان میں سے ہر ایک کی آنکھوں کے درمیان ایک چمک رکھی پھر انھیں آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیری اولاد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے درمیان ایک آدمی کو دیکھا جس کی آنکھوں

Marfat.com

کے درمیان والی چمک آپ کو پسند آئی۔ عرض کی یا رب یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیری اولاد میں سے آخری امت کا ایک آدمی ہے جسے داؤد کہتے ہیں حضرت آدم نے پوچھا اے میرے رب اس کی عمر کتنی رکھی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب میری عمر میں سے چالیس سال ان کو دے کر ان کی عمر میں اضافہ فرما۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ختم ہوئی موت کا فرشتہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا میری عمر میں سے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتہ نے کہا کیا آپ نے وہ (چالیس سال) اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو نہیں دیئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا اور آپ کی اولاد نے بھی انکار کیا حضرت آدم علیہ السلام بھولے آپ کی اولاد بھی بھولی حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو آپ کی اولاد سے بھی خطائیں سرزد ہوئیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی کتاب التفسیر باب سورۃ اعراف خازن سورہ اعراف ۲۷ ص ۶۸ ج ۲)

عبد بن حمید، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں طبرانی اور ابو شیخ نے العظمۃ میں اور ابن مردویہ نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور فیصلہ فرما دیا اور انبیاء سے میثاق لیا دراں حالیکہ اس کا عرش ابھی پانی پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے اہل یمین کو اپنے دائیں ہاتھ (دست قدرت) سے لیا اور اصحاب شمال کو اپنے بائیں ہاتھ سے اور سب کے سب نے رحمن کے سامنے قسم اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اصحاب یمین انھوں نے جواباً کہا لبیک ربنا و سعدیک فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے عرض کی۔ کیوں نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اصحاب شمال انھوں نے جواب دیا لبیک ربنا و سعدیک اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے عرض کی کیوں نہیں۔

(تفسیر روح المعانی سورۃ اعراف ص ۱۵ ج ۱۲ آیت نمبر ۱۷۲)

مفسرین و محدثین کے نزدیک عہد سے مراد یہی عہد ہے جو روز میثاق کو لیا گیا تھا متکلمین کے نزدیک اس عہد سے مراد دلائل عقلیہ سمعیہ ہیں بہر کیف مفسرین نے درمیان اس آیت میں بہت نزاع ہے۔ معتزلہ اسے میثاق حالی پر محمول کرتے ہیں علامہ بیضاوی بھی اسی سے

Marfat.com

قائل ہیں میثاق حالی پر محمول کرنے کی صورت میں آیت واحادیث میں تعارض واقع ہوتا ہے پھر احادیث میں کئی جگہ تعارض آتا ہے اس تعارض کو ختم کرنے کے لئے ایک سے زائد میثاق ماننے پڑتے ہیں۔ علامہ آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ علامہ شیرازی نے آیت وآثار میں تطبیق دی ہے وہ ایسی تطبیق ہے جسے عقلاء وعلماء نے پسند کیا اور اس پر رضامندی کا اظہار کیا اور اسے قبولیت کی سند عطا کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب حضورﷺ سے آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپﷺ کا جواب اسلوب حکیم کی طرز پر تھا اور وہ یہ کہ آپ سے میثاق حالی کے بارے میں پوچھا گیا اور آپ نے جواب میثاق مقالی سے دیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے دو میثاق لئے ایک میثاق مقالی اور دوسرا حالی۔ حالی میثاق تو یہ ہے کہ اس کی فطرت میں عقیدہ توحید کی طرف جو میلان رکھ دیا اور اس کے باطن میں جو چراغ روشن کر دیئے ہیں وہ اپنی زبان حال سے بلیٰ کہہ رہے ہیں اور دوسرا میثاق وہ تھا جس کا ذکر حدیث پاک میں ہے جو روز میثاق کو لیا گیا ہے۔ (☆روح المعانی ص ۱۸۷ ج ۵ زیر آیت سورۃ اعراف: ۱۷۲)

شیطان کی عبادت کا معنی:

شیطان کی عبادت سے مراد اس کی بندگی و اطاعت ہے۔ اور اس کے حکم اور اشاروں پر عمل پیرا ہونا ہے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے **لاتعبدوا الشیطن ای لاتطیعوہ فی معصیتی** یعنی میری معصیت میں اس کی اطاعت نہ کرو۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لاتعبدو الشیطن کا معنی ہے **لاتطیعوہ** یعنی تم اس کی عبادت نہ کرو اس کی دلیل یہ ہے کہ منہی عنہ صرف اسے سجدہ کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے لہٰذا یہی اطاعت وفرمانبرداری ہی عبادت ہے امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ آیت مقدسہ **واطیعوا اللہ والرسول و اولی الامر منکم** میں تو ہمیں امراء کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے اس طرح کہ ہمیں ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت

Marfat.com

اور اس کی اطاعت ہی ہوا کرتی ہے کیوں کہ نفس سجدہ و رکوع جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت و اطاعت ہوتی ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور یہ عبادت الٰہی ہی تھی امراء کی وہ اطاعت جو حکم الٰہی سے نہ ہو وہ امراء کی عبادت ہوگی۔

امام رازی پھر سوال اٹھاتے ہیں کہ ہم عبادت رحمٰن و عبادت شیطان کو کس چیز سے ممیز کر سکیں گے حالانکہ ہم شیطان سے نہ تو کوئی خبر سننے پاتے ہیں اور نہ ہی اس کا کوئی اثر دیکھتے ہیں؟

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے امر کی مخالفت یا اللہ تعالیٰ کے حکم فرمائے ہوئے فعل کو اس بنا پر بجا نہ لانا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے شیطان کی عبادت ہے۔

بعض اوقات آپ کو کوئی دوسرا شخص حکم دے رہا ہوتا ہے اور شیطان اس میں ہوتا ہے بعض اوقات شیطان آپ کے نفس میں موجود ہوتا ہے اور آپ کو حکم دے رہا ہوتا ہے جب کوئی شخص آ کر آپ کو کوئی حکم دے آپ دیکھیں کہ وہ حکم اللہ تعالیٰ کے امر کے موافق ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو شیطان اس شخص کے ساتھ ہے اور وہی آپ کو حکم دیتا ہے۔ اگر آپ نے اس کی اطاعت کی تو گویا آپ نے شیطان کی عبادت کی۔ اگر آپ کا نفس آپ کو کسی کام کی دعوت دے آپ دیکھیں کیا وہ فعل ماذون فی الشرع ہے یا نہیں۔ اگر شرع میں اس کی اجازت نہیں ہے تو آپ کا نفس شیطان ہے یا اس کے ساتھ شیطان ہے جو آپ کو اس کام کی دعوت دے رہا ہے۔ اگر آپ نے اس حال میں اس کی اتباع و پیروی کی تو شی[illegible] [illegible]ت کے مرتکب ہو گئے۔

امام رازی آگے چل کر لکھتے ہیں مبا[illegible]ں سے چند مراتب ہیں۔ کیوں کہ کچھ اعمال وہ ہوتے ہیں جن میں دل و زبان جوارح کے موافق ہوتے ہیں۔ کچھ وہ ہوتے ہیں جن میں دل و زبان جوارح کے مخالف ہوتے ہیں۔ اور کچھ وہ ہوتے ہیں جن کے ارتکاب کے وقت انسان کا دل ان سے نفرت کرتا ہے اسے گناہ کا اعتراف ہوتا ہے اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرتا ہے اور اسے گناہ کا اعتراف ہوتا ہے یہ شیطان کی عبادت جوارح ظاہرہ کے ساتھ ہے۔ کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو

Marfat.com

ارتکاب گناہ کے وقت مسرور اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں یہ ظاہر و باطن میں شیطان کی عبادت کرنے والا ہوتے ہیں۔ (☆تفسیر کبیر ج۹ جزاء السادو العشرون ص ۲۹۸ سورۃ یٰس:۶۰)

آیت کا مدعا:

آیت کا مدعا یہ ہے کہ ایک صحیح و عاقل و سمجھدار آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ عبادت شیطان سے پرہیز کرے اور اس کے بھلاوے و پھسلاوے میں نہ آئے اس کے وسوسوں پر عمل پیرا نہ ہو۔ بلکہ قول و فعل اور جوارح سے اس کی مخالفت و مخاصمت کو جاری رکھے۔ لیکن انسان اپنی کم فہمی اور کوتاہی عمل کی بنا پر اکثر شیطان کے وسوسوں اور اس کی ترغیبات پر عمل کر کے اپنے رب کی ناراضگی مول لیتا ہے اور بہت سے لوگ اس کے مکروفریب سے نہ بچ سکے اور گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے اپنے خالق و مالک کے ساتھ شرک کے مرتکب ہوئے اور انھیں جہنم میں شیطان کے ساتھ دھکیل دیا جائے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دے گا تو اس سے ایک سیاہ گردن جھانکتی ہوئی نکلے گی جو انتہائی سیاہ اور تاریک ہوگی۔ اور یہ کہے گی الم اعھد الیکم یا بنی ادم ان لا تعبدوا الشیطن انہ لکم عدو مبین و ان اعبدونی ھذا صراط مستقیم و لقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا تعلقون ھذہ جھنم التی کنتم توعدون

اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں وصیت نہ کی تھی کہ تم شیطان کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور تم میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ تحقیق اس نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔ یہ وہی جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

(☆تفسیر ابن کثیر سورۃ یٰس:۶۰ ص ۵۹۵ ج۳)

اعضاء و جوارح کی گواہی:

اللہ تعالیٰ نے روز قیامت عدل و انصاف کا اعلان فرمایا ہے یہ دن کامل عدل کا دن ہوگا عدل و انصاف کے جملہ پہلوؤں کو مدنظر رکھا جائے گا کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم و زیادتی نہیں کی جائے گی

Marfat.com

ہر ایک کو اپنے اپنے نامہ اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی جو بھی فیصلہ ہوگا اس میں گواہوں کی گواہی کو پیش نظر رکھا جائے گا تحریری دستاویزات پیش کی جائیں گی۔ اور ان کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے گا لیکن عام طور پر دنیا میں بھی یہ دیکھا گیا ہے، جب فیصلہ سنایا جاتا ہے قاضی و جج چاہے کتنا ہی عدل و انصاف کو پیش نظر کیوں نہ رکھے اور عدل و انصاف کے جملو پہلوؤں کے مطابق فیصلہ سنائے لیکن بایں ہمہ جس کے خلاف فیصلہ سنایا جاتا ہے وہ اس فیصلہ کو ظلم و زیادتی اور ناانصافی سے تعبیر کرتا ہے اور سراپا احتجاج بن کر دستاویزات کو جعلی اور گواہوں کے جھوٹا ہونے کا واویلا مچاتا ہے۔ قیامت کے روز بھی اگرچہ عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کیا جائے گا فرشتوں کی تحریر کردہ دستاویزات نامہ اعمال کی صورت میں انسان کو پکڑائی جائیں گی۔ نیکوں کو دائیں ہاتھ میں اور کافرین و مشرکین کو بائیں ہاتھ میں ان کا نامہ اعمال تھمایا جائے گا ہر ایک کا پورا پورا ریکارڈ اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس کے عزیز و اقارب رشتہ دار اس کے خلاف گواہی دیں گے وہ چلائے گا کہ یہ سارے جھوٹے ہیں فرشتوں نے میرے نامہ اعمال میں یہ یہ کام ویسے ہی لکھ دیئے ہیں میں نے کبھی شرک نہیں کیا گواہوں کی گواہی جھٹلائی جائے گی کراماً کاتبین کے تحریری دستاویزات کی صحت کا انکار کیا جائے گا جب ان کا شور وغل اور واویلا حد سے بڑھ جائے گا تو اس وقت ان کے مونہوں کو سی دیا جائے گا اور انھیں مہر لگادی جائے گی ان کے اعضاء کو سرکاری گواہ [illegible] پیش کیا جائے گا اور انھیں قوت گویائی عطا کی جائے گی۔

ہاتھوں کی طرف تکلم کی نسبت اس بنا پر ہے کیوں کہ افعال عموماً اس کی مشارکت سے ہی ہوتے ہیں اسی وجہ سے فعل کو ہاتھوں کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **یوم ینظر المرء ماقدمت یداہ** (النساء ۴۰) اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **بما کسبت ایدی الناس** (یس ۳۵) وغیرہ

اور پاؤں (رجل) کی طرف شہادت کی نسبت اس وجہ سے کی گئی کیوں کہ عموماً فعل کو اس کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا تو گویا یہ اجنبی کی طرح ہے۔

Marfat.com

دوسری آیات کریمہ میں شہادت کی نسبت زبانوں، ہاتھ اور پاؤں اور اسی طرح کانوں، آنکھوں اور جلد وغیرہ کی طرف کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان الیوم نختم علیٰ افواھھم ان کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی زبانیں ان کی مرضی کے مطابق اور ان کے ارادے اور اختیار سے نہیں بولیں گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان تمام اعضاء میں علم ضروری پیدا فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے خلاف گواہی دیں گے اور یہ ایسی گواہی ہوگی جو تمام گواہوں سے زیادہ بھاری ہوگی۔ اور یہ حجت تمام حجتوں سے برتر و قوی ہوگی۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کافر اور منافق کو حساب کے لئے بلایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کا نامہ اعمال اس کے سامنے پیش کرے گا تو وہ انکار کرے گا اور کہے گا اے رب تیری عزت کی قسم اس فرشتہ نے میرے خلاف وہ وہ اعمال لکھے ہیں جو میں نے کئے ہی نہیں۔ تو فرشتہ اسے کہے گا کیا تو نے فلاں دن فلاں وقت، فلاں جگہ پر یہ کام نہیں کیا تھا۔ وہ کہے گا نہیں اے رب میں نے بالکل نہیں کیا۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔ میرا گمان ہے کہ سب سے پہلے اس کی داہنی ران بولے گی پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی الیوم نختم علی افواھھم۔

(☆ روح المعانی ج ۱۲ جزء ص ۶۴ سورۃ یٰس: ۶۵ تفسیر مظہری سورۃ یٰس: ۶۵ ج ۸ ص ۹۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضرِ خدمت تھے۔ آپ ہنس پڑے آپ نے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں۔ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے آپ نے فرمایا من مخاطبة العبد ربه یقول یارب فانی لا اجیز علی نفسی الا شاهدا منی قال فیقول کفٰی بنفسک الیوم علیک شهیدا وبالکرام الکاتبین شهودا قال فیختم علی فیه فیقال لارکانه انطقی قال فتنطق باعماله قال ثم یخلّی بینه و بین الکلام قال فیقول بعدا لکن سحقا فعنکن افاضل (☆ صحیح مسلم کتاب الزھد والرقاق باب اول ج ۲ ص ۲)

Marfat.com

آپ نے فرمایا مجھے بندے کی اپنے رب سے بات پر ہنسی آتی ہے بندہ کہے گا اے رب کیا تو نے مجھ پر ظلم سے پناہ نہیں دی وہ فرمائے گا کیوں نہیں بندہ کہے گا میں اپنے خلاف اپنے سوا اور کسی کی گواہی کو جائز قرار نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تیرے خلاف تیری اپنی گواہی کافی ہے یا کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہوگی۔ آپ نے فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا بولو! پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کا بیان کریں گے۔ پھر اس کے اور اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا۔ پھر وہ اعضاء سے کہے گا دور ہو دفع ہو میں تمہاری طرف ہی سے تو جھگڑ رہا تھا۔

امام مسلم، ترمذی اور بیہقی نے یہ مرفوع حدیث بواسطہ ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کیا میں نے تجھے عزت اور سرداری نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی؟ کیا میں نے تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کئے؟ کیا میں نے تجھے ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا؟ بندہ عرض کرے گا کیوں نہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا افظننت انک ملاقی فیقول لا فیقول ای فل فانی انساک کما نسیتنی ثم یلقی الثانی فیقول ای فل الم اکرمک و اسودک و ازوجک و اسخرلک الخیل و الابل و اذرک تراس و تربع فیقول بلٰی فیقول افظننت انک ملاقی فیقول لا فیقول انی انساک کما نسیتنی ثم یلقی ثالث فیقول له مثل ذالک فیقول یارب امنت بک و تصدقت ولیتنی بخیر ما استطاع فیقول ھھنا اذا قال ثم یقال له الآن نبعث شاھدنا علیک و یتفکر فی نفسه من ذا الذی یشھد علی فیختم علی فیه و یقال لفخذه ولحمه و عظامه انطقی فینطق فخذه ولحمه و عظامه بعمله و ذالک لیعذر من نفسه و ذالک المنافق و ذالک الذی یسخط الله علیه

(صحیح مسلم کتاب الزھد والرقاق باب ۰ ن)

Marfat.com

ترجمہ:۔ کیا تو نے یہ گمان کیا تھا کہ تو مجھ سے ملے گا وہ کہے گا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندے سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو عزت و سیادت نہیں دی تھی۔ کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی؟ کیا میں نے تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کئے اور کیا میں نے تجھے ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا۔ وہ شخص کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے وہ عرض کرے گا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھے اسی طرح بھلا دیا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ تیسرے بندے کو بلا کر اس سے یہی سوال کرے گا۔ وہ عرض کرے گا اے میرے رب میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا۔ میں نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقہ دیا اور اپنی استطاعت کے مطابق نیکیاں بیان کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا ابھی معلوم ہو جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجتے ہیں۔ وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا میرے خلاف کون گواہی دے گا پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا کہ تم بولو! پھر اس کی ران اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کو بیان کریں گے اور یہ اس لئے کیا جائے گا تا کہ خود اس کی ذات میں اس کے خلاف حجت ہو یہ وہ منافق ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔

آیت اور احادیث میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ حشر بدن اصلیہ کے اجزاء کے ساتھ ہوگا، نہ کہ کسی دوسرے بدن کے ساتھ جس میں دنیاوی بدن اصلی کے اجزاء نہ ہوں۔ کیوں کہ اس بدن کے اعمال سیئہ ہوں گے ہی نہیں تو ان کی گواہی کیوں کر حسن ہوگی۔ لہٰذا اعضاء کی گواہی کے حسن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حشر بدن اصلی کے ساتھ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت:

قیامت کی ہولناکیوں کی منظر کشی اور کفار و مشرکین کی دردناک حالت کا تذکرہ فرمانے کے بعد بنی نوع انسان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ قیامت میں تو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عذاب دینے پر قادر ہے لیکن دنیاوی زندگی میں وہ آزاد ہیں جس طرح چاہیں اور جو چاہیں کرتے پھریں انھیں کوئی پوچھنے والا اور روکنے والا نہیں ہے اس غلط فہمی کا ازالہ فرمانے کے لئے فرمایا ایسا نہیں بلکہ تم اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہو وہ اگر دنیا میں بھی چاہے تو تمہاری ان آنکھوں کی بینائی ہی سلب کر دے بلکہ آنکھوں ہی کو اس طرح مٹا دے کہ گویا یہاں پر آنکھ ہی نہ تھی۔ آنکھ رہے نہ روشنی اور نہ ہی تمہیں کوئی چیز نظر آئے۔ اسی بینائی اور بصارت کی وجہ سے تم دنیاوی امور چلاتے ہو۔ ادھر ادھر گھومتے پھرتے ہو، لطف اٹھاتے ہو اللہ تعالیٰ کے ایک اشارہ سے بے بصر ہو سکتی ہیں۔ پھر تم ادھر ادھر چلنا پھرنا چاہو راستہ بھی نظر نہ آئے اور تم راہ کی تلاش میں بھٹکتے پھرو لیکن اللہ تعالیٰ اپنی کسی مصلحت کی بنا پر ایسا نہیں کرتا اور تمہیں اس نے مہلت دی ہے تا کہ تم اس ڈھیل سے فائدہ اٹھاؤ۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

- ولو شاء الله لذهب بسمعهم وابصارهم (بقرہ:۲۰)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کی نور بصیرت کو زائل کرنے کی طرح ان کی نور بصارت کو بھی زائل کر دیتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی ہے کہ باوجودیکہ انسان دنیا میں عذاب کے مستحق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انھیں عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ اور انھیں مہلت پہ مہلت دیئے جا رہا ہے شاید کہ وہ راہ راست پر آ جائیں۔ یا پھر کفر و معصیت میں حد سے بڑھ کر اپنے اوپر عذاب الیم کو واجب کریں۔ فی الحقیقت یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہی ہے سنستدرجهم من حيث لا يعلمون وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں پوچھنے والا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ انھیں آہستہ آہستہ اس طرح جہنم کے قریب کر دیتا ہے کہ وہ جان بھی نہیں سکتے کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

ہماری قدرت و طاقت کا یہ حال ہے کہ ہم اگر چاہیں تو چشم زدن میں ان مکذبین و مستہزئین کو مسخ کر کے حیوان یا پھر ان سے بھی بدتر بنا دیں اور ان سے غور و فکر اور تدبر کی صلاحیتیں

Marfat.com

ہی ان سے چھین لیں بلکہ ہم ان سے چلنے پھرنے کی طاقت بھی چھین لیں اور انھیں پتھر بنا دیں نہ آگے ہل سکیں اور نہ پیچھے ہٹ سکیں۔ لیکن ہم نے اپنی رحمت عامہ کے تحت انھیں ڈھیل دی ہوئی ہے تا کہ یہ بد بخت لوگ اس مہلت سے فائدہ اٹھائیں۔ فکر خداداد سے کام لیتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو حق پہچاننے میں صرف کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بنیں۔ ہم نے انھیں جو ڈھیل دی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہیں۔ اور ہمیں ان پر کوئی اختیار نہیں ہے اگر وہ یہ سمجھتے ہیں تو ان کی غلط فہمی ہے اور وہ دھوکے میں ہیں۔

Marfat.com

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ٦٨ وَمَا عَلَّمْنٰهُ

اور جس کو ہم طویل عمر دیتے ہیں تو کمزور کر دیتے ہیں اس کی طبعی قوتوں کو پھر کیا اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ اور نہیں سکھایا

الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ٦٩ لِّيُنْذِرَ

ہم نے اپنے نبی کو شعر اور نہ یہ ان کے شایان شان ہے۔ نہیں ہے یہ مگر نصیحت اور قرآن جو بالکل واضح ہے۔ تاکہ

مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ٧٠ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا

وہ بروقت خبردار کرے اسے جو زندہ ہے اور تاکہ حجت تمام کردے کفار پر۔ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم نے پیدا فرمائے

خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ٧١

ان کے لئے اس مخلوق سے جو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی مویشی پھر (اب) یہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ٧٢ وَلَهُمْ فِيْهَا

تابعدار بنادیا انھیں ان کا پس ان میں سے بعض پر وہ سواری کرتے ہیں اور بعض کا (گوشت) کھاتے ہیں اور ان کے

مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ٧٣ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ

لئے ان مویشیوں میں اور بھی بہت سی منفعتیں ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور ان (ظالموں)

اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ٧٤ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ

نے بنالئے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خدا کہ شاید وہ ان کی مدد کریں یہ جھوٹے خدا نہیں مدد کر سکتے ان کی اور یہ کفار ان

لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ٧٥ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا

معبودوں کے لئے تیار شدہ لشکر ہیں۔ پس نہ رنجیدہ کرے آپ کو (اے حبیب) ان کا قول ہم خوب جانتے ہیں جس

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ٧٦ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ

بات کو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ کیا انسان اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔

فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ٧٧ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلْقَهٗ قَالَ

پس اب وہ (ہمارا) کھلا دشمن بن بیٹھا ہے اور بیان کرنے لگا ہے ہمارے لئے عجیب و غریب مثالیں اور اس نے

Marfat.com

مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ

فراموش کر دیا ہے اپنی پیدائش کو (گستاخ) کہتا ہے اجی! کون زندہ کر سکتا ہے ہڈیوں کو جب وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

آپ فرمائیے (اے گستاخ سن) زندہ فرمائے گا انھیں وہی جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اور وہ ہر مخلوق کو خوب

الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ اَوَلَيْسَ

جانتا ہے۔ جس نے (اپنی حکمت سے) رکھ دی تمہارے لئے سبز درختوں میں آگ پھر تم اس سے اور آگ سلگاتے

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى

ہو۔ کیا وہ (قادر مطلق) جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو قدرت نہیں رکھتا کہ پیدا کر سکے ان جیسی (چھوٹی سی

وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ

مخلوق) بے شک (وہ ایسا کر سکتا ہے) اور وہی پیدا فرمانے والا سب کچھ جاننے والا ہے اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا

كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ

ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ فرماتا ہے اس کو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے پس وہ (ہر عیب سے) پاک ہے جس

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾

کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔

Marfat.com

تنکیس کا معنی اور مفہوم:

تنکیس کا معنی اوندھا الٹنا ہے قتادہ نے کہا اس کا معنی بڑھاپے کی اس حالت تک پہنچ جاتا ہے جو بچپنہ کے مشابہ ہے۔ سفیان ثوری نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انسان اسی سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے اعضاء متغیر اور قوت کمزور پڑ جاتی ہے۔

(☆ الجامع الاحکام القرآن ص ۳۹ ج ۸ جز ۲۵، سورۃ یٰس: ۶۸)

انسانی زندگی کے مختلف مدارج سے قدرت الٰہی پر دلیل:

اس آیت مقدسہ میں اللہ جل مجدہ اپنی حکمت کاملہ اور قدرت تامہ کا تذکرہ فرما رہا ہے کہ انسان بلکہ جمیع حیوانات ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے دست قدرت اور اس کے تصرف میں رہتے ہیں اور یہ تصرف پانی کی ایک بوند سے شروع ہو کر ارزل العمر اور قبر میں داخل ہونے تک مسلسل اور لگاتار جاری رہتا ہے۔ پہلے انسان پانی کی ایک بوند ہوتا ہے پھر تغیر پذیری کے عمل سے گزرتے ہوئے خون، گوشت، پھر انسان کی شکل اختیار کر کے جب نو ماہ ماں کے پیٹ میں گزار کر دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس وقت انتہائی کمزور و ناتواں اور دوسروں کا دست نگر ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ تربیت پا کر قوت و عقل و علم کے مدارج طے کر کے جب عالم شباب میں پہنچ جاتا ہے تو دوسروں کو دعوت مبارزت دینے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو بار دگر اس کی قوت و طاقت میں کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے اور بتدریج اس کے اعضاء و جوارح میں ضعف پیدا ہوتا ہے قوت برداشت میں کمی واقع ہوتی ہے چلنے پھرنے دیکھنے و سننے سے معذور ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بالکل بچوں جیسی حرکات وسکنات ادا کرنے لگتا ہے جو چیزیں حالت جوانی میں اسے محبوب ہوا کرتی ہیں وہی چیزیں بڑھاپے میں مبغوض اور جن پر اسے سب سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے انہیں شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے۔ اس کے گہرے اور قابل اعتماد دوست اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کی حرکات وسکنات بچوں کی سی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ لیکن بچوں کی حرکتوں کو ان کی حماقتوں اور

Marfat.com

نزاکتوں پر محمول کر کے سب خوش ہوتے اور ہنستے ہیں اور انھیں لاڈ و پیار کی نظر سے دیکھتے ہیں جب کہ بوڑھے کی لغزش کو نا قابل معافی خیال کیا جاتا ہے کوئی اسے قابل رحم سمجھے تو الگ بات ہے اور نہ اس کی طفلانہ حرکتوں کو مزاح بنایا جاتا ہے۔

اسی حقیقت کو قرآن نے دوسرے مقام پر بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:

اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا و شیبۃ یخلق مایشاء و ھو العلیم القدیر (الروم:۵۴)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں (ابتدا میں) کمزور پیدا فرمایا پھر عطا کی (تمہیں) کمزوری کے بعد قوت پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دے دیا پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **ومنکم من یرد الی ارزل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا** (النحل:۷۰)

ترجمہ:۔ اور تم میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں لوٹا دیا جاتا ہے نا کارہ عمر کی طرف تا کہ وہ کچھ نہ جانے جان لینے کے بعد۔

اس آیت میں اس حقیقت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ انسانی وجود اور انسانی مشینری جو عالم صغریٰ کے مشابہ ہے میں تغیرات و انقلابات اللہ جل مجدہ کے دست قدرت کا عظم مظہر ہے۔ اور تمام صلاحیتیں، قوتیں اور طاقتیں جب اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ ہیں تو انسانی ملکیت نہیں ہیں وہ جب چاہے انھیں واپس لے سکتا ہے اور اس طرح کہ کسی کو ان کا علم بھی نہ ہو۔ یعنی فی الفور اور بیک وقت وہ انسان کو ان قوتوں سے یکسر محروم کر سکتا ہے تو حیف صد حیف ہے اس شخص کے لئے جس کو یہ نعمتیں عطا کی گئیں اور وہ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکا اور غرور و تکبر میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنے کی بجائے کفران نعمت کا مرتکب بنا۔

Marfat.com

انبیاء وعلماء ارزل العمر میں قدم نہیں رکھتے:

علامہ شیخ سلیمان الجمل اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ حالت (قوت وشباب کے بعد ضعف وھرم) غیر انبیاء علیہم السلام میں اکثر پایا جاتا ہے جہاں تک انبیاء علیہم السلام کا تعلق ہے تو وہ طول عمر کی وجہ سے نہ تو ھرم (انتہائی بڑھاپہ) میں قدم رکھتے ہیں اور نہ ہی ضعف میں پڑتے ہیں اور کسی بھی نبی کے بارے میں یہ حکایت نہیں کیا گیا کہ وہ ہزار سال تک زندہ رہا یا اس سے کم اور اس کے قوت میں کمی واقع ہوئی ہو۔ وھذا فی اغلب الناس و فی غیر الانبیاء علیهم السلام اماھم فلا یھرمون ولا یضعفون بطول العمر ولم یحک عن نبی من الانبیاء من عاش منھم الفا ومن عاش منھم من دون ذالک انه نقص شیئ من قواہ.

(☆ حاشیہ الجمل علی الجلالین ج ۶ ص ۳۰۶ زیر آیت سورۃ یٰس ۶۸)

علامہ صاوی لکھتے ہیں وھذا فی غیر الانبیاء واماھم فلا یعتریھم الضعف فی العقل والبدن وان طال عمرھم جدا و استعاذۃ النبی ﷺ من الرد لارذل العمر تعلیم لامته و یلحق بالانبیاء العلماء العاملون فلا یھرمون ولا یضعفون بطول العمر بل یکونون علی احسن ماکانوا علیه.

(☆۲ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ص ۱۰۷ ج ۵ سورۃ یٰس ۶۸)

یہ غیر انبیاء میں ہوتا ہے جہاں تک انبیاء کرام کا تعلق ہے تو ان کی عقل وجسم میں ضعف طاری نہیں ہوتا اگرچہ وہ طویل عمر کو ہی کیوں نہ پہنچ پائیں۔ حضور ﷺ کا ارذل العمر سے پناہ مانگنا امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ انبیاء کے ساتھ علماء عاملین ملحق ہیں، وہ بھی طویل عمر کی بنا پر نہ تو انتہائی بوڑھے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان پر ضعف طاری ہوتا ہے بلکہ وہ پہلے سے بھی اچھی حالت میں ہوتے ہیں۔

اس آیت میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ انسان کو جوانی کے ایام کو غنیمت سمجھ کر نیک اعمال کرنے چاہئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے اغتنم خمسا قبل خمس شبابک قبل ھرمک و صحتک قبل سقمک و غناک قبل فقرک و حیاتک قبل موتک

Marfat.com

و فراغک قبل شغلک

پانچ اشیاء کو پانچ چیزوں کے حصول سے قبل غنیمت شمار کرو۔ جوانی کو بڑھاپے سے قبل، صحت کو بیماری سے پہلے، غنی اور دولت مندی کو فقر سے پہلے اپنی زندگی کو موت سے قبل اور فراغت کو مصروفیت سے پہلے۔

جو شخص ان پانچ اشیاء کی قدر نہیں کرتا انھیں مؤخر کرتا ہے پانچ چیزوں کے حصول کے بعد سوائے پشیمانی اور رسوائی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ عقل مند شخص وہی ہے جو ان پانچ چیزوں کی قدر کرتا ہے اور ندامت اور شرمندگی سے بچ جاتا ہے۔

حاصل آیت یہ ہے وہ ذات جو احوال کے بدلنے، بچپن، جوانی، بڑھاپا اور ضعف کے بعد قوت و توانائی اور دوبارہ ضعف کمزوری و ناتوانی عطا کرنے اور نشست و برخاست کی مجبوریوں سے دوچار کرنے پر قادر ہے آنکھوں کی بصارت اور کانوں کی سماعت اور اعضاء کی قوت کو زائل کرنے، قوت حافظہ کو محو کرنے اور عقل کو ناکارہ کرنے پر قادر ہے۔ اور انسان کو اس مقام تک پہنچا سکتا ہے کہ وہ اپنے عزیز و اقارب کو پہنچاننے اور ان کی باتیں سننے سے قاصر ہے تو وہ ذات اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ اس کی جوانی میں ہی اس کی قوت بصر کو زائل کردے اس کی شکل و صورت ہی کو مسخ کردے پھر دوبارہ قیامت کے دن انھیں زندہ کر کے ان کے نامہ اعمال کے مطابق سزا و جزاء دے اس کی قدرت اور طاقت سے بعید نہیں ہے اور اس قدر عظیم و قدیر ہستی کی ناشکری کرنا، اس کی مخاصمت مول لینا اور اس کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کی پینگیں اڑانا قطعاً کوئی دانشمندی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسری حماقت اور جہالت نہیں ہوسکتی۔

شعر کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ:

لغت میں شعر کا معنیٰ علم ہے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں فالشعر فی الاصل اسم للعلم الدقیق فی قولھم لیت شعری

Marfat.com

اصل میں شعر علم دقیق کو کہا جاتا ہے عربوں کے اس قول سے ہے لیت شعری

(☆ المفردات لغریب القرآن ص ۲۶۲)

اصطلاحی تعریف:

علامہ سید شریف جرجانی حنفی شعر کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں فی

الاصطلاح کلام مقفی موزون علی سبیل القصد

اصطلاح میں ایسا کلام موزوں و مقفیٰ جو قصداً اور ارادۃً کیا جائے شعر کہلاتا ہے۔

(☆ کتاب التعریفات ص ۹۱)

کیا رسول اللہ ﷺ شاعر ہیں؟:

آیت زیر بحث میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم علیہ الصلوۃ والسلام سے شعر گوئی کی تعلیم کی نفی فرمائی ہے۔ وما علمناہ الشعر ہم نے آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی۔ کفار مکہ اور سرداران قریش قرآن کو شاعرانہ تخیل کہہ کر لوگوں کو قرآن اور صاحب قرآن سے دور رکھنے کے لئے بھی ڈھنڈورا پیٹتے تھے۔ کبھی آپ کو شاعر کہتے کبھی کاہن اور کبھی جادوگر۔ حالانکہ آپ ﷺ کی چالیس سالہ زندگی اعلان نبوت سے پہلے کی ان کے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی طرح تھی۔ اس عرصہ میں نہ تو آپ نے کبھی شعر کہے نہ کوئی ایسا خطبہ کبھی ارشاد فرمایا جو قرآن کے مشابہ ہوتا اور پھر مکہ میں اس وقت تعلیم و تعلم کا رواج بھی نہ تھا سوائے چند لوگوں کے کوئی بھی لکھنا پڑھنا جانتا نہ تھا۔ اور جو لوگ جانتے بھی تھے انھوں نے اپنی مدد آپ کے تحت بڑی محنت اور کوشش کے بعد لکھنا پڑھنا سیکھا ہوا تھا۔ اور پھر اگر رواج ہوتا بھی تو بھی آپ کے خاندانی حالات ایسے نہ تھے کہ آپ تعلیم و تعلم کی طرف توجہ دے پاتے۔ آپ نے جو کچھ پڑھا جو کچھ سیکھا جس کی تعلیم آگے لوگوں کو دی وہ صرف وہی تعلیم تھی جو آپ کو خالق کائنات اور مالک کائنات نے سکھائی۔ آپ کا خالق و مالک اور استاذ و مربی ہی جب اللہ تعالیٰ ہے اور اسی نے آپ کو تعلیم دی علمنی ربی فاحسن تادیبی اور خوب خوب تعلیم دی جب وہی ذات یہ اعلان کر رہی ہے کہ میں نے اپنے شاگرد رشید کو شعر کی تعلیم

Marfat.com

نہیں دی نہ شعر گوئی کا ملکہ عطا کیا نہ بذریعہ وحی شعر گوئی سکھائی تو پھر آپ کو شاعر کہنا کتنا عجیب اور عقل سے ماورا ہے۔

آپ کو شاعر کہنے کی وجہ:

قابل توجہ بات یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے چالیس سال تک کوئی شعر نہیں کہے اور اس کی تعلیم بھی حاصل نہیں کی۔ پھر کلام مجید بھی نثر و نظم کے قواعد و تصرفات سے میل نہیں کھاتا۔ اس کا اسلوب ہی الگ اور جدا ہے اور اگر کہیں کہیں قافیہ بندی اور موزوں و مقفیٰ کلام موجود بھی ہے تو بھی اس میں قصد اور ارادہ نہیں پایا جاتا۔ جو شاعری کے لئے لازمی ہے اس کے باوجود کفار مکہ اور سرداران قریش قرآن کو شاعری اور حضور ﷺ کو شاعر کہتے حالانکہ وہ اصناف شاعری سے بخوبی آگاہ تھے اور ان کے بچے اور عورتیں تک اشعار بلا تکلف بیان کرتے تھے اب غور طلب امر یہ ہے کہ قرآن کو وہ شاعری کیوں کہتے تھے؟

کفار مکہ آپ ﷺ کو شاعر فقط اس لئے کہتے تھے تاکہ لوگوں کو حضور ﷺ اور آپ کی تعلیمات سے دور رکھا جائے اور کلام معجز نما فصاحت و بلاغت، زور بیان اور اثر پذیری کو شاعر کے کلام کی فصاحت و بلاغت اور اس کے کلام کی اثر پذیری ثابت کریں۔ اور اسی طرح سے وہ لوگوں کو آپ سے بدظن کر سکتے ہیں۔ ورنہ وہ اتنے بے وقوف اور احمق نہ تھے کہ کلام مجید اور شعر میں امتیاز نہ کر سکتے۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں قال بعض المحصلین لم يقصدوا هذا المقصد فيما رموا به و ذالک انه ظاهر من الكلام انه ليس على اساليب الشعر ولا يخفى ذالک على الاغتام من العجم فضلا عن بلغاء العرب و انما رموه بالكذب فان الشعر يعبر به عن الكذب و الشاعر الكاذب حتى سمى قوم الادلة الكاذبة الشعرية

بعض محققین نے کہا کہ کفار جب حضور پر شاعری کی تہمت لگاتے تو اس سے ان کی

Marfat.com

مراد شعر کا اصطلاحی معنی نہ ہوتا تھا بلکہ یہ بات تو عام عجمیوں پر بھی واضح و ظاہر ہے چہ جائیکہ بلغاء عرب پر منکشف نہ ہو۔ انھوں نے یہ جھوٹی تہمت آپ پر اس لئے لگائی کیوں کہ جھوٹ کو بھی شعر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جھوٹے کو شاعر کہا جاتا ہے یہاں تک کہ جھوٹی دلیلوں کو ادلۃ شعریہ کہا جاتا ہے۔ (☆المفردات فی غریب القرآن ص ۲۶۲)

قرآن شعر نہیں ہے:

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں آیت کا معنی یہ ہے کہ قرآن شعر نہیں لیس القران بشعر لان الشعر کلام متکلف موضوع و مقال و مزحزف مصنوع منسوج علی منوال الوزن والقافیة مبنی علی خیالات و اوهام و اهیة فاین ذالک من التنزیل الجلیل المنزه عن مماثلة کلام البشر المسحون بفنون الحکم والاحکام الباهرة الموصل الی سعادة الدارین (☆تفسیر ابی سعود ج ۴ ص سورۃ یس: ۷۰)

معنی یہ ہے کہ قرآن شعر نہیں ہے کیوں کہ شعر کلام متکلف، موضوع، جھوٹ، مزین، تصنع آمیز، وزن و قافیہ سے آراستہ اور خیالات واوھام واھیہ پر مشتمل ہوتا ہے کہاں یہ اور کہاں منزل، اور معزز و محترم کلام جو کلام بشر سے مماثلت ہی نہیں رکھتا اور جو حکمت اور احکام باہرہ جو دنیا و آخرت کی سعادت کی طرف لے جانے والے ہیں سے بھرا ہوا ہے۔

شاعری اور نبوت دو الگ اصناف ہیں:

علامہ سید قطب شہید لکھتے ہیں شاعری کا نہج نبوت سے مختلف ہے شعر ایک انفعالی کیفیت کا نام ہے جو ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتی رہتی ہے نبوت و رسالت کا تعلق وحی کے ساتھ ہے وحی کا نہج ثابت ہے صراط مستقیم پر ہے وحی اللہ تعالیٰ کے اس قانون کے عین مطابق ہے جس پر یہ سارا وجود کائنات قائم ہے یہ عارضی اور دمبدم بدلنے والے اھواء و جذبات نہیں بدلتے۔ شعرا احوال و جذبات اور محض تخیلات کے تابع ہوتے ہیں۔

نبوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ دائمی اتصال کا نام ہے اور نبی براہ راست اللہ تعالیٰ کی وحی

Marfat.com

سے علم پاتا ہے نبوت و رسالت ہمیشہ زندگی کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرنے کی کوشش کرتی ہے جب کہ شعر خواہ وہ کس قدر بلند ہو انسانی شوق کا نام ہے جو جمال و کمال کی طلب میں انسانی قصور، محدود تصورات اور جذبات و خیالات میں ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے جب شاعر اپنے بلند مرتبے سے گرے تو وہ محض خواہشات و تاثرات کا نام ہوتا ہے جو بعض دفعہ اتنے گرے ہوئے ہوتے ہیں کہ محض جسمانی شور و غل، شدت اور خون کا جوش بن کر رہ جاتے ہیں۔

معلوم ہوا نبوت و شعر کی فطرت بنیادی طور پر مختلف ہے شعر کی اعلیٰ صورت زمین سے اٹھا ہوا شوق ہے اور وحی پوری کی پوری آسمان سے اتری ہوئی ہوتی ہے اور اسی آیت میں قرآن کو قرآن و ذکر فرمایا گیا ہے تو یہ دونوں ایک ہی چیز کی صفات ہیں یہ کلام اپنے وظیفے کے لحاظ سے ذکر ہے اور اپنی تلاوت کے لحاظ سے قرآن گویا یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جس میں دل مصروف ہوتا ہے اور قرآن ہے جس کی تلاوت ہوتی ہے۔ (☆فی ظلال القرآن ج ۸ ص ۲۲۱ سورۃ یس:۶۹)

شاعر اور نبی کے کلام کا امتیازی فرق:

سورہ شعراء کے اندر اللہ تعالیٰ نے شعراء کے کلام کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں جو انھیں انبیاء سے ممتاز اور جدا کرتے ہیں اور ایک عام آدمی بھی بخوبی اس فرق کو سمجھ سکتا ہے۔

اولاً۔ ان کے باطل، کذب، آبرو ریزی، انساب میں قدح اور نااہلوں کی مدح کی اتباع صرف حق سے بھٹکے ہوئے، سفہاء، شیاطین اور مشرکین ہی کرتے ہیں۔ جب کہ انبیاء کرام کی تعلیمات، ارشادات اور اوامر و نواھی کی اتباع سلیم الفطرت اور معاشرے و سوسائٹی کے اخیار کرتے ہیں۔

ثانیاً:۔ شعراء قیل و قال کی ہر وادی، وہم و خیال کی ہر گھاٹی اور گمراہی و ضلالت کے ہر راستے میں بھٹکتے پھرتے ہیں وہ کسی راہ معین کی طرف ہدایت نہیں پاتے۔ گمراہی و سفاہت میں حیران و پریشان ہوتے ہیں اور صلف و وقاحت کے میدان میں سرگرداں ہیں ان کا دین عزتوں کی پردہ دری، پاک و صاف نسبوں میں قدح اور مدح و ھجاء میں افراط و تفریط سے کام لینا ہوتا ہے۔

جب کہ ایک نبی کا کلام اپنے تمام اصول و فروع کے ساتھ باہم دگر مربوط و مستحکم ہوتا

Marfat.com

ہےاور وہی بات کرتے ہیں جو انھیں وحی کی جاتی ہے۔ اپنی مرضی، خیالات وخواہشات سے کوئی بات نہیں کرتے۔ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ اور بندے کا ٹوٹا ہوا تعلق دوبارہ استوار کرنا اور انسانیت کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلانا ہوتا ہے۔ اور ان کے دل میں قیامت کا خوف اور اپنے اعمال کے محاسبہ کا احساس پیدا کرنا ہوتا ہے وہ عزتوں کے محافظ بن کر آتے ہیں۔

ثالثاً۔ شعراء گفتار کے غازی تو ہوتے ہیں مگر کردار کے غازی نہیں ہوتے۔ وہ اپنی زبانوں سے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں حالانکہ اوصاف عالیہ سے تہی دامن ہوتے ہیں۔ دوسروں کو صدق وصفا، جودوسخا، کرم، شجاعت اور اوصاف عالیہ پر ابھارتے ہیں۔ کذب، بہتان، ظلم، بخل، اور اوصاف رزیلہ سے لوگوں کو منع کرتے ہیں لیکن خود اجتناب نہیں کرتے۔ بعض اوقات اپنی مدح میں بڑے بڑے کاموں کے دعوے دار ہوتے ہیں لیکن ہوتے جھوٹے ہیں۔

اس کے برعکس نبی جب کسی چیز کا حکم دیتا ہے یا کسی چیز سے منع کرتا ہے تو سب سے پہلے اس پر خود عمل پیرا ہوتا ہے وہ پہلے خود اوصاف عالیہ کو اپناتے ہیں تب جاکر دوسروں کو حکم دیتے ہیں پہلے خود رزائل سے اجتناب کرتے ہیں تب دوسروں کو منع کرتے ہیں۔ یعنی نبی سب سے پہلے کردار کا غازی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو بجائے کسی معجزے کے اپنی ذات اور اپنے کردار کو اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر پیش کیا۔

معلوم ہوا کہ نبی کے کلام اور شاعر کے کلام میں بعد المشرقین ہے اور آپس میں بالکل مختلف ومتضاد۔ اس فرق کو سمجھنے کے لئے کسی دلیل وبرھان کی ضرورت نہیں عام آدمی بھی اس فرق کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

البتہ وہ شعراء جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں مذکورہ اوصاف والے شعراء کے کلام کی مذمت کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لان یمتلی جوف احدکم قیحاً حتی یریه خیر له من ان یمتلی شعرا یعنی تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعر سے پر ہو۔

Marfat.com

شاعری رسول کے شایان شان نہیں:

شاعری حضور ﷺ کی رفعت شان اور علو مرتبت سے مناسبت ہی نہیں رکھتی۔ کیوں کہ شاعری قافیہ و وزن کی رعایت کے لئے معنی کے تغیر کی دعوت دیتی ہے اور اس لئے بھی کیوں کہ شاعری کے اندر جاذبیت اور دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اوصاف میں مبالغہ آرائی بے جا مدح و ذم، اغراق اور مجازفت سے کام لیا جاتا ہے یہ ساری چیزیں کذب بیانی اور اس کی حکایت کو مستلزم ہیں جب کہ شارع کی ذات اس سے منزہ و مبرا ہے۔

علامہ آلوسی بغدادی علامہ حاجب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عقلاً بھی شعر حضور ﷺ کے شایان شان نہیں ہیں۔ کیوں کہ اگر آپ شاعر ہوتے تو لوگوں کی اکثریت آپ پر یہ تہمت لگاتی کہ یہ آپ کا اپنا کلام ہے اور یہ اس قوت شعری ہی کا شاخسانہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا یحق القول علی الکفرین جب شک و شبہ منتفی ہو گیا تو پھر معاندت ہی باقی رہ گئی اور حق ثابت ہو گیا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس پر تعقب کیا گیا ہے کہ اعجاز ہی تو تہمت مرتفع کرنے والا ہے ورنہ آپ ﷺ کلام نثر میں فصاحت و بلاغت کے اس مرتبہ علیا پر فائز ہیں جو کسی بھی طرح قول شعر سے مظن تہمت میں فروتر نہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو یہ قول شعر سے بھی زیادہ عظیم خیال ہوتا ہے۔ اگر آپ ﷺ سے شعر گوئی کی نفی کی علت وہ ہوتی جو بیان کی گئی ہے تو پھر اس سے یہ بھی لازم آ جاتا کہ آپ کو فصیح و بلیغ کلام ہی سے منع کیا جاتا تاکہ شک و شبہ کے دروازہ ہی کو بند کیا جاتا اور جب اعجاز پر اکتفا کرتے ہوئے ایسا نہیں کیا گیا باوجود یہ کہ تہمت اور شک اس کے ساتھ ہے ان میں سے جن کا صدور عاقل سے مناسب نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ریب کی نفی کی حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ شعر کی عدم مناسبت کی علت شیٔ آخر ہے۔ اسی قول کو ابن عطیہ نے اختیار کیا ہے اور اس نے شعر میں علت تخیل اور ملمع سازی کو قرار دیا ہے اور یہی چیز یہاں مناسب ہے۔ (☆ روح المعانی ص ۷۰ ج ۱۲ سورۃ یٰس: ۶۹)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے رسول اللہ ﷺ کو علوم اولین و آخرین کی تعلیم دی۔ لیکن شعر کی تعلیم نہیں دی۔
(☆روح البیان ص ۴۳۰ ج ۷ سورۃ یٰس ۶۹)

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں "وعلمک مالم تکن تعلم" (من خبر الاولین والآخرین وما کان وما ھو کائن فکل ذالک من فضل اللہ علیک یا محمد منذ خلقک) ترجمہ: اے محمد ﷺ آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے، علوم اولین و آخرین میں سے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا یہ سب آپ پر اللہ تعالیٰ کا آپ کی تخلیق سے آپ پر فضل ہے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۳۵۵ سورۃ النساء: ۱۱۳)

علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم اولین و آخرین تعلیم فرمائے گئے جن سے کشف حقائق ہوتا ہے اور آپ کی معلومات واقعی اور نفس الامری ہیں کذب شعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے وہ آپ کی شان کے لائق نہیں اور آپ کا دامن تقدس اس سے پاک ہے اس میں شعر بمعنی کلام موزوں کے جاننے اور اس کی صحیح و سقیم جدی وردی پہچاننے کی نفی نہیں۔ علم نبی میں طعن کرنے والوں کے لئے یہ آیت کسی طرح سند نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علوم کائنات عطا فرمائے اس کے انکار میں اس آیت کو پیش کرنا محض غلط ہے۔ (☆خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص ۵۴۴)

حضور ﷺ کے موزوں و مقفّی کلام کی توجیہ:

حضور ﷺ غزوہ حنین کے موقع پر لشکر اسلام میں اچانک افراتفری پھیلنے پر جب اپنے سفید خچر پر سوار میدان جنگ میں ثابت قدم رہے اور ابو سفیان بن حارث اس کی باگ پکڑے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ چند جانثاروں کے سوا باقی کوئی بھی نہ بچا تو آپ نے فرمایا درا ں حالیکہ آپ دشمن کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔

انا النبی لا کذب.... انا ابن عبدالمطلب

Marfat.com

جب کسی جنگ میں ایک پتھر لگنے پر آپ کی انگلی زخمی ہوئی

اور آپ نے فرمایا **هل انت الا اصبع دميت ... و فی سبيل الله مالقيت**

اور یہ فرمان **ان تغفر اللهم تغفر جما ... وای عبد لک ماالما**

اور یہ فرمان جسے صحیحین میں روایت کیا گیا ہے

اللهم ان العيش عيش الاخرة ... فاكرم الانصار و المهاجرة

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اشعار کہے ہیں۔

علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اشعار ہیں کیوں کہ شعر کی تعریف کرتے ہوئے علماء لغت نے کہا ہے کہ شعر ایسا کلام مقفی و موزوں ہے جو علیٰ سبیل القصد ہو اور یہ کلام آپ ﷺ سے بغیر قصد و ارادہ کے اتفاقیہ طور پر شعر کے وزن پر صادر ہوا ہے نثری کلام میں اس قسم کا کلام بکثرت پایا جاتا ہے لیکن نہ تو ایسے کلام کو شعر کہا جاتا ہے اور نہ ہی متکلم کو شاعر اور آپ ﷺ کا اپنے آپ کو دادا کی طرف منسوب کرنے سے قصد پر دلیل نہیں ہے کیوں کہ دادا کی طرف نسبت کرنا عام ہے اور اس لئے بھی کیوں کہ آپ کی ولادت سے قبل ہی آپ کے والد ماجد کا وصال ہو چکا تھا اور آپ کی تربیت آپ کے دادا ہی نے فرمائی تھی، اور اس وجہ سے بھی کیوں کہ عربوں میں آپ کے دادا صدق، شرف اور عزت کے طور پر معروف و مشہور تھے۔ اس وجہ سے آپ نے اپنے آپ کو دادا کی طرف منسوب کیا اور انھیں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا اور اس لئے بھی کیوں کہ بہت سے لوگ آپ کو ابن مطلب کہہ کر پکارتے تھے۔ (☆ روح المعانی ج ۱۲ ص ۱۷ یس: ۶۹)

علامہ خازن لکھتے ہیں یہ کلام آپ نے بغیر صنعت شعری اور بغیر تکلف کے فرمایا اور یہ کلام آپ سے اتفاقیہ بغیر قصد و ارادہ کے موزوں صادر ہوا جیسا کہ لوگوں کے خطبوں، خطوط، اور محاورات کے دوران انشائیہ کلام میں اتفاقیہ طور پر کلام موزوں آ جاتا ہے جو بحروں کے وزن پر بھی پورا اترتا ہے اور پھر خلیل نے رجز میں مجز مستطور کو شعر ہی قرار نہیں دیا۔

(☆ تفسیر خازن ص ۲۲۵ ج ۵ سورۃ یس: ۶۹)

Marfat.com

علامہ قرطبی لکھتے ہیں "وما علمناہ الشعر" کی تاویل میں ایک قول بین کیا گیا ہے اس کے قائل کا خیال ہے کہ اس پر اہل لغت کا اجماع ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص بھی قول موزوں کہے لیکن اس سے شعر کا قصد نہ کرے تو وہ شعر نہیں ہوگا۔ اگر چہ یہ شعر کے موافق ہو اور یہ قول بین ہے۔ اہل لغت نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے جس چیز کی نفی کی ہے وہ شعر کا علم، اس کی اصناف، اعاریض، قوافی اور اس سے متصف ہونا ہے اور حضور ﷺ اس سے بالاتفاق متصف نہیں ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ قریش نے باہم مشاورت کی کہ ہم محمد ﷺ کے بارے میں عربوں کو کیا کہیں گے جب وہ موسم حج میں آئیں گے تو بعض نے کہا کہ ہم کہیں کہ وہ شاعر ہیں۔ ان میں سے عقلمندوں نے کہا کہ قسم بخدا عرب تمہیں جھٹلائیں گے۔ وہ تو اصناف شعر کی معرفت رکھتے ہیں۔ بخدا اس کا کلام تو شعر سے مناسبت ہی نہیں رکھتا۔ یہ تو شعر ہیں ہی نہیں ابوذر کے بھائی انیس نے کہا کہ میں نے آپ کے قول کو عمدہ شعر پڑھنے والے کے سامنے رکھا تو وہ اس سے متفق نہ ہوا کہ یہ شعر ہے اسے مسلم نے روایت کیا ہے انیس خود بھی بہت بڑے عرب شاعر تھے۔ اسی طرح عقبہ بن ابی ربیعہ نے جب اس کے بارے میں کلام کیا کہ نہ تو یہ شعر ہیں نہ کہاوت اور نہ ہی سحر۔ اسی طرح بڑے بڑے فصحاء عرب اور بلیغ زبان دانوں نے کہا پھر ہر وہ کلام موزوں جو زبانوں پر بغیر قصد و ارادہ کے جاری ہوا سے شعر نہیں کہا جاتا شعر وہی ہوتا ہے جو قصداً کہا جائے اور وزن شعر پر ہو۔ (☆ الجامع لاحکام القرآن سورۃ یٰس: ۶۹ ص ۴۲ ج ۸)

حضور ﷺ کا بطور تمثیل اشعار پڑھنا:

ابن ابی حاتم، ابن کثیر، بھصاص اور بغوی نے قتادہ سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ کسی شعر کو بطور تمثیل پڑھا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کان ابغض الحدیث الیه غیر انه کان یتمثل بیت اخی بنی قیس یجعل اخره اوله و اوله اخره و یقول و یاتیک من لم تزود بالاخبار فقال له ابوبکر رضی الله عنه! ألیس هکذا فقال رسول الله ﷺ انی

Marfat.com

واللہ ما انا بشاعر ولا ینبغی لی (☆تفسیر ابن ابی حاتم سورۃ یٰس:٦٩ تفسیر ابن کثیر ص ۵۹۷ ج ۳ سورۃ یٰس:٦٩ احکام القرآن للجصاص ص ٣٧٦ ج ۳ سورۃ یٰس تفسیر بغوی الشعراء:٢٢٧ ص ٢٢٤ ج ۵)

شعر آپ کو بہت ناپسند تھے مگر آپ اخی بنی قیس کے اس شعر کو بطور تمثیل پڑھا کرتے تھے اور اس کے اول کو آخر اور آخر کو اول میں پڑھتے تھے اور **و یاتیک من لم تزود بالاخبار** تو ابو بکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ شعر اس طرح نہیں ہے تو آپ نے فرمایا قسم بخدا میں نہ شاعر ہوں اور نہ یہ میرے شایان شان ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ شعر کہا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کبھی کبھی عبداللہ بن رواحہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ویاتیک بالاخبار من لم تزود (☆جامع ترمذی کتاب ابواب الاستیذان و الاداب باب ماجاء فی انشا و الشعر مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الادب نمبر ٢٠٦٥)

اسی طرح ایک دن آپ نے عباس بن مرداس سلمی کو فرمایا کیا تو اس شعر کا قائل ہے؟

اتجعل نهبی و نهب العب يد بين عينية و الاقرع

آپ نے بین الاقرع و عینیہ پڑھا اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ شعر اس طرح ہے **بین عینیۃ و الاقرع** تو آپ نے فرمایا **الکل سواء** (☆تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۵۰۰ سورۃ یٰس آیت:٦٩ تفسیر ابن کثیر ص ۵۹۷ ج ۳)

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے تو آپ نے فرمایا جس کا یہ شعر ہے۔

الم تریانی کلما جئت طارقا وجدت بها و ان لم تطیب طیبا

(☆روح المعانی ص ٤٢ ج ١٢ سورۃ ٦٩)

کیا تم دونوں نہیں دیکھتے جب بھی میں رات کے وقت آتا ہوں اس کے پاس خوشبو پاتا ہوں اگرچہ اس نے خوشبو نہ بھی لگائی ہو۔

اور صحیحین میں ہے کہ حضور ﷺ نے خندق کھودتے وقت صحابہ کرام کے قول کی اتباع

Marfat.com

کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن رداحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر پڑھے جب وہ رجزیہ انداز میں ان اشعار کو پڑھ رہے تھے اور خندق کھود رہے تھے۔ وہ اشعار درج ذیل ہیں۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

ان الاولی قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ ابینا

آپ ﷺ "ابینا" پر آواز بلند کرتے اور اسے کھینچتے (☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۹۸ سورۃ یس: ۶۹ صحیح البخاری کتاب البر والصلۃ باب مایجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منہ)

ترجمہ:۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے صدقہ وخیرات دیتے اور نہ ہی نمازیں پڑھتے۔

پس ہم پر سکینت نازل فرما اور اگر ہمارا ان کے ساتھ مقابلہ ہو جائے تو ہمارے قدموں کو ثابت قدم رکھ۔ قریبی رشتہ داروں نے ہم پر بغاوت کر دی جب وہ فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم نے ان کا انکار کر دیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہاں مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں اور معنی یہ ہے کہ یا رسول اللہ آپ کی نصرت وحق میں کوتاہی کی بنا پر ہم سے مواخذہ نہ فرمائیں اور "اللّٰھم" کے قول سے دعا مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ اس سے کلام کا افتتاح مقصود ہے اور شاعر کے اس قول "لولا انت" سے مراد نبی ﷺ ہیں اس کے بعد بار بار "فانزلن سکینۃ علینا ثبت الاقدام ان لاقینا" دہراتے تھے۔ یہ یا تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ معنی ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہم پر سکونت نازل فرمائے اور ہمیں ثابت قدم رکھے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۹ کتاب المغازی باب ۹)

میں کہتا ہوں ان اشعار میں طلب مدد حضور ﷺ سے ہے اور حضور ﷺ سے مدد طلب کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرنا ہے۔ اسی استمداد کو مسلمان جائز اور یہی عام مسلمانوں کا ایمان وعمل ہے کوئی بھی مسلمان موحد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی مستعان حقیقی سمجھ کر طلب مدد نہیں کرتا۔ یہی صحابہ کرام، صلحاء امت اور سلف صالحین وجمیع مسلمین کا عقیدہ ونظریہ ہے۔

Marfat.com

اسی کو وہ جائز سمجھتے ہیں۔ اور اسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ استمداد بغیر اللہ مجازاً جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ معاندین و منکرین کے افتراء سے بچائے۔ آمین۔

حضور ﷺ کا اشعار سننا:

قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے عام شعراء کی مذمت فرمائی وہاں مومنین عاملین شعراء کو مستثنیٰ قرار دیا الا الذین امنوا و عملوا الصالحات و ذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا (سورۃ الشعراء: ۲۲۷)

ترجمہ: مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کیا اور ظلم کے بعد مدد کی۔

اس آیت مقدسہ میں مومنین صالحین شعراء کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان کے اکثر اشعار اللہ تعالیٰ کی توحید، ثنا اور اطاعت، حکمت، موعظت، زہد اور اللہ تعالیٰ کے ان موجود نعمتوں کی ترغیب پر ابھارنے اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے محاسن و محامد، آپ کے معجزات کی نشر و اشاعت پر مشتمل ہوتے ہیں جو دلوں میں آپ کی محبت کے جذبات کو ابھارتے آپ کی اتباع کی رغبت میں اضافہ کرنے آپ کی اور آپ کی آل و اصحاب اور صلحاء امت کے مدائح میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان سے بعض اوقات دشمنان دین کی ہجو کر کے دین اسلام کی نصرت و تائید کی جاتی ہے۔

حضور ﷺ نے خود بھی اشعار کو سنا اور اس کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ امام احمد، امام بخاری نے تاریخ میں ابو یعلیٰ اور ابن مردویہ نے کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ نے شعراء کے بارے میں آیت نازل فرمائی ہے آپ ان کے حق میں کیا رائے رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

ان المومن یجاھد بسیفہ و لسانہ والذی نفسی بیدہ لکان ماترمونھم بہ نضح النبل

ترجمہ: بے شک مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے گویا کہ تم اشعار کے ذریعے ان پر نیزوں کے زخم لگاتے ہو۔ (☆روح المعانی ص ۲۱۰ ج ۱۰ سورۃ شعراء: ۲۲۷ تفسیر ابن کثیر ص ۳۶۷ ج ۳ سورۃ شعراء: ۲۲۷)

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت کے لئے مسجد میں ایک منبر بچھایا ہوا تھا جس پر بیٹھ کر وہ اشعار سنایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے فخر کرتے اور آپ کی جانب سے مدافعت کرتے اور رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے ان اللہ یؤید حسان بروح القدس مانافع او فاخر عن رسول اللہ بے شک اللہ تعالیٰ جبرائیل امین (روح مقدس) کے ذریعے حسان کی تائید کرتا ہے جو وہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے جھگڑا، مدافعت اور فخر کرتے ہیں۔

(☆ مستدرک للحاکم ص ۵۵۵ ج ۳ کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر مناقب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

غزوہ تبوک سے واپسی پر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے آپ کی مدح ونعت گوئی کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرماتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو کبھی نہ گرائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ گویا ہوئے۔

من قبلها طبت في الظلال و في	مستودع حيث يخصف الورق
ثم هبطت البلاد لابشر	انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة تركب السفين و قد	الجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب الى رحم	اذا مضى عالم بدا طبق
حتى احتوى بيتك المهين من	خندق علياء تحتها النطق
وانت لما ولدت اشرقت	الارض وضائت بنورك الافق
فنحن في ذالك الضياء و في	النور وسبل الرشاد نخترق

ترجمہ: اس سے قبل آپ سایوں اور حفاظت میں خوشحال تھے جہاں اوراق سے بدن ڈھانپا گیا۔ پھر آپ شہروں میں اترے تو آپ بشر تھے اور نہ مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) وعلق (جما ہوا خون) بلکہ آپ وہ نطفہ تھے جو کشتیوں اور جہازوں میں سوار تھا اور اس نے گھوڑے کے سم کے اندرونی حصہ کو لگام دی دراں حالیکہ اس کا شہسوار غرق ہونے والا تھا۔ آپ صلبوں سے رحموں کی

Marfat.com

طرف منتقل ہوتے رہے جب کوئی عالم گزرتا تو دوسرا پردہ اور مرتبہ حال کا ظہور ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کے گھر کو محافظ خدا نے خندق علیا جس کے نیچے نطق تھے سے گھیر لیا۔ جب آپ کی پیدائش ہوئی تو ساری زمین چمک اٹھی اور آپ کے نور سے افق روشن ہوئے پس ہم اس روشنی، نور اور ہدایت کے راستوں پر چل رہے ہیں۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر ج ۵ ص ۵۱) (☆ المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۲۷ کتاب معرفۃ الصحابہ باب مناقب عباس بن عبدالمطلب، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷ باب ☆ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص الشعراء : ۲۲۷ دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۵۱ نشر الطیب ص ۸ فصل اول نور محمدی کا بیان، الاستیعاب ج ۱ ص ۲۶۸ باب خریم بن اوس بن حارثہ مختصر سیرۃ ابن محمد بن عبدالوھاب نجدی ص ۱۷ باب عمود نسبہ تلخیص حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ باب مناقب عباس بن عبدالمطلب، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ترجمہ خریم بن اوس، زاد المعاد ج ۳ ص ۴۰۰ فصل فی رجوع النبی من تبوک)

اس حدیث سے میلاد سنانے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے بلکہ میلاد مبارک کا منانا صحابہ کرام کی سنت اور سننا خود حضور ﷺ کی سنت ہے اب جو لوگ میلاد کو شرک و بدعت کہتے ہیں انھیں ذرا غور کرنا چاہئے کہ ان کے فتوؤں کی زد میں کون کون سی شخصیات آتی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں نور بصیرت عطا فرمائے اور ضد، عناد اور ہٹ دھرمی وانا سے بالاتر ہو کر حق و باطل میں تمیز کرنے اور پھر حق کو حق سمجھ کر اسے اپنانے اور باطل کو باطل سمجھ کر اس سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس میں حضور ﷺ کا نور ہونا اور اول الخلق ہونا بھی ثابت ہے۔ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں "اسی طرح حضور ﷺ کی ولادت کی تعظیم کا مسئلہ ہے مسلمان یہ چیز عیسائیوں کی تقلید میں کرتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دن عید مناتے ہیں یا حضور ﷺ کی محبت میں کرتے ہیں۔ اس محبت واجتہاد پر اللہ تعالیٰ انہیں اجر وثواب عطا فرمائے گا یہ بدعت نہیں ہے۔

(اقتضاء الصراط باب بدعۃ عید مولد ص ۲۹۴)

میں کہتا ہوں کہ مسلمان عیسائیوں کی تقلید میں نہیں بلکہ محبت رسول میں میلاد مناتے ہیں

عمرو بن الشرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز وہ حضور ﷺ کے ردیف تھے تو آپ نے انھیں فرمایا کیا آپ کو امیہ بن ابی صلت کا کوئی شعر یاد ہے انھوں نے عرض

Marfat.com

کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا سناؤ آپ مطالبہ کرتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے سو شعر سنایا۔ (صحیح مسلم کتاب الشعر باب اول)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اصدق بیت قالہ الشاعر الا کل شیئی ماخلا اللہ باطل و کاد ابن ابی صلت ان یسلم

ترجمہ: سب سے سچا شعر جو شاعر نے کہا ہے **الا کل شیئی ما خلا اللہ** باطل یعنی خبردار اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے باطل ہے ہے۔ قریب تھا کہ ابن ابی صلت اسلام لے آتا۔

(☆ صحیح المسلم کتاب الشعر باب اول ص ۲۳۹ ج ۲)

حضرت کعب بن زہیر نے حضور ﷺ کی تعریف میں درج ذیل اشعار آپ کو سنائے تھے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم مبتول — متیم اثرھا لم یفد مکبول
وما سعاد غداۃ البین اذ رحلوا — الا اغن غضیض الطرف مکحول
تجلو عوارض ذی ظلم اذا ابتسمت — کانہ منھل بالراح معلول

ترجمہ: ۔ سعاد جدا ہوگئی پس آج میرا دل اڑے جا رہا ہے اور بہت بے چین ہے اس کے نشانات پاگل کیے جا رہے ہیں اور قیدی کو فدیہ دے کر چھڑایا نہیں جاتا۔ سعاد جدائی والی صبح جب وہ سفر پر روانہ ہوئے ایک ایسی گلوکارہ کی مانند تھی جس کے گوشہ ہائے چشم سرگیں سے آنسو خشک ہو گئے ہوں جب وہ مسکراتی تو تاریکیوں والے بادلوں میں بجلیاں گراتی گویا کہ وہ ایسی گھاٹ ہے جو شراب سے معلول ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مدح میں یہ ارشاد سنائے تھے۔

واحسن منک ترقط عینی — واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرا من کل عیب — کانک قد خلقت کما تشاء

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ میں کاھن تھا اور ایک رات میرے ساتھی (جن وغیرہ) نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر لگا کر جگایا اور کہا اے سواد! جو میں کہہ رہا ہوں اسے سنو اور یہ اشعار سنائے۔

عجبت للجن ونجاسها ورحلها العيس باحلاسها

فارحل الی صفوة من هاشم واسم بعينيک الی راسها

تهوی الی مكة تبغی الهدی مامؤ منو ها مثل ارجاسها

(الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ باب سواد بن قارب، اسد الغابہ ترجمہ سواد بن قارب ج ۲ ص ۵۶۲ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب ج ۱ ص ۴۰۶)

علامہ ابن عبدالبر اندلسی نے اس نعت کو مکمل نقل کیا ہے اس کے بقیہ اشعار درج ذیل ہیں۔

اتانی نجیبی بعد هدء ورقدة ولم يكن فيما قد بلوت بكاذب

ثلاث ليال قول كل ليلة اتاک نجی من لوی بن غالب

فرفعت اذبال الازار وشمرت بی الفرس الوجناء حول السبائب

فاشهد ان الله لارب غيره وانک مامون علی كل غائب

وانک ادنی المرسلين وسيلة الی الله يا ابن الاكرمين الاطائب

فمرنا بما ياتيک من وحی ربنا وان كان فيما جئت شيب الذوائب

وكن لی شفيعا يوم لاذو شفاعة بمغن فتيلا عن سواد بن قارب

ترجمہ: جنوں کی نجاستوں کے باوجود اپنے شہسواروں کے ساتھ سوار ہو کر ہدایت کی طلب میں مکہ کی طرف قصد کرنے پر میں بڑا متعجب ہوا جس کے مومن انکی نجاستوں کی طرح نہیں ہیں۔ تو بھی بنی ہاشم کے برگزیدہ و مختار شخص کیطرف کوچ کر اور اس کے سردار کی زیارت کر کے اپنے چہرے کو اور خوبرو بنا۔

میرے پاس میرا ساتھی کچھ آرام کرنے کے بعد رات کو تاخیر سے آیا۔ اور جس چیز سے میں آزمایا گیا وہ جھوٹ نہ تھا۔ تین راتیں مسلسل وہ میرے پاس آ کر مجھے کہتا رہا کہ تیرے پاس لوئی

Marfat.com

بن غالب قبیلہ سے ایک ایک نجات دہندہ تشریف لایا ہے پس میں نے اپنے ازار کو سمیٹا اور میں ابھری ہوئی گالوں والا مضبوط گھوڑے پر سوار گھنے درختوں کے جھنڈ کے گرد سے گزر گیا۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور تو ہر غائب پر بھی مامون ہے۔ اور تو از روئے وسیلہ کے تمام انبیاء سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے اے طیب و طاہر کریم والدین کے فرزند پس آپ کی طرف جو وحی ہمارے رب کی جانب سے کی جاتی ہے اس کا ہمیں حکم دیں اگر چہ اسکی بجا آوری میں بڑھاپہ ہی کیوں نہ آتا ہو۔ اور قیامت کے روز جس دن کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا میرے لئے آپ شفیع بن جائیے اور سواد بن قارب جیسے کمزور شخص کو غنی کر دیجئے۔

میں کہتا ہوں اس نعت میں حضرت سواد بن قارب نے حضور ﷺ کو مخاطب کر کے آپ سے طلب شفاعت اور طلب وسیلہ کیا ہے جسکی حضور ﷺ نے تصدیق و تثویب فرمائی ہے۔ اگر طلب شفاعت اور طلب وسیلہ ناجائز ہوتا تو حضور ﷺ اس سے منع فرمائے آپ کا منع نہ فرمانا اور صحابہ کا طلب وسیلہ کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ جائز اور اسلامی تعلیمات کے عین موافق ہے۔

کبار صحابہ کرام کے اشعار:

خلفائے راشدین، حسنین کریمین، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اشعار کہے ہیں بلکہ روایت کیا گیا ہے کہ عبدالمطلب کی اولاد میں مرد و زن میں سے کوئی بھی شخص سوائے حضور ﷺ کے ایسا نہیں پیدا ہوا جس نے اشعار نہ کہے ہوں۔ اسی طرح اجلا تابعین اور فقہاء و محدثین نے بھی اشعار کہے ہیں۔ بطور تمثیل چند ایک کے اشعار کو درج کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درج ذیل اشعار کہے۔

فقدنا الوحی اذ ولیت عنا ۔۔۔ و ودعنا من اللہ الکلام

سوای ما قد ترکت لنا رعینا ۔۔۔ توارثہ القراطیس الکرام

فقد اورثتنا میراث صدق ۔۔۔ علیک بہ التحیۃ والسلام

Marfat.com

ترجمہ:۔ جب سے آپ نے ہم سے منہ موڑ لیا ہم نے وحی کو مفقود کیا اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو الوداع کہا۔ سوائے اس کے جو آپ نے ہمارے لئے بطور ودیعت چھوڑا ہے قراطیس کرام اس کی وارث ہیں آپ نے ہمیں صدق وسچائی کی وراثت کا وارث بنایا آپ پر تحیت اور سلام ہو۔

(☆ الجامع لاحکام القرآن ج ۱ص ۱۱۱۱ الشعراء: ۲۲۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں:

یوعدنی کعب ثلاثا بعدھا ولا شک ان القول ما قالہ کعب

وما بی خوف الموت اننی لمیت ولکن خوف الذنب یتبعہ الذنب

کعب نے میرے ساتھ اس کے بعد تین چیزوں کا وعدہ کیا اس میں کوئی شک نہیں بات وہی ہے جو کعب نے کہی ہے اور مجھے موت کا کوئی خوف نہیں کیوں کہ مجھے مرنا ہی ہے لیکن خوف اس گناہ کا ہے جس کے بعد دوسرا گناہ سرزد ہوتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں:

غنی النفس یغنی النفس حتی یکفھا وان عضھا حتی یضربھا الفقر

نفس کا غنیٰ نفس کو غنی کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے روک لیتا ہے اگر چہ فقر اسے ضرر کی حد تک کاٹ ہی کیوں نہ لے۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بہت ہی عمدہ شعر کہنے والے تھے۔ یہاں تک کہ خلفائے کرام میں سے سب سے زیادہ شاعر آپ کو کہا گیا ہے اور آپ کی طرف پورا ایک مجموعہ اشعار منسوب ہے۔ اسی طرح حسنین کریمین نے بھی اشعار کہے ہیں ہم صرف حضرت فاطمۃ الزہری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو شعروں کے بیان پر اکتفا کریں گے جو انھوں نے حضور ﷺ کے وصال کے موقع پر ارشاد فرمائے تھے۔

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لایشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لوانھا صبت علی الایام صرن لیا لیا

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار:

رضینا قسمة الجبار فینا　　لنا علم وللجهال مال

المال یفنی عن قریب　　والعلم یبقی لایزال

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ کی ہمارے درمیان تقسیم پر راضی ہیں ہمارے لئے علم ہے اور جاہلوں کے لئے مال۔ مال عنقریب فنا ہونے والا ہے جب کہ علم باقی ہے اور اسے زوال نہیں۔

اسی طرح اجلہ علماء کرام و مجتہدین عظام نے بھی اشعار کہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط میں لکھا کہ آپ لوگوں کو اشعار کی تعلیم کا حکم دیں کیوں کہ یہ بلند اخلاق، درست رائے اور معرفت انساب پر رہنمائی کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ الشعر میزان العقول شعر میزان عقول (عقل کے ترازو) ہیں۔ ابن عباس فرمایا کرتے تھے جب تم قرآن حکیم پڑھو اور تم نہ سمجھ سکو تو اسے اشعار عرب میں تلاش کرو کیوں کہ شعر دیوان ہوتے ہیں۔

ابن ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا ان من الشعر حکمة شعر میں حکمت ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الدر والصلۃ باب الجوز من الشعر والرجز والحدلہ وما یکرہ منہ ابن ماجہ کتاب الادب باب الشعر)

اشعار کا حکم:

علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں شعر کلام عرب میں مستحب، مباح اور محذور تین اقسام پر مشتمل ہے۔

مستحب: جو دنیا سے روکے آخرت کی ترغیب دلائے اور مکارم اخلاق پر ابھارے۔

مباح: وہ اشعار جو فحش گوئی اور کذب بیانی سے محفوظ ہو۔

محذور: اس کی دو اقسام ہیں، کذب اور فحش یہ دونوں قائل میں باعث جرح ہیں اگر اس

Marfat.com

کے کہنے والا مضطر ہو تو وہ باعث جرح نہیں اگر اختیاراً حکایت کرنے والا ہو تو باعث جرح ہوگا علامہ رویانی نے مسلمان کی ہجو خواہ سچی ہو یا جھوٹی محذور میں شمار کی ہے اور ایک جماعت نے ان کی موافقت کی ہے مگر یہ کہ سچے کا گناہ جھوٹے کے گناہ سے کم تر ہوگا اور حاکی (حکایۃً شعر پڑھنے والا) کا گناہ شعر کہنے والے سے کم تر ہے۔

کثیر علماء نے کافر کی ہجو کے جواز کو مطلق چھوڑا ہے ان کی دلیل حضورﷺ کا حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو مشرکین کی ہجو کرنے کا حکم دینا ہے اور بعض علماء نے کہا ان کفار کا محل علی العموم ہے اور اسی طرح معین حربی چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ۔ جب اس کے کسی قریبی معصوم کو اس سے تکلیف پہنچتی ہو۔ ذمی، یا معاہد یا وہ حربی جس کا کوئی قریبی ذمی یا مسلمان ہو جس کو اس ہجو سے تکلیف پہنچی ہو تو اس کی ہجو جائز نہیں۔ جیسا کہ علامہ اذرعی اور ابن عماد وغیرہما نے کہا ہے انھوں نے کہا کہ اگرچہ حضرت حسان کی ہجو معین فرد کی ہوتی تھی لیکن وہ حربی تھا اور علی سبیل التنزل آپ رسول اللہﷺ کا دفاع کر رہے تھے یہ تو باعث اجر ہے چہ جائیکہ مباح ہو امام غزالی نے مبتدعین کو حربیوں کے ساتھ ملحق کرتے ہوئے ان کی ہجو کو جائز قرار دیا ہے لیکن مقصد شرعیہ کی بنا پر ابن عماد نے مرتد کی ہجو کو جائز قرار دیا ہے لیکن نہ کہ تارک صلوۃ اور زانی محصن۔ انھوں نے جو مرتد کے بارے میں کہا وہ واضح ہے کیوں کہ وہ حربی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بدتر اور اخیرین میں اس کا محل متجاہر نہ ہونا ہے متجاہر بفسق کی ہجو متجاہر پر جائز ہے کیوں کہ اس کی غیبت بھی جائز ہے۔

احیاء العلوم میں رخساروں اور لٹوں کی توصیف میں تشبیب اور تمام اوصاف نساء کی حرمت کا قول کیا گیا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نظم کرنا اور نہ ہی آواز کے ساتھ یا بغیر آواز سے پڑھنا حرام ہے مستمع کا اسے کسی متعین عورت پر چسپاں کرنا اگر اپنی بیوی پر ہو تو جائز اور غیر پر تو گناہ ہے اور اس قسم کے اشعار کو سننے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ بعض فضلاء نے کہا ہے کہ جس کا انشاء حرام ہے اس کو روایت کرنا حرام نہیں ہے۔ کیوں کہ مغازی میں ان کفار کے قصائد شامل ہیں جنہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجو کی ہے اور کسی نے ان کا انکار نہیں کیا۔ روایت کیا گیا ہے کہ

Marfat.com

حضورﷺ نے یوم بدر واحد وغیر ہا میں شعرا کے مکالمہ اشعار کی اجازت مرحمت فرمائی تھی سوائے ابن ابی صلت کے قصیدہ جاثیہ کے۔

اذرعی نے کہا اس میں کوئی شک نہیں جب اس میں فحش گوئی نہ ہو اور نہ کسی زندہ یا مردہ مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہو۔ اور اس کی حاجت بھی نہ ہو۔ علماء نے جریر اور فرزدق کی ہجو گوئی کی مذمت کی ہے لیکن جو اعراب اور زبان دان موجود ہوتے ان کی مذمت نہیں کی۔ اور ائمہ کرام کے کلام کو اس کے غیر پر محمول کرنا چاہئے جو اہل لعب و بطالت کی عادت ہے اور عصر حاضر کے شعراء کی شاعری کو حرام شعر گوئی پر محمول کرنا چاہئے کیوں کہ ان کے اشعار میں صرف ایذا رسانی اور زندوں میں لڑائیاں ہوتی ہیں یا زندوں کو ان کے اموات کے بارے میں عار دلانا ہوتا ہے یا مردوں کی برائیاں گننا مقصود ہوتا ہے اس کی لغت وغیرہ کو بھی ضرورت نہیں ہے یہ صرف عزتوں کے ساتھ کھیلنے کا ایک سبب اور ذریعہ ہے۔ (☆روح المعانی ج ١٠ص ٢٢٥/٢٢٦الشعراء:٢٢٧)

انھیں اشعار محذورہ کے بارے میں حضورﷺ نے ارشاد فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا **لئن یمتلی جوف احدکم قیحا حتی یریہ خیر له من ان یمتلی شعرا** (☆صحیح مسلم کتاب الادب باب فی انشاء الشعر و بیان اشعر کامۃ وذم الشعر ابن ماجہ تاب الادب باب ماکرہ من الشعر صحیح البخاری کتاب البر والصلہ باب ماکیرہ ان یکون الغالب علی الانسان الشعر)

اگر تم میں سے کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہاں تک کہ وہ اسے دیکھے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ اسے شعر سے بھرے۔ (☆صحیح مسلم کتاب الادب باب فی انشاء الشعر و بیان اشعر کامۃ وذم الشعر ابن ماجہ باب الادب باب ماکرہ من الشعر صحیح البخاری کتاب البر والصلہ باب ماکیرہ ان یکون الغالب علی الانسان الشعر)

قرآن مجید کتاب رشد و ہدایت:

یہ کتاب مبین مبالغہ آرائی، خیال آفرینی، بے جا مدح وذم اور شاعرانہ تخیلات وجھوٹ کا پلندہ نہیں ہے بلکہ یہ تو سراپا رشد و ہدایت کا صحیفہ ہے لوگوں کی اصلاح و رہنمائی کا کوئی لمحہ بھی اس

Marfat.com

میں فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ مبالغہ آرائی ہے اور نہ ہی حق سے ذرہ برابر متجاوز۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بنی نوع انسان کو ان کی طبیعت اور فطرت میں ودیعت شدہ حقائق کی یاددھانی کراتی ہے اور ان تاریخی حقائق کو بھی یاد دلاتی ہے جو تخلیق آدم سے لے کر بعثت محمد ﷺ تک پھیلے ہوئے ہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ ان حقائق کو بھی یاددلاتی ہے جو دنیا و آخرت میں لازماً پیش آ کر رہیں گے۔

یہ ایسی کتاب مبین ہے جو منزل من اللہ ہے متعبدات (عبادت گاہوں) میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے اس کی تلاوت سے اجر وثواب ملتا ہے حدود واحکام، حلال وحرام، اوامر ونواھی اور ماضی و مستقبل کے غیوب کی خبروں پر مشتمل ہے جن پر آگاہی شعراء بلکہ بنی نوع انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور زندگی کے ہر ہر پہلو کے لئے ٹھوس اور مدلل، محکم اور واضح رہنمائی موجود ہے کہ کسی عقل مند اور انصاف پسند کے لئے کسی قسم کے شبہے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ کہاں ایسی مبرہن، مدلل، واضح حکم وموعظت پر مشتمل کتاب مبین اور کہاں شعروشاعری۔

نزول قرآن کا مقصد:

اس قرآن کے نازل کئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو بروقت آگاہ کیا جائے جن کے اندر حیات عقلی وروحانی کی رمق ابھی باقی ہے اور ان کے ضمیر ابھی مردہ نہیں ہو چکے جن میں حق پذیری کی صلاحیت باقی ہے۔ رہے وہ لوگ جن کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں حق وباطل کی تمیز کرنے اور حق کو اختیار کرنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے عقلیں ماؤف ہو چکی ہیں انھیں قرآن کچھ فائدہ نہیں دیتا وہ مردہ ہیں کیوں کہ وہ اس سے عبرت پکڑتے نہیں اور نہ ہی اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ البتہ ان پر حجت تمام ہوگی اور کل قیامت کے روز کوئی عذر نہ پیش کرسکیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ ورنہ ہم راہ راست کو اختیار کرتے اور کفروشرک کی وادی میں نہ بھٹکتے۔ ان پر عذاب الیم اور جہنم میں دخول کے لئے حجت تمام ہوگی اللہ تعالیٰ نے شیطان لعین کو فرمایا تھا لاملئن جھنم منک ومن اتبعک منھم اجمعین میں تجھے اور تیرے تمام پیروکاروں سے جہنم کو ضرور بضرور بھردوں گا۔

Marfat.com

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں کافروں کوزندوں کے مقابلہ میں رکھااس بات کا شعور دلانے کے لئے کہ وہ اپنے کفر، سقوط حجت اور عدم تأمل کی بنا پر فی الحقیقت مردہ ہیں۔ **وجعلهم في مقابلة من كان حيا اشعارا بأنهم لكفرهم و سقوط حجتهم و عدم تأملهم اموات في الحقيقة** (☆صفوۃ التفاسیر ج ۳ ص ۲۰ سورۃ یٰس ۷۰ بحوالہ تفسیر بیضاوی ص ۱۳۶ ج ۲)

آیت مقدسہ میں کفر کو موت اور ایمان کی استعداد قلبی کو حیات قرار دیا گیا۔ قرآن نے اپنے اسلوب خاص میں بتا دیا کہ اس کے مخاطب دو قسم کے لوگ ہیں ایک گروہ وہ ہے جو اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتا ہے اسے اللہ کا کلام سمجھ کر اس پر ایمان لاتا ہے اور جوارح کے ساتھ اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے لہٰذا وہ گروہ زندہ ہے دوسرا گروہ جو اس کی باتوں کو نہیں مانتا اسے جھٹلاتا ہے غور وفکر اور عقل خداداد سے کام نہیں لیتا وہ مردہ ہے لہٰذا اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہو کر رہے گا۔

توحید باری تعالیٰ پر مشاہداتی دلائل:

توحید باری تعالیٰ کے بیان اور قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے ثبوت کے بعد مشاہداتی حقائق کو توحید باری تعالیٰ پر بطور دلیل پیش کیا جا رہا ہے ایسے دلائل جو ہمہ وقت ان کے سامنے ہیں غائب و پوشیدہ نہیں۔ اور نہ ہی دقیق کہ فکر وتدبر کے بغیر سمجھ میں نہ آنے والے ہوں۔ یعنی یہ چارپائے جن کی تخلیق میں انسان کے لئے منفعت ہے ان کی تخلیق دست قدرت سے ہوئی ہے کسی انسان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے پھر تخلیق کے بعد انہیں انسانی ملکیت میں دے دیا کہ جس طرح چاہیں ان سے نفع حاصل کریں ان کے گوشت کو کھائیں دودھ پئیں ان کی اون سے لباس تیار کریں کھالوں سے لباس اور جوتے تیار کریں اور انہیں بیچ کر اپنی ضروریات کو پورا کریں۔ ان پر سواری کریں اور دیگر نقل وحمل اور کاشتکاری کے کاموں میں ان سے خدمات حاصل کریں، یہ مالکانہ تصرفات صرف اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اور اسی کی قدرت وتدبر نے انہیں انسان کا مطیع وفرمانبردار بنایا ہے ورنہ انسان تو بذات خود ایک مکھی کو بھی مطیع کرنے پر قادر نہیں ہے بلکہ وہ تو اسے اپنے آپ سے دور کرنے پر بھی قادر نہیں ہے۔

Marfat.com

یہ مشاہداتی دلائل عقلمندوں اور اصحاب بصیرت کو غور وفکر اور تفکر وتدبر پر ابھارتے ہیں کہ وہ ذات جس نے ان قوی ہیکل جانوروں کو جو طاقت وقدرت میں انسان سے کئی گنا زیادہ ہیں انسان کے لئے مسخر کر دیئے ہیں اور ایک بچہ بھی قوی ہیکل گھوڑے کے منہ میں گام دے کر اس پر سوار ہو جاتا ہے اور جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے اسی طرح اونٹ کو نکیل ڈال کر اس سے بار برداری یا سواری کا کام لے لیتا ہے لہٰذا وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت اور بندگی کی جائے۔ اسی کے سامنے جبین نیاز کو جھکایا جائے اگر وہ منعم حقیقی ان جانوروں کو انسان کے لئے مسخر نہ کرتا۔ انھیں انسان کی خدمت کے لئے مامور نہ کرتا اور ان کے اندر انسان کے لئے ودیعت شدہ منافع نہ رکھتا تو انسان نہ ان جانوروں کو قابو میں لاسکتا اور نہ ہی ان سے خدمت لے سکتا وہ ان پر سفر کر سکتا نہ ہی بار برداری کا کام۔

جب انسان ان سے ہر طرح کے فوائد حاصل کر رہا ہے تو ان نعمتوں کا اب حق یہ ہے کہ وہ منعم حقیقی اور محسن حقیقی کی نعمتوں پر سپاس شکر بجالائے اور ہر ہر لمحہ اسی کی حمد وثناء، عبادت و ریاضت اور اس کی فرمانبرداری واطاعت میں بسر کرے۔ اور اس کے اوامر کو بجالائے نواہی سے اجتناب کرے اور اس کے دشمنوں شیطان اور نفس امارہ کی مخالفت کو اپنائے تاکہ اس کا لمحہ لمحہ عبادت و شکر الٰہی میں بسر ہو۔

ملکیت میں اصل اللہ کی دین ہے:

اس آیت میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ دولت وسرمایہ کی ملکیت میں اصل اللہ تعالیٰ کی دین ہے نہ کہ محنت یا ملکیت جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں اور کمیونزم اور اشتراکیت میں ملکیت کی اصل کو سرمایہ اور محنت قرار دیا جاتا ہے۔ اور عقل کا بھی تقاضا ہے کہ ملکیت میں اصل خالق کی ذات ہو۔ کیوں کہ جو ذات کسی شے کو عدم سے وجود بخشے وہی اس کی مالک ہوا کرتی ہے جب تمام اشیاء عالم کا خالق اللہ تبارک وتعالیٰ ہے تو تمام اشیاء پر اسی کی ملکیت بھی ہونی چاہئے اور پھر چونکہ بندوں کو اشیاء پر ملکیت اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے کی وجہ سے ہے لہٰذا اثبات و

Marfat.com

انتقال ملکیت کا قانون بھی اسی کی جانب سے عطا کیا جانا چاہئے لہذا ملکیت کا قانون بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور انبیاء کے ذریعے بنی نوع انسان کی طرف نازل فرمایا اس قانون کے خلاف کوئی بھی شخص کسی چیز کا نہ تو مالک بن سکتا ہے اور نہ ہی اس قانون کے خلاف استعمال کرنا جائز ہے۔ جو بھی تصرف اس قانون کے خلاف ہوگا وہ ناجائز تصور کیا جائے گا۔

کفران نعمت اور کفر و شرک:

بنی نوع انسان پر لازم تھا کہ وہ خالق و مالک کے احسانات و انعامات کا شکر بجالاتا اور صرف اسی کی عبادت و بندگی کرتا اسی کے احکامات پر عمل پیرا ہوتا اور منہیات سے پرہیز کر کے اس کی رضا حاصل کرتا لیکن انسان اپنی کم عقلی، سوء فہم اور غفلت ولا پرواہی کی بنا پر کفر و شرک کی وادی میں جا پڑا۔ اس کے مدمقابل بتوں، مورتیوں، سورج، چاند، ستاروں، دریاؤں، پہاڑوں، مظاہر کائنات، شخصیات بلکہ نظریات کا پجاری بن گیا۔ اور عصر حاضر میں بھی بعض لوگ وطن، زبان، رنگ و نسل اور علاقہ پرستی اور شرک کی بے شمار اقسام جو علاقوں کی دوری اور مکان و زمان کے اختلاف کے ساتھ مختلف ہیں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ہندو تو اس وقت بھی بت پرستی، گاؤ ماتا، اور آبی و سمندری جانوروں کی پوجا کرتے ہیں حالانکہ یہ تمام اشیاء بذات خود اللہ جل مجدہ کی بندگی بجالا رہے ہیں۔

ان جاہلوں اور مشرکین کا مقصد شرک یہ ہے کہ یہ بت، اور مظاہر کائنات جنہیں وہ اپنا معبود تصور کرتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے نجات دلائیں گے ان کی شفاعت کر کے ان کی بخشش کا ذریعہ بنیں گے۔ حالانکہ یہ بے جان مورتیاں اور ہاتھوں سے تراشیدہ بت تو بذات خود محتاج ہیں وہ ان کی کیا مدد کریں گے وہ تو بذات خود اپنے آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی ضرر کو دور کر سکتے ہیں بلکہ وہ تو اپنے وجود کے لئے انسان کے محتاج ہیں لیکن یہ جاہل بت پرست، مشرکین ان کی مدد و نصرت اور ان کی حفاظت اور ان کی خدائی کا ڈھنڈورا پیٹنے اور ان کے مخالفین پیغمبروں و رسولوں اور مبلغین کے خلاف جمع شدہ لشکر کی طرح ہیں کہ کسی نے ان بتوں کی

Marfat.com

مخالفت کی اور توحید خالص کا پیغام سنایا تو اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے یہی وجہ ہے کہ جب موحد اعظم خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے بتوں کے ساتھ معاملہ کر کے ان کی خدائی کے غرور کو خاک میں ملا دیا ناک وکان کاٹ دیئے تو مشرکوں نے اپنے معبودوں کی نصرت و تائید کا اعلان کر دیا حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین

اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی نصرت و تائید کرو اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو۔

آیت کا یہ مفہوم بھی کیا گیا ہے کہ آخرت میں بروز قیامت ہر بت کے پجاری یکجا کر دیئے جائیں گے اور انھیں ایک ایک کے ساتھ واصل جہنم کیا جائے گا اسی معنی کی تائید بخاری و مسلم اور ترمذی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یجمع اللہ الناس یوم القیامة فی صعید واحد ثم یطلع علیھم رب العلمین فیقول الا لیتبع کل انسان ما کان یعبد فیمثل لصاحب الصلیب صلیبه ولصاحب التصاویر تصاویره ولصاحب النار ناره فیتبعون ما کانوا یعبدون و یبقی المسلمون الخ ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا پھر اللہ رب العلمین جھانکے گا اور فرمائے گا ہر انسان اپنے اپنے معبود کی اتباع کرے۔ صاحب صلیب کے لئے صلیب کی مثل اور بت پرستوں کے لئے بت کی مثل اور آتش پرست کے لئے اس کی آگ کی مثل بنا دی جائے گی۔ پس وہ اپنے اپنے معبودوں کی اتباع کریں گے اور مسلمان باقی بچیں گے۔ (☆ جامع ترمذی کتاب فی صفة الجنة باب ماجاء فی خلود اھل الجنة واھل النار)

علامہ ابن کثیر نے پہلے ہی قول کو پسند کیا ہے اور اسے ہی ترجیح دی ہے کہ وہ دنیا میں اپنے معبودوں کی نصرت و تائید کرتے ہیں جب کہ ان کے بت اور معبود انھیں نہ تو دنیا میں کوئی فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ ہی ضرر کو دور کر سکتے ہیں وہ لکھتے ہیں وقال قتادة لایستطیعون نصرھم سے مراد ان کے الہٰہ ہیں وھم لھم جند محضرون سے مراد مشرکین ہیں یعنی مشرکین دنیا میں اپنے الہوں کے بارے میں غضب ناک ہوتے ہیں حالانکہ وہ نہ تو انھیں کوئی نفع

Marfat.com

پہنچاتے ہیں اور نہ ہی شر کو دور کرتے ہیں اور یہ بت ہیں یہی حسن بصری نے کہا ہے یہ قول حسن ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (☆☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۹۹)

روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انصار کے صالح نوجوان ایمان لائے تھے مگر ان کے باپ اس وقت تک اپنی بت پرستی پر بضد تھے اور ہر روز اپنے بت کے سامنے سجدہ کرتے رہتے اس سے دعائیں مانگتے، حضرت معاذ اور ان کے ہم نام ایک دوسرے انصاری نوجواں اس بات پر متفق ہوگئے کہ ان بوڑھوں کو سبق سکھایا جائے اور انھیں نصیحت کی جائے کہ وہ حماقت سے اس جہالت پر مصر ہیں جب ان کے سمجھانے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور ان کی نصیحت کو سنی ان سنی کر دیا اور اسی شرک پر اڑے رہے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے رات کے وقت خفیہ طور پر اس بت کو گرا دیا اور جس چوکی پر اسے رکھا ہوا تھا وہ اس کے اوپر رکھ دی جب صبح ہوئی تو وہ بوڑھا اسے پوجنے گیا تو تماشہ عجیب دیکھ کر شور وغل مچایا اور یہ اعلان کر دیا کہ اگر مجھے وہ شخص مل گیا جس نے میرے معبود کی ہتک عزت کی ہے اس کو قتل کر دوں گا اور ایک پوری جماعت جمع ہوگئی۔

بت کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا اور پھر اس کی پرستش میں مشغول ہو گیا حضرت معاذ اور ان کے ساتھی نے کچھ دنوں بعد دوبارہ اس بت کو گرا دیا اور نجاست کو اس کی گود میں لا رکھ کر اوندھا گرا دیا۔ صبح جب بوڑھوں نے یہ منظر دیکھا تو زیادہ شور وغل مچایا اور با آخر اسے نہلا دھلا کر صاف ستھرا کر کے دوبارہ اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا گیا اور اس کے حضور شکایت کی کہ کیوں ایسے گستاخ و بے ادب کو معاف کر رہا ہے اور تلوار اس کے ہاتھ میں تھما کر اس سے عرض کی کہ اب جو کوئی بے ادبی و گستاخی کی جرات کرے اس کا سر اسی تلوار سے کاٹ کے رکھ دے۔ پھر اس کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔

حضرت معاذ اور ان کے ساتھی نے ایک رات مردہ کتا گھسیٹ کر لایا اور بت کو بھی اپنی جگہ سے گھسیٹ کر باہر لایا دونوں کی ٹانگوں کو باندھا اور تلوار سے اس کی ناک کاٹ کر دونوں کو کنویں کے اندر لٹکا دیا۔ صبح جب پجاریوں نے بت کو نہ پایا مگر جب کنویں سے رسی کو کھینچا تو معلوم ہوا کہ وہ بیچارا تو کنویں میں اوندھے منہ گرا ہوا ہے جب نکالا گیا تو ساتھ ہی مردہ کتا بھی نکل آیا۔ یہ

Marfat.com

حال دیکھ کر کہنے لگے ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اب تم میں کوئی طاقت باقی نہیں رہ گئی یہ کہہ کر اسے پھینک دیا چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موقع پا کر انھیں نصیحت کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ (☆مواہب الرحمٰن ج ۵ ص سورۃ یٰس: ۷۵)

الغرض اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار نعمتیں و احسانات فرمائے ہیں۔ بزم کائنات کو انسان کے لئے سجایا زمین و آسمان کی ہر چیز انسان کے لئے مسخر کر دی اور اس کی خدمت پر لگا دی اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اس منعم حقیقی ہی کی عبادت کی جائے اس کو وحدہ لاشریک مانا جائے اسی کے احکامات پر عمل پیرا ہوا جائے اور ذات وصفات و افعال میں اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور ہر ہر لمحہ اسی کی عبادت و بندگی اور اطاعت میں صرف کیا جائے۔

حدیث شریف میں آتا ہے ابو درالداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا **قال اللہ عزوجل انی والجن والانس فی نبا عظیم اخلق و یعبد غیری و ارزق و یشکر غیری**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا اور جن وانس کا عظیم معاملہ ہے میں پیدا کرتا ہوں اور وہ عبادت غیر کی کرتے ہیں رزق میں دیتا ہوں اور وہ شکر میرے غیر کا کرتے ہیں۔

(☆تفسیر مظہری ج ۸ ص ۹۸ سورۃ یٰس: ۷۴)

علامہ سید قطب شہید کے بقول:

بت پرستی بہر حال بت پرستی ہے خواہ کسی بھی روپ میں جلوہ گر ہو جائے جب بھی توحید خالص کا عقیدہ کمزور ہو گا تو بت پرستی جلوہ گر ہو گی۔ شرک و جاہلیت انسانیت کی، شرافت کی، اخلاق کی اور ہر انسانی قدر و قیمت کی نفی ہے انسانیت توحید کے سوا نہیں سکتی اور توحید کا معنی ہے الوہیت کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کر دینا صرف اسی کی عبادت کرنا، اپنی توجہ اور اعتماد کے لئے اسی کو خالص ٹھہرانا، تعظیم و اطاعت کو اسی کا حق جاننا اور بس۔

(☆فی ظلال القرآن ج ۶ ص ۲۲۴ سورۃ یٰس: ۷۵)

Marfat.com

بقول حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

من دونہ کا مصداق کون ہے؟:

اکثر مفسرین نے "من دون الله" سے مراد بت اور شیاطین مراد لئے ہیں۔ لیکن سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس کا مصداق انبیاء کرام، شہداء کرام، اولیاء کرام اور صالحین لیا ہے۔ وہ **والذین یدعون من دون الله** کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور وہ دوسری ہستیاں جنہیں اللہ کو چھوڑ کر لوگ پکارتے ہیں۔ (☆ تفہیم القرآن ج ۲ سورۃ النحل آیت ۲۰ ص ۵۳۲)

اور اموات غیر احیاء و مایشعرون ایان یبعثون (النحل:۲۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں خاص طور پر جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی جا رہی ہے وہ فرشتوں یا جن یا شیاطین یا لکڑی اور پتھر کی مورتیاں نہیں ہیں بلکہ اصحاب قبور ہیں۔ اس لئے کہ فرشتے اور شیاطین تو زندہ ہیں ان پر اموات غیر احیاء کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اور لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کے معاملہ میں بعث بعد الموت کا سوال نہیں ہے اسی لئے **وما یشعرون** کے الفاظ انہیں خارج از بحث کر دیتے ہیں۔ اب لامحالہ اس آیت میں **والذین یدعون من دون الله** سے وہ انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں جن کو غالی معتقدین داتا، مشکل کشا، فریادرس، غریب نواز گنج بخش اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجات روائی کے لئے پکارنا شروع کر دیتے ہیں اس کے جواب میں اگر کوئی یہ کہے کہ عرب میں اس نوعیت کے معبود نہیں پائے جاتے تھے تو ہم عرض کریں گے کہ یہ جاہلیت عرب کی تاریخ سے ناواقفیت کا ثبوت ہے کون لکھا پڑھا نہیں جانتا ہے کہ عرب کے متعدد قبائل ربیعہ، کلب، تغلب، کنانہ، حرث، کعب، کندہ وغیرہ میں کثرت سے عیسائی اور یہودی پائے جاتے تھے۔ اور یہ دونوں مذاہب پوری طرح اولیاء اور شہداء کی پرستش سے آلودہ تھے۔ پھر مشرکین عرب کے اکثر نہیں تو بہت سے معبود گزرے

Marfat.com

ہوئے انسان ہی تھے جنہیں بعد کی نسلوں نے معبود ابنا لیا تھا۔ بخاری میں ابن عباس کی روایت ہے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر یہ سب صالحین کے نام ہیں جنہیں بعد کے لوگ بت بنا بیٹھے۔ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ اساف اور نائلہ دونوں انسان تھے اسی طرح کی روایات لات، منات، اور عزی کے بارے میں بھی موجود ہیں اور مشرکین کا یہ عقیدہ بھی روایت میں آیا ہے کہ لات اور عزی اللہ کے ایسے پیارے تھے کہ اللہ میاں جاڑ الات کے ہاں اور گرمی عزی کے ہاں بسر کرتے تھے۔ سبحانہ عما یصفون (☆تفہیم القرآن ج ۲ سورۃ النحل آیت ۲۱ ص ۵۳۳)

تدعون بمعنی تعبدون ہے:

تدعون کا ترجمہ سید ابوالاعلی مودودی اور ان کے موافقین پکارنا کرتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں بلکہ یہاں دعا بمعنی عبادت ہے اگر پکارنا معنی کیا جائے تو پھر غیر خدا کو مطلقا پکارنا ہی شرک ہو جائے گا اور کوئی بھی اس سے بچ نہ سکے گا۔ لیکن ان حضرات نے یہ ترجمہ فقط اس لئے کیا ہے تا کہ اپنے مذموم مقصد کے مطابق اس کا اطلاق ہر اس مسلمان پر کریں جو انبیاء کرام وشہداء و صالحین سے حسن عقیدت رکھتا ہے اور انہیں پکارتا ہے چنانچہ علامہ ابن منظور افریقی دعا کی لغوی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا الدعاء ھو العبادۃ دعا عبادت ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ادعونی استجب لکم تم میری عبادت کرو میں اسے شرف قبولیت سے نوازوں گا۔ اور یہ فرمان ان الذین یستکبرون عن عبادتی بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔ مجاہد نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی سے مراد جو لوگ پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح سعید بن المسیب سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لن ندعو ن من دونہ الھا سے مراد ہے کہ ہم اس کے سوا کسی کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اتدعون بعلا کا معنی یہ ہے کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے رب کی عبادت کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لاتدع مع اللہ الھا اخرا کا معنی یہ ہے کہ آپ کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔ (☆لسان العرب ج ۴ ص ۳۶۰)

Marfat.com

علامہ قرطبی لا تدع من دون اللہ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ای لا تعبد یعنی آپ عبادت نہ کریں۔ (☆ الجامع لاحکام القرآن جزء ۸ ص ۲۳۸ سورۃ یونس ۱۰۶)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں و لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ ای یعبدون من دون اللہ وھی الاصنام یعنی وہ اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں اور وہ بت ہیں انہیں سب وشتم نہ کرو۔ (☆ زاد المسیر ج ۳ ص ۹۷ سورۃ انعام ص ۱۰۶)

علامہ بغوی نے بھی لا تدع کا ترجمہ لا تعبد ہی کیا ہے۔

(☆ معالم التنزیل مع الخازن ج ۳ ص ۲۷۹ سورۃ یونس ۱۰۶)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں و الالھة التی تدعونھم ایھا الکفار اور ان معبودوں کو جن کی اے کفار تم عبادت کرتے ہیں۔ (☆ روح المعانی جز ۱۴ ص ۱۷۶ سورۃ النحل ۱۰۶)

لیکن ان مذکورۃ الصدر مفسرین ولغویوں کے برعکس ابوالاعلی مودودی نے اس کا ترجمہ پکارنا کیا ہے تا کہ عام مسلمانوں کو مشرک قرار دیں۔

من دون اللہ کا مصداق اصحاب قبور نہیں بت اور شیاطین ہیں:

ابوالاعلی مودودی نے من دون اللہ کا مصداق اصحاب قبور انبیاء کرام اور صالحین و شہداکو قرار دیا۔ اور لکھا "خاص طور پر جن باطل معبودوں کی تردید کی جارہی ہے وہ فرشتے یا جن یا شیاطین یا لکڑی پتھر کی مورتیاں نہیں بلکہ اصحاب قبور ہیں اس لئے کہ فرشتے اور شیاطین تو زندہ ہیں ان پر اموات غیر احیاء کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اور لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کے حق میں بعث بعد الموت کا سوال نہیں ہے۔ اس لئے وما یشعرون کے الفاظ انہیں بھی خارج از بحث کر دیتے ہیں اب لامحالہ اس آیت میں والذین یدعون من دون اللہ سے وہ انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین اور غیر معمولی انسان ہی ہیں الخ (☆ تفہیم القرآن ج ۲ سورۃ النحل آیت ص ۵۳۳)

مودودی صاحب اگر اپنی عقل کو ہی فیصل کل نہ سمجھتے بلکہ سابقہ مفسرین کی آراء کو ملاحظہ فرماتے تو اس قدر نہ خود پھسلتے اور نہ دوسروں کو گمراہ کرنے کا سبب بنتے۔ بتوں کے حق میں نازل

Marfat.com

ہونے والی آیات کو اصحاب قبور پر منطبق کرتے اور نہ ہی کفار کے حق میں نازل شدہ آیات کا مصداق موحدین و مسلمین کو بناتے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں جیسے لوگوں کو اشرار خلق اللہ سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الفتن باب الخوارج) جو کفار کے حق میں نازل شدہ آیات کو مسلمانوں پر منطبق کرتے تھے جیسا کہ بخاری وغیرہ میں موجود ہے۔"

وکان ابن عمر ا یراهم اشرار خلق الله وقال انهم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤ منین" (بخاری کتاب استتابۃ المرتدین باب ۶ قتل الخوارج الخ)

بہر کیف مفسرین کی آراء آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے اس سے کیا مراد لیا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری جو امام، مفسر، محدث، مؤرخ اور نقاد اور اصولی ہیں جو بھی موافقین اور مخالفین کے نزدیک مسلم امام ہیں لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تمہارے وہ بت جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہوا ے لوگو یہ معبود کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے یہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں پس جو خود بنایا ہوا ہو اور اپنے لئے کسی بھی نفع وضرر کا مالک نہ ہو وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے اور اموات غیر احیاء کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے مردہ ہیں ان میں روحیں نہیں ہیں اور یہ اپنی پرستش کرنے والوں کے لئے کسی نفع وضرر کے مالک نہیں ہیں۔

(جامع البیان المعروف بالطبری جز ۱۴ ص ۱۲۷ سورۃ النحل آیت ۱۰۶)

علامہ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ بت جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا وہ عبادت کرتے ہیں کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ خلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جن کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے معبودوں کا خالق ہے۔ (☆ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۸۲ سورۃ النحل ۱۰۶)

علامہ بغوی لکھتے ہیں والذین یدعون سے مراد بت ہیں اور اموات غیر احیاء سے

Marfat.com

مراد بھی بت ہیں اور ومایشعرون سے مراد بھی بت ہیں یعنی بت نہیں جانتے کہ انہیں کب زندہ کیا جائے گا۔ ایان یبعثون وہ لکھتے ہیں کہ قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بتوں کو اٹھایا جائے گا ان میں زندگی ڈالی جائے گی اور اپنے عبادت کرنے والوں پر تبرا کریں گے۔

(☆ معالم التنزیل مع الخازن ج ۴ ص ۱۱ سورۃ النحل ۱۰۶)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں کہ اموات غیر احیاء سے مراد بت ہیں فراء نے کہا کہ اموات سے یہاں مراد یہ ہے کہ ان میں روحیں نہیں ہیں اخفش نے کہا کہ غیر احیاء اموات کی تاکید ہے۔

وما یشعرون ایان یبعثون کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس میں دو قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس سے مراد بھی بت ہیں ان کو آدمیوں کے صیغے کے ساتھ تعبیر فرمایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ حشر میں اصنام کو بھی اٹھائے گا ان کے ساتھ روحیں ہوں گی اور ان کے ساتھ ان کے شیاطین ہوں گے اور وہ کفار کی عبادت سے بیزاری کریں گے پھر شیاطین کو اور ان بتوں کے عبادت گزاروں کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔

(۲) • مقاتل نے کہا ومایشعرون سے مراد کفار ہیں وہ نہیں جانتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔ (☆ زاد المسیر ج ۴ ص ۴۳۷/۴۳۸ سورۃ النحل ۱۰۶)

مذکورہ بالا مفسرین کی آراء میں جہاں یہ ثابت ہو گیا کہ من دون اللہ کا مصداق بت اور شیاطین ہیں وہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بتوں کو بھی دوبارہ اٹھایا جائے گا اور وہ اپنے پجاریوں سے بیزاری کا اظہار بھی کریں گے اور ساتھ ہی ان پر تبرا (برا بھلا) بھی کریں گے۔

من دون اللہ سے اصحاب قبور مراد لینا صحیح نہیں ہے:

من دون اللہ سے اصحاب قبور مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد اوثان واصنام اور شیاطین ہی مراد ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ جل مجدہ کا فرمان ہے وان مایدعون من دونہ الباطل یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی بھی عبادت کرتے ہو وہ باطل ہے (لقمان: ۳۰)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں من دونہ سے مراد شیطان ہے اور یہ مجاہد کا قول ہے یہ بھی کہا گیا

Marfat.com

کہ اس سے مراد اصنام واوثان ہیں جن کی اللہ کے سوا عبادت کی گئی۔ (☆ الجامع لاحکام القرآن جزء ۱۴ص ۵۹ سورۃ لقمان ۳۰)

ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں ای من الاصنام و الانداد و الاوثان و کل ما عبد من دونہ فھو الباطل اس سے مراد وہ اصنام، مدمقابل اور بت ہیں اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی وہ باطل ہے اور وہ نہ نفع کی مالک ہے نہ ضرر کی۔ جبکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام، شہداء اور اولیاء عظام کی تعریف وتوصیف ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

"ومن یطع اللہ والرسول فاؤلئک مع الذین انعم اللہ من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین و حسن اولئک رفیقا" (النساء:۶۹)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتا ہے پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور یہ کتنی اچھی سنگت ہے۔

لہٰذا من دون اللہ سے مراد اصنام واوثان اور انداد ہی ہیں اصحاب قبور اور صالحین مراد نہیں ذیل میں ہم چند آیات پیش کریں گے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ من دون اللہ سے اصحاب قبور مراد لینا جائز نہیں ہے۔

۱۔ مومن بتوں کو سب شتم کیا کرتے تھے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ (انعام ۱۰۸)

ترجمہ: آپ ان (بتوں) کو سب وشتم نہ کریں جن کی وہ (کفار) اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کفار مکہ نے حضور ﷺ سے کہا اے محمد آپ ہمارے معبودوں کو سب وشتم کرنے سے باز آجائیں ورنہ ہم آپ کے رب کو سب وشتم کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے بتوں کو سب وشتم کرنے سے منع فرمایا نیز عبدالرزاق عن معمر

Marfat.com

عن قتادہ روایت کرتے ہیں کہ مسلمان کفار کے بتوں کو سب وشتم کیا کرتے تھے تو کفار بھی اپنی لاعلمی کے باعث اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کیا کرتے تھے۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

(☆☆تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۶۷ سورۃ انعام ۱۰۸)

علامہ قرطبی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ قریش مکہ نے ابو طالب کے پاس آ کر درخواست کی کہ یا تو محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کو آپ ہمارے معبودوں کے سب وشتم سے روکیں یا پھر ہم بھی ان کے الہ کو سب وشتم کریں گے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

(☆☆الجامع الاحکام القرآن جز ۷ ص سورۃ انعام ۱۰۸)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام بتوں کو سب وشتم کیا کرتے تھے اور انہیں برا بھلا کہتے تھے جس کے بدلے میں کفار اپنی لاعلمی کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کیا کرتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا معلوم ہوا کہ وہ بت جن کی تنقیص اور تحقیر مسلمان کیا کرتے تھے وہ صالحین اور انبیاء وشہداء نہ تھے بلکہ بت اور شیاطین تھے ورنہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام سے یہ کیسے متوقع ہوسکتا ہے کہ وہ انبیاء کرام، شہدائے کرام اور صالحین کو سب وشتم کریں گے اور انہیں برا بھلا کہیں گے۔

۲۔ بت اور پجاری قیامت کے روز ایک دوسرے کو لعنت کریں گے:

بت اپنے پیروکاروں اور پجاریوں سے قیامت کے دن بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اور ان پر تبرا کریں گے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وقال انما اتخذتم من دون الله اوثانا مودة بينكم في الحياة الدنيا ثم يوم القيامة يكفر بعضكم ببعض ويلعن بعضكم بعضا ومأويكم النار وما لكم من الناصرين (العنکبوت ۲۵)

ترجمہ۔ اور ابراہیم نے کہا کہ تم نے بنالیا ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو باہمی محبت (و پیار) کا ذریعہ اس دنیوی زندگی میں، پھر قیامت کے دن تم انکار کرو گے ایک دوسرے کا اور پھٹکار بھیجو گے ایک دوسرے پر، اور تمہارا ٹھکانا آتش (جہنم) ہوگا اور نہیں ہوگا تمہارا کوئی مددگار۔

علامہ بغوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں تتبرأ الاوثان من عابديها وتتبرا

Marfat.com

القادة من الاتباع وتلعن الاتباع القادة کہ بت اپنے عابدوں اور پجاریوں پر اور قائدین اپنے اتباع پر تبرا کریں گے اور اتباع اپنے قائدین ورؤساء کو لعنت کریں گے۔

(☆ معالم التنزیل ج ۵ ص ۴۷ سورۃ العنکبوت ۲۵)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں تتبرا الاوثان من عبادها والرؤساء من السفلة یعنی بت اپنے عابدوں اور رؤساء اپنے پیروکاروں پر تبرا کریں گے۔

(☆ الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۵۵ سورۃ العنکبوت ۲۵)

اس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ بت اپنے پجاریوں پر لعنت کریں گے اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور پجاری ان بتوں سے بیزاری اور ان پر لعنت کریں گے۔ اگر من دون اللہ سے انبیاء کرام، شہداء صالحین اور اولیاء کرام مراد لئے جائیں تو پھر ان کا لعنت کرنا اور ان پر لعنت کا کیا جانا فرض کیا جائے گا جو یہاں پر صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت تو کفار بھی انبیاء کرام و صلحاء وشہداء کی اتباع نہ کرنے پر کف افسوس ملیں گے لیکن وہ وقت افسوس کا نہ ہوگا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بت اس وقت ساتھ چھوڑ دیں گے اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیت میں ذکر ہے الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدوا الا المتقین (زخرف: ۶۷) ترجمہ: گہرے دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے بجز ان کے جو متقی (اور پرہیزگار) ہیں۔

کہ دوست دوست کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ وہاں بھی آپس میں دوست ہی رہیں گے ان کی دوستی میں کوئی فرق نہیں آئے گا بلکہ یہی تو وہ وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے مقربین انبیاء کرام وشہدا و صالحین اپنی اپنی دوستیوں کی لاج رکھیں گے۔ چہ جائے کہ وہ ساتھ چھوڑ دیں اور ان سے بیزاری کریں اور ان پر لعنت کریں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بتوں کو اٹھایا بھی جائے گا اور وہ گفتگو بھی کریں گے تبھی وہ بیزاری کا اظہار بھی کریں گے اور تبرا بھی کریں گے اگر ان کا زندہ ہونا ممکن نہ ہونا اور بعث بعد الموت ان کے لئے محال ہوتا تو پھر ان کا تبرا کرنا اور لاعلمی کا اظہار کرنا صحیح نہ ہوتا۔

Marfat.com

حدیث شریف میں ہے ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ثم ینادی مناد لیذهب کل قوم الی ما کانوا یعبدون فیذهب اصحاب الصلیب مع صلیبهم واصحاب الاوثان مع اوثانهم و اصحاب کل الهة مع الهتهم .

(☆صحیح البخاری کتاب التوحید باب وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرہ)

قیامت کے روز ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ ہر قوم اپنے اپنے معبود کی طرف چلی جائے پس اصحاب صلیب (عیسائی) اپنی صلیب سمیت جائیں گے اور اصحاب اوثان (بت پرست) اپنے بتوں کے پاس جائیں گے اور ہر معبود کا ساتھی اپنے معبود کے پاس جائے گا۔

۳۔ مکہ میں قبر پرستی کا رواج نہیں تھا:

مکہ مکرمہ میں قبر پرستی کا کوئی رواج بھی نہ تھا کیوں کہ قرآن کے اولین مخاطب اہل مکہ تھے اور یہ سورت بھی مکی ہے لہٰذا اگر مکہ سے باہر کہیں قبر پرستی کا رواج تسلیم بھی کیا جائے تو بھی اس آیت سے قبر پرستی مراد لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن کے اولیں مخاطب ہی جب اس قبیح رسم میں مبتلا نہ تھے تو پھر کیسے اس سے مراد قبر پرستی لی جاسکتی ہے اگر چہ ربیعہ، کلب اور دیگر قبائل جو عیسائی یا یہودیت سے وابستہ تھے لیکن وہ مدینہ اور اس کے مضافات میں آباد تھے۔ مکی سورتوں میں ان کے عقائد کے متعلق بحث نہیں کی گئی ان کے عقائد رذیلہ کی بحث مدنی سورتوں میں ملتی ہے پس جس چیز سے قرآن کے اولین مخاطبین کا واسطہ ہی نہیں ہے وہ چیز کیسے اس سے مراد لی جاسکتی ہے جب کہ جس چیز سے ان کا روزمرہ کا واسطہ ہے یعنی بت پرستی اور اس معنی کو ترک کیا جائے۔

۴۔ کفار اور ان کے معبود جہنم کا ایندھن بنیں گے:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم انتم لها واردون** (الانبیاء:۹۸)

ترجمہ: تم اور تمہارے وہ معبود جنکی تم عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہو اور تمہیں اس میں داخل ہونا ہے۔

Marfat.com

علامہ بغوی لکھتے ہیں یعنی اے مشرکین تم بھی اور تمہارے بت بھی جہنم کا ایندھن ہو۔
مجاہد اور قتادہ نے کہا حصب کا معنی حطب لکڑیاں ہیں ضحاک نے کہا کہ انہیں ان کے ساتھ اس طرح آگ میں پھینکا جائے گا جیسے لکڑیاں **لو کان ھؤلاء** یعنی اگر یہ بت الھہ حقیقت میں معبود ہوتے ما وردوھا تو ہرگز ان کے عبادت گزار آگ میں داخل نہ ہوتے **وکل فیھا خالدون** یعنی عابد اور معبود سب ہی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (☆ معالم التنزیل ج ۳ ص سورۃ الانبیاء ۹۸)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار اور ان کے معبود بت جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ اس آیت کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے **فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ** (البقرہ:۲۴) ترجمہ: تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

اور **انتم لھا واردون** کی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی تم اس میں داخل ہونے والے ہو اور خطاب بت پرست مشرکین سے ہو رہا ہے یعنی تم اپنے معبودوں سمیت آگ میں داخل ہو جاؤ گے اور یہ بھی جائز ہے کہ خطاب بتوں اور ان کے پجاریوں سے ہو رہا ہے کیوں کہ بت اگرچہ جمادات ہیں انہیں آدمیوں کے کنایہ سے خطاب کیا جا رہا ہے علماء نے کہا ہے کہ اس میں عیسیٰ و عزیز اور ملائکہ علیہم السلام داخل نہیں ہیں کیوں کہ ما غیر آدمیوں کے لئے ہے اگر یہ بھی مراد ہوتے تو "ومن" کہا جاتا۔ زجاج نے کہا اس لئے بھی کیوں کہ اس کے مخاطب مشرکین ہیں نہ کہ دوسرے۔
(☆ الجامع لاحکام القرآن جزء ۱۱ ص ۲۰۳ سورۃ الانبیاء: ۹۸)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں یعنی اگر یہ بت انداد جنہیں تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنایا ہوا ہے صحیح ہوتا تو نہ جہنم پر وارد ہوتے اور نہ اس میں داخل ہوتے۔ **کل فیھا خالدون** کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عابد اور معبود سبھی اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔

(☆ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۰۳ سورۃ الانبیاء ۹۸)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ **من دون اللہ** سے مراد بت اور شیاطین ہیں جو اپنے اپنے عابدین اور پجاریوں کے ساتھ جہنم رسید کئے جائیں گے اگرچہ ان بتوں اور اصنام کو بطور سزا جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا لیکن ان کفار کو خاموش کرنے کے لئے اور انہیں لاجواب کرنے

Marfat.com

کے لئے ایسا کیا جائے گا اور قرآن کا یہ واضح اعلان ہے کہ نیکوکار مسلمان تو اس سے بہت دور ہوں گے نہ وہ اس پر وارد ہوں گے اور نہ ہی داخل ہوں گے **ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون۔** (انبیاء ۱۰۱) ترجمہ: بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے مقدر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی تو وہی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

اور جو ابن زبعری نے **انکم وما تعبدون** پر اعتراض کیا تھا کہ اس میں تو عیسیٰ اور عزیز علیہما السلام اور فرشتے بھی داخل ہیں۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں یہ اعتراض بالکل غلط ہے اور خطاء کبیرہ ہے کیوں کہ آیت اہل مکہ کو ان کے بتوں کی عبادت کے بارے میں خطاب کرتے ہوئے نازل ہوئی جو جامد ہیں اور عقل نہیں رکھتے ہیں تاکہ ان کے عابدین کے لئے زجر و توبیخ ہو جائے۔ اسی وجہ سے فرمایا **انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب** جہنم پس اسے عیسیٰ علیہ السلام اور عزیز علیہ السلام وغیرہ جن کے اعمال صالحہ ہوں اور وہ اپنی عبادت پر راضی نہ بھی ہوں پر کیسے وارد ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے علامہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس کا جواب یہ دیا کہ ''ما'' عربوں کے نزدیک غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔

(☆ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۰۵ سورۃ الانبیاء ۹۸)

کیا ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح کے صالحین تھے:

امام بخاری اپنی سند سے روایت کرتے ہیں **حدثنا ابراھیم بن موسی اخبرنا ھشام عن ابن جریج و قال ابن جریج عن ابن عباس رضی اللہ عنھما صارت الاوثان التی کانت فی قوم نوح فی العرب بعد اما ود فکانت لکلب بدومة الجندل واما السواع فکانت لھذیل واما یغوث فکانت لمراد ثم لبنی غطیف بالجوف عند صبا اما یعوق فکانت لھمدان واما نسر فکانت لحمیر لال ذی الکلاع اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطن الی قومھم ان انصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا و سموھا باسمائھم**

Marfat.com

فعقلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئک ونسخ العلم عبدت

قوم نوح کے بت بعد میں عرب میں منتقل ہو گئے پس ''ود'' دومۃ الجندل میں بنی کلب کا تھا سواع بنی ہذیل کا یغوث بنی مراد پھر بنی غطیف کا صباء کے پاس جوف میں واقع تھا یعوق بنی ہمدان کا اور نسر ال ذی الکلاع میں سے بنی حمیر کا معبود تھا۔ یہ قوم نوح کے صالحین تھے جب یہ ہلاک ہوئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ ان کی تصویروں کو اپنی ان مجالس میں نصب کر دیں جن میں وہ بیٹھتے تھے اور انہیں ان کے ناموں سے یاد کریں انہوں نے ایسا ہی کیا پس ان کی اس وقت تک عبادت نہ کی گئی جب وہ ہلاک ہوئے اور علم منسوخ ہو گیا تو ان کی عبادت کی جانے لگی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے کیوں کہ عطاء مذکور سے مراد عطاء خراسانی ہے ان کی ملاقات عبداللہ بن عباس سے ثابت نہیں ہے عبدالرزاق نے اس حدیث کو اپنی تفسیر میں ابن جریج سے روایت کیا اور کہا کہ مجھے عطاء خراسانی نے ابن عباس سے اس کی خبر دی۔ ابو مسعود نے کہا کہ یہ حدیث تفسیر ابن جریج عن عطاء خراسانی عن ابن عباس ثابت ہے۔ ابن جریج نے اس حدیث کو عطاء خراسانی سے نہیں سنا۔ اس نے ان کے بیٹے عثمان بن عطاء سے ان کی کتاب کو لیا اور اسے دیکھا صالح بن احمد بن حنبل نے اپنی کتاب العلل میں علی بن مدینی سے روایت کیا کہ میں نے یحییٰ بن قطان سے ابن جریج عن عطاء خراسانی کی حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ ضعیف ہے میں نے کہا وہ تو اخبرنا کے الفاظ سے روایت کرتے ہیں تو انہوں نے کہا یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو انہوں نے اسے دی تھی۔ ابن جریج مناولہ اور مکاتبت دونوں میں اخبرنا کے اطلاق کو جائز سمجھتے تھے اسماعیلی نے کہا مجھے علی بن مدینی سے خبر دی گئی کہ انہوں نے تفسیر ابن جریج سے ایسا کلام ذکر کیا جس کا معنی یہ ہے کہ وہ کہا کرتا تھا عطاء خراسانی عن ابن عباس تو وراق پر ہر حدیث میں الخراسانی لکھنا طویل ہوا تو اس نے اسے ترک کر دیا پس اسے جس نے بھی روایت کیا تو اسے عطاء بن ابی رباح سے روایت کیا۔ انتہی اس سے

Marfat.com

انھوں نے اس قصہ کی طرف اشارہ کیا جسے صالح بن احمد نے علی بن مدینی سے روایت کیا اور اس پر ابوعلی جبائی نے تقیید المھمل میں متنبہ فرمایا ہے۔ ابن المدینی نے کہا میں نے ہشام بن یوسف کو یہ کہتے ہوئے سنا مجھے ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی تفسیر پوچھی۔ پھر فرمایا مجھے اس سے معاف کیجئے۔ فرماتے ہیں ہشام نے کہا کہ یہ انھوں نے قال عطاء عن ابن عباس فرمانے کے بعد کہا۔ ہم نے لکھا اور پھر اسے مٹا دیا۔ یعنی ہم نے خراسانی لکھا۔ ابن مدینی فرماتے ہیں میں نے یہ اس لئے کیا کیوں کہ محمد بن ثور اپنی روایت میں عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس روایت کرتے ہیں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ عطاء بن ابی رباح ہے۔ فاکھی نے حدیث مذکور بطریق محمد بن ثور عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس روایت کیا ہے اور خراسانی نہیں کیا۔ اور عبدالرزاق نے اس کی تخریج کی اور الخراسانی کہا جیسا کہ گزر چکا۔ اور یہ بات امام بخاری سے عظیم سمجھی گئی کہ یہ چیز ان پر مخفی رہے۔ لیکن جو چیز میرے نزدیک قوی ہے کہ یہ حدیث بالخصوص ابن جریج نے عطاء خراسانی اور عطاء بن ابی رباح دونوں سے روایت کی ہو۔ اور عطاء بن ابی رباح کا تفسیری حدیث روایت کرنے سے باز آنا اس حدیث کو کسی دوسرے باب یا مذاکرہ میں روایت نہ کرنے کو مستلزم نہیں ہے ورنہ یہ کیسے امام بخاری پر مخفی رہ سکتا ہے حالانکہ وہ اتصال کی شرط میں بڑے تشدد ہیں اور علل کے باب میں ان کا اکثر اعتماد بھی اپنے استاد علی بن مدینی پر ہی ہے اور انھوں نے ہی اس قصہ پر آگاہ بھی کیا ہے اور اس سے بھی اس کی مزید تائید ہوتی ہے کہ امام بخاری نے اس نسخہ کی تخریج بکثرت نہیں کی۔ اور اس حدیث کو صرف دو جگہ ذکر کیا یہاں اور کتاب النکاح کے آخر میں اگر یہ ان پر مخفی ہوتا تو وہ اس کو بکثرت روایت کرتے کیوں کہ اس کا ظاہر امام بخاری کی شرط پر ہے۔ (☆ فتح الباری ج ۸ ص ۸۶۳ کتاب التفسیر سورۃ ۷۱ باب ۱)

علامہ ذھبی لکھتے ہیں خراسانی کی ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن السعدی اور ان کے امثال سے احادیث مرسل ہیں یہ شخص کثیر الارسال تھا۔ احمد، یحیٰی اور عجلی وغیرہ نے اسکی توثیق کی ہے یعقوب بن شیبہ نے کہا ثقہ ہے فتویٰ و جہاد میں معروف ہے ابو حاتم نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں

Marfat.com

عقیلی نے اس کا شمار ضعفاء میں کیا اس حکایت کی وجہ سے جسے حماد بن زید نے ایوب سے روایت کیا کہ قاسم بن عاصم نے کہا میں نے کہا میں نے سعید بن المسیب کو کہا کہ عطا خراسانی نے مجھے آپ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جو رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھے فرمایا کہ تو کفارہ ظہار ادا کر۔ تو انہوں نے کہا اس نے میری طرف جھوٹ منسوب کیا ہے میں نے اسے یہ حدیث بیان نہیں کی بلکہ مجھ تک تو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ تم صدقہ کرو صدقہ کرو۔ امام بخاری کتاب الضعفاء کے اندر عطاء خراسانی کو ذکر کیا ہے سلیمان بن حرب عن حماد سے ان کے متعلق اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۵ ص ۹۳)

معلوم ہوا کہ یہ حدیث روایۃً صحیح نہیں ہے اس میں انقطاع ہے اور یہ حدیث منقطع ہے اور درایۃً بھی اس سے استدلال صحیح نہیں ہے وہ اس طرح کہ اگر یہ لوگ قوم نوح کے صالحین ہوں اور ان کی فرط محبت میں آ کر لوگوں نے ان کے بتوں کو تراش کر ان کی عبادت شروع کر دی حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک شب و روز اعلانیۃً اور سراً انہیں اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلایا انہیں توحید کا پیغام سنایا اور اپنی تمام توانیاں صرف کر دیں مگر وہ لوگ آپ کی اتباع کرنے پر آمادہ نہ ہوئے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ نبی کی اتباع تو نہ کریں ان کے ساتھ محبت کے بجائے نفرت وحقارت رکھیں اور انہیں طرح طرح کی دھمکیاں دیں ان کا استہزاء کریں اور صالحین کی محبت اور اطاعت کریں پھر فرط محبت میں ان کی عبودیت بجالائیں۔

اور پھر بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے بعض میں آتا ہے کہ آپ کی اولاد میں سے تھے جس کی بنا پر یہ حدیث ناقابل اعتبار بن جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے تو لکھا ہے کہ یہ بت ہندوستان میں تھے۔ اور طوفان نوح میں غرقاب ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۶۷ کتاب التفسیر سورۃ ۱۷ باب ۱) اب غور طلب امر یہ ہے۔ یہ بت اور یہ نام صدیوں بعد کس طرح عرب میں منتقل ہوئے جب کہ وہ صدیوں پہلے

Marfat.com

ہندوستان ہی میں طوفان نوح میں غرق ہو گئے تھے اور ان کا نام ونشان مٹ چکا تھا۔ بنابریں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مشرکین عرب ،ود، سواع، یعوق ،نسر اور یغوث کی پوجا نہیں کرتے تھے۔ ہاں وہ جن بتوں کی پوجا کرتے تھے وہ لات ،منات ،اورعزی وغیرہ تھے۔اور یہ صالحین نہیں تھے۔

عرب لات مناۃ اور عزی کی عبادت کرتے تھے:

ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ "یعوق ،ود، یغوث ،سواع اور نسر بفرض تسلیم اگر صالحین بھی ہوں تو بھی عرب ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ جن بتوں کی عبادت کرتے تھے وہ لات، مناۃ اور عزی وغیرہ بت تھے جن کی پرستش مشرکین عرب کیا کرتے تھے۔ سورہ نجم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری (النجم۲۰)

ترجمہ:۔(اے کفار!) کبھی تم نے غور کیا لات وعزیٰ کے بارے میں ،اور منات کے بارے میں جو تیسری ہے۔

لات بنی ثقیف ،عزی قریش وبنی کنانہ اور منات بنی ہلال کا معبود تھا۔ بقول ہشام مناۃ ہذیل وخزاعہ کا معبود تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا جنہوں نے اسے منہدم کیا۔ لات یہ منات سے نیا اور بعد میں بنایا گیا تھا۔ یہ بنی ثقیف کا معبود تھا۔ اور طائف کے بائیں طرف واقع تھا جس پر عمارت بنائی گئی تھی پورے عرب والے اس کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ یہ اس وقت تک یونہی رہا جب کہ بنی ثقیف اسلام لائے پھر حضور ﷺ نے مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا۔ جنہوں نے اسے منہدم کیا۔ اور عزی یہ لات کے بعد بنایا گیا تھا یہ وادی نخلۃ الشامیہ میں ذات عرق کے اوپر واقع تھا اس پر ایک عمارت بنائی گئی تھی اور وہ اس سے آواز سنتے تھے۔ ابن ہشام نے ابن ابی صالح از ابن عباس روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا عزی شیطان ہے۔ اور بطن نخلہ میں تین ببول کے درخت تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو خالد بن ولید کو بھیجا اور فرمایا آپ بطن نخلہ جائیں اس میں تین ببول کے درخت ہیں ان میں سے پہلے کو کاٹ دیں آپ آئے اور اسے کاٹ دیا جب واپس حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو فرمایا کیا آپ نے وہاں

Marfat.com

کوئی چیز دیکھی، انہوں نے عرض کی نہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا دوسرے کو جا کر کاٹ دو۔ وہ آئے اور دوسرے کو بھی کاٹ دیا پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا وہاں کوئی چیز دیکھی تو انہوں نے نفی میں جواب دیا حضور ﷺ نے فرمایا تیسرے کو بھی کاٹ دو آپ آئے تو اسے بھی کاٹ دیا اچانک آپ کے سامنے ایک جشن برہنہ بال بکھیرے ماتم کرتے اور چلاتے ہوئے ظاہر ہوئی اس کے پیچھے دبیہ سلمی تھا جو اس کا دربان تھا تو اس نے کہا یا عزی

کفرانک لاسبحانک انی رایت اللہ اھانک

پھر آپ نے اسے ایک ضرب لگائی اور اس کے سر کو پھاڑ دیا تو وہ ایک کوئلہ کی طرح ہوگئی اور دبیہ دربان کو بھی قتل کر دیا پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس کی خبر دی حضور ﷺ نے فرمایا یہ عزی تھی اب اس کی عبادت نہیں کی جائے گی۔

(☆الجامع لاحکام القرآن جزء۱۷ص۵۷طبقات ابن سعد ج۲ص۳۲۳سیرت ابن کثیر ج۳ص۵۹۷)

مناۃ مشلل کے مقام پر ان کا ایک بہت بڑا بت تھا اوس وخزرج اور غسان کے قبائل اس کی پوجا کیا کرتے تھے سرکار دو عالم ﷺ نے سعد بن زید الاشہلی کو بیس سواروں کے ساتھ روانہ کیا تا کہ منات کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اس کے پاس بھی اس کا ایک خادم موجود تھا اس نے حضرت سعد سے پوچھا آپ کیسے آئے ہیں آپ نے فرمایا میں تمہارے اس جھوٹے خدا کو گرانے آیا ہوں اس نے کہا تم جانو اور وہ جانے میں مداخلت نہیں کروں گا چنانچہ وہ ایک طرف ہو گیا۔ حضرت سعد مناۃ کی طرف چل پڑے وہاں سے ایک کالی عورت نکلی اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ واویلا کر رہی تھی اور سینہ کوبی کر رہی تھی اس کے نوکر نے کہا اے مناۃ یہ ہیں تیرے نافرمان حضرت سعد نے اس عورت پر وار کیا اور اسے قتل کر دیا پھر اپنے مجاہدین کے ساتھ اس بت کے پاس آئے اور اسے گرا کر پیوند خاک کر دیا۔ (☆مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی ج۳ص۴۹۱عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر ج۲ص۱۸۴ضیاء النبی ج۴ص۴۸۰ ۹)

معلوم ہوا کہ عرب صالحین کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ بفرمان خداوندی خود ساختہ ناموں کی عبادت کرتے تھے جن پر ان کے پاس من جانب رحمٰن کوئی دلیل و برہان موجود نہ تھی ان

Marfat.com

ھی الا اسماء سمیتموھا نہیں ہیں یہ مگر نام جو تم نے رکھ دیئے ہیں۔ یعنی یہ بات لات، منات اور عزی جیسے مختلف ناموں سے جنہیں تم موسوم کرتے ہو ان کا کوئی بھی مسمی نہیں ہے۔

علامہ قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای من دون اللہ الا ذوات اسماء لامعانی لھا سمیتموھا من تلقاء انفسکم و قیل عنی بالاسماء المسمیات ای ماتعبدون الا اصناما لیس لھا من الالھیة شیئی الا الاسم لانھا جمادات

یعنی من دون اللہ صرف اسماء ہیں جن کے کوئی معانی (مسمیات) نہیں ہیں یہ نام تم نے اپنی جانب سے رکھ لئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسماء سے مراد مسمیات ہیں یعنی تم جن بتوں کی عبادت کرتے ہو ان میں سوائے نام الوہیت کے باقی کوئی چیز نہیں ہے کیوں کہ یہ جمادات ہیں۔ (☆الجامع لاحکام القرآن جزء۹ص۱۳۴ سورۃ یوسف۴۰)

علامہ شوکانی لکھتے ہیں " اتجادلوننی فی اسماء " یعنی ان بتوں کے نام وہ عبارت کرتے تھے۔ وہ اسماء ہیں کیونکہ انکے مسمیات کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ ان کو الوہیت سے مسمی کرنا باطل ہے گویا کہ وہ معدوم ہیں ان کا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ صرف انکے نام ہیں اور "سمیتموھا انتم و ابائوکم" کی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی تم نے یہ نام اپنے معبودوں کے اپنی جانب سے رکھے ہیں اور تمہارے آباؤ واجداد نے انکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (فتح القدیر ج۲ص۲۲۰ سورۃ اعراف:۷۱)

علامہ ابن جریر طبری اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں "کیا تم ان ناموں کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو جو تم نے بتوں کے رکھے ہیں اور تمہارے آباؤ واجداد نے جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ضرر۔ "ومانزل اللہ بھا من سلطن" کی تفسیر میں لکھتے ہیں انکی عبادت میں تمہارے لئے کوئی دلیل نہیں رکھی جس سے تم حجت پکڑو اور نہ اس میں کوئی عذر ہے جس سے تم معذرت کرو۔ کیونکہ عبادت اسکی کی جاتی ہے جو نفع وضرر پہنچا سکتا ہو اطاعت پر اجر اور معصیت پر عقوبت کا مالک ہو۔ رزق عطا کرتے اور روکنے والا ہو۔ پتھر، لوہے اور پیتل میں سے جمادات سے نفع وضرر میں سے کسی چیز پر قادر نہیں ہیں سوائے اس کے کہ ان سے کوئی ہتھیار بنایا جائے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو

Marfat.com

چھوڑ کر انکی عبادت کرتا ہے اس کیلئے اس عبادت میں کوئی حجت نہیں ہے۔

(جامع البیان ج ۵ ص ۲۸۰ سورۃ اعراف:۷۱)

علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں ای **الفاظ فارغة لامطابق لها فی الخارج لان مالیس فیه مصداق اطلاق الاسم علیه لاوجود له اصلا فکانت عبادتهم لتلک الالفاظ فقط**

یعنی یہ صرف نام ہیں جو فارغ ہیں خارج میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے کیوں کہ جس اسم کے اطلاق کا مصداق نہ ہو اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہوا کرتا پس ان کی عبادت صرف ان الفاظ کی تھی۔ (☆ روح المعانی جزء ۱۲ ص ۳۶۸ سورۃ یوسف ۴۰)

سورۃ نجم کے تحت لکھا کہ تم نے ان کے اسماء (نام) رکھے ہیں پس تحقیق اسم اور مسمی کے درمیان نسبت ہوتی ہے جب اسم کی طرف قیاس کیا جائے تو اس کا معنی ہوگا کہ اسے مسمی کا اسم بنایا گیا ہے اور اگر مسمی کا اندازہ کیا جائے تو اس کا معنی ہوگا کہ اسے اسم کا مسمی بنا گیا ہے۔ یہاں پہلا معنی قطعی طور پر اختیار کیا گیا ہے کیوں کہ جن کا نام انھوں نے الہ رکھا ہے یہ صرف اسماء ہیں ان کے مسمیات قطعی طور پر نہیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان **ماتعبدون من دونه الهة الا اسماء** (یوسف ۴۰) نہ یہ کہ ان کے مسمیات تو ہیں تسمیہ کے مستحق نہیں ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اسماء ثلاثہ مذکورہ کے لئے ہے کہ ان کا اطلاق ان بتوں پر کیا کرتے تھے۔ کیوں کہ ان کا اعتقاد تھا کہ یہ عبادت کے مستحق ہیں اور عزت کے حقدار ہیں اور قرب حاصل کرنے والوں کے قرب کے مستحق بھی۔ اس کا تعاقب کیا گیا ہے کیوں کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ ان اسماء مذکورہ کی دلالت بتوں کے لئے ان مخصوص معانی کے ثبوت پر ہے تو پھر معانی کے ان سے سلب کرنے میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ فائدہ تو ان سے الوہیت کے سلب کرنے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ ان کا مشہور فاسد گمان تھا جو تمام بتوں کے حق میں علی وجہ البرھان تھا تو یہ وصف کا انتفاء بطریق اولیٰ ہوگا یعنی یہ کوئی بھی چیز نہیں ہیں سوائے ایسے ناموں کے جو مسمیات سے خالی ہیں۔

(☆ روح المعانی جزء ۲۷ ص ۸۸ سورۃ النجم آیت ۲۰)

Marfat.com

سورۃ اعراف میں ہے حضرت ہود علیہ اسلام نے مشرکین سے فرمایا تم جن بتوں کی عبادت کرتے ہو وہ صرف اسماء ہیں جیسے مذکور ہوا۔ اگر وہ اسماء نہ ہوتے انبیاء، صلحاء وشہدا ہوتے تو جواباً مشرکین خاموشی اختیار نہ کرتے اسی طرح سورۃ یوسف میں جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ساتھی قیدیوں کو تبلیغ کی تو آپ نے بھی فرمایا کہ یہ بت اسماء ہیں (یوسف:۴۰)

اسی طرح سورۃ نجم میں جب یہ آیت نازل ہوئی "**ان هی الا اسماء سمیتموها انتم واباؤكم**" (نجم:۵۳)

اگر یہ بت صلحاء وشہدا اور اولیاء اللہ کے ہوتے تو وہ ضرور کہتے کہ یہ فلاں فلاں ہستی کا بت ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ صرف نام ہی تھے جو شیطان نے انکی طرف القاء کئے تھے جنکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اس کے باوجود اگر معاندین ومخاصمین اپنی بات پر بضد ہیں تو ہم ان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ آج کل ہنود کن بزرگوں، انبیاء وشہداء اور اولیاء اللہ کی عبادت کرتے ہیں؟ کیا وہ صرف دھاتوں کی ہاتھوں سے تراشیدہ موتیوں کی عبادت نہیں کرتے؟ جو صرف نام ہی نام ہیں جو شیطان نے القاء کئے ہیں۔ یا آپ لوگ انہیں بھی انبیاء وصلحاء وشہداء کا درجہ دینے کیلئے تیار ہیں؟! نہیں اور مسلمانوں کو ایک صف میں کھڑا کرنے کیلئے بے تاب ہیں؟ تعصب، ہٹ دھرمی اور انا کی تسکین بھی کتنی پُر فریب ہوتی ہے جو حق کو سمجھنے اور اسے اختیار کرنے اور باطل کو باطل سمجھ کر اس سے اجتناب کرنے نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے اور دین کی فہم وفراست عطا فرمائے۔ بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

معلوم ہوا کہ عرب صرف اسماء یعنی ایسے ناموں کی عبادت کیا کرتے تھے جو خود ان کے ساختہ اور رکھے ہوئے تھے ان کے مسمیات ہی نہ تھے چہ جائیکہ وہ انبیاء کرام، صلحاء امت اور شہداء واولیاء کرام ہوں۔

Marfat.com

عرب درحقیقت شیاطین کی عبادت کرتے تھے:

جیسا کہ مذکور ہوا عرب نہ تو اصحاب قبور کی عبادت کرتے تھے اور نہ ہی انبیاء، اولیاء شہداء اور صالحین کی عبادت کا کوئی تصور ان کے ہاں تھا۔ بلکہ وہ خودساختہ ناموں اور شیاطین وبتوں کی عبادت کیا کرتے تھے انہیں کے سامنے اپنی جبیں نیاز جھکاتے اور انہیں سے اپنی من مانگی مرادیں چاہتے۔

اسی حقیقت کو قرآن نے بایں الفاظ ذکر فرمایا

ان یدعون من دونه الا اناثا و ان یدعون الا شیطان مریدا (سورۃ النساء: ۱۱۷)

ترجمہ: وہ عبادت نہیں کرتے اللہ کے سوا مگر بتوں کی اور وہ نہیں عبادت کرتے مگر سرکش شیطٰن کی۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ آیت اہل مکہ کے مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جو بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اناثا سے مراد بت ہیں یعنی لات، مناۃ اور عزیٰ ہر قبیلے کا ایک بت ہوا کرتا تھا جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے انثی بنی فلان یہ حسن بصری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے اور ہر بت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا تھا جو کاہنوں دربانوں اور خادموں کو دکھائی دیتا تھا اور ان کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھا۔ (☆ الجامع لاحکام القرآن جزء ۵ ص ۲۶۵ النساء: ۱۱۷)

علامہ ابن کثیر ابن ابی حاتم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابی بن کعب نے **ان یدعون من دونہ الا اناثا** کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر بت کے ساتھ ایک شیطانہ ہے جس کی وہ عبادت کیا کرتے ہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ اناثا سے مراد بت ہیں اور یہی ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، عروہ بن زبیر، مجاہد، ابو مالک، سدی اور مقاتل سے بھی مروی ہے۔ علامہ ابن کثیر نے ابن جریر عن ضحاک سے اس کی تفسیر میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ مشرکین نے ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا تھا کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ ہمیں اس کا قرب بخشیں اور ملائکہ کو اللہ کی بیٹیوں کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ یہ قول بھی روایت کیا ہے کہ اس سے مراد مردہ ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں۔ یا وہ خشک لکڑیاں یا پتھر ہیں اور اسے ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر بہت غریب ہے۔ (☆ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۵۵/۵۵۶ سورۃ النساء: ۱۱۷)

یہی وہ شیاطین تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے کہ وہ عورتوں کی عبادت کرتے ہیں

Marfat.com

اور سرکش شیاطین کی جو انہدام اصنام کے بعد ان سے اپنے بال بکھیرے ماتم کرتے ہوئے اور واویلا کرتے ہوئے کالی حبشن کی طرح نکلی تھیں اور صحابہ کرام نے انہیں قتل کر دیا تھا۔

اگر یہ صالحین ہوتے جن کی عبادت کی گئی تھی تو پھر وہ کالی عورتوں کے روپ میں انہدام اصنا کے وقت ہرگز نہ نکلتیں اور امام بخاری کی روایت میں لات کا ایک ایسا شخص ہونا بیان ہوا ہے جو حاجیوں کے لئے گھی ملا ستو تیار کرتا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ ۵۳ باب ۲ حدیث نمبر ۴۸۵۹)

اس کا صالح ہونا درایۃ باطل ہو جاتا ہے کہ اگر وہ صالح ہوتا اور پھر اس کی عبادت کی گئی ہوتی تو وہ کالی عورت کی شکل میں اس بت کے انہدام کے وقت کیوں کر ظاہر ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ صالحین کی عبادت نہیں کی گئی بلکہ درحقیقت شیاطین کی عبادت کی گئی اور اسی کے حکم سے یہ بت بنائے گئے ان کے من پسند نام تجویز کئے گئے اور پھر ان ناموں کی عبادت کی گئی۔

قاضی شوکانی نے لکھا ہے واحدی وغیرہ نے کہا عرب بتوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی اسم سے نام مشتق کرتے تھے۔ پس انہوں نے اللہ سے لات اور عزیز سے عزیٰ مشتق کیا اور مناۃ کو منی اللہ الشئی جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مقدر کرے سے مشتق کیا۔

(فتح القدیر ج ۴ ص ۱۱۶ سورۃ نجم: ۲۰، الجامع الاحکام القرآن ج ۷ ص ۱۴۰ سورۃ نجم ۲۰)

علامہ ابن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں لات، اللہ سے لیا گیا ہے اس کے آخر میں تاء کا اضافہ کیا گیا اور اسے مؤنث بنایا گیا جیسے عمر سے عمرۃ، عباس سے عباسہ۔ اسی طرح مشرکین نے اپنے بتوں کے نام اللہ تعالیٰ کے ناموں پر رکھے۔ حالانکہ اس کے اسماء اس سے پاک ہیں۔ پس انہوں نے اللہ سے لات، عزیز سے عزیٰ کہا اور یہ گمان کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس (بیہودہ گوئی) سے پاک ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا اے یہ گمان کرنے والو کہ لات، مناۃ اور عزیٰ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں "أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ" کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں جن کو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اور بیٹیوں کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں بناتے ہو۔ (جامع البیان ج ۱۴ ص ۳ ۷ جز ۲۷ سورۃ نجم ۲۰)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اناثا سے مراد بت ہیں انہیں اناثا اس لئے کہا گیا کیوں کہ عربوں کا گمان یہ تھا کہ یہ مؤنث ہیں اور انہیں مؤنث کے

Marfat.com

ناموں سے ہی موسوم کیا کرتے تھے جیسے لات، منات، عزیٰ وغیرہ اور کہتے ربۃ بنی فلان وانثی بنی فلان جیسا کہ عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور ابن منذر وابن ابی حاتم نے ابی ابن کعب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے الا اناثا کی تفسیر میں کہا کہ ہر بت کے ساتھ ایک شیطانہ ہوتی ہے یا اس لئے انہیں مؤنث کیا گیا کیوں کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ صرف اسماء ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **وما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا** پس انہیں مؤنث ان کے اسماء کے اعتبار سے کہا گیا۔ (☆تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۳۷ سورۃ النساء: ۱۱۷)

اساف اور نائلہ صفا اور مروہ کے مقام پر نصب کیے ہوئے بت تھے، علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اساف اور نائلہ مرد اور عورت تھے جو کانہ کعبہ میں بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھے اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ حضرت عائشہ سے بھی یہی مروی ہے۔ واقدی سے روایت ہے کہ جب نائلہ کو یوم فتح کو حضور ﷺ نے توڑنے کا حکم دیا تو اس سے کالی حبشن چہرہ نوچتے ہوئے تباہی و بربادی کی دہائی دیتی ہوئی نکلی۔ (سیرۃ ابن کثیر ج اول ص ۷۰)

معلوم ہوا کہ عرب صلحاء، شہداء، اولیاء اور انبیاء کی عبادت نہیں کرتے اگر کسی شخص کی عبادت بھی کی گئی ہے تو وہ بھی بدکاروں اور فساق و فجار کی نہ کہ مقربین خدا کی۔ یا آپ اساف اور نائلہ جیسے بدکار اور مغبوض خدا کی بھی انبیاء واولیاء اور شہداء کی صف میں کھڑا کریں گے جنہوں نے خانہ کعبہ میں بدکاری کا ارتکاب کیا جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انکی صورتوں کو ہی مسخ کر دیا۔

تعصب و ہٹ دھرمی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اور خوف خدا کو دلوں میں کم از کم جگہ ضرور دینی چاہیئے۔ اور اس روز کا تھوڑا سا خیال کرنا چاہیئے جس دن عدل کامل ہوگا اور کوئی سفارش کام نہیں آئے گی۔ اس دن اگر انہیں صلحاء واولیاء وشہداء اور انبیاء کرام نے جنہیں آج آپ بتوں اور بدکاروں سے مشابہ قرار دے رہے ہیں۔ گریبان سے پکڑ لیا تو کون آپ کو بچانے والا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن فرمائے اور انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور انکی محبت اور انکے ساتھ حسن عقیدت کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

Marfat.com

کیا اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیله سے مراد عیسیٰ وعزیز علیہما السلام ہیں؟

علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ ابن عباس اور قتادہ نے فرمایا اس سے مراد عیسیٰ، مریم، عزیز اور ملائکہ علیہم السلام اور شمس وقمر اور ستارے ہیں جن کا وہ مشرکین اپنے رب کے ہاں وسیلہ طلب کرتے تھے۔ (☆معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۱۱ سورۃ بنی اسرائیل ۵۷)

امام مسلم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیله سے مراد یہ ہے کہ جنات کا ایک گروہ اسلام لایا حالانکہ ان کی عبادت کی جاتی تھی اور جو لوگ ان کی عبادت کرتے تھے وہ ان کی عبادت پر ہی قائم رہے جب کہ وہ جنات اسلام قبول کر چکے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عربوں کا ایک گروہ جنات کے ایک گروہ کی عبادت کیا کرتا تھا جنات اسلام لائے اور وہ لوگ جو ان کی عبادت کرتے تھے انہیں اس کا شعور ہی نہ تھا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

(☆صحیح مسلم کتاب التفسیر باب اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلة)

امام بخاری عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ کچھ جنات کی عبادت کیا کرتے تھے تو وہ جن جن کی عبادت کی جاتی تھی اسلام لانے اور وہ لوگ اپنے دین پر قائم رہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

(☆صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ۱۷ باب ۸ قولہ ان الذین یدعون الخ)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں علامہ ابن جریر طبری نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو ترجیح دی ہے اور اسے اختیار کیا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرمان یبتغون الی ربھم الوسیلة سے ماضی کو تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس میں عیسیٰ وعزیز اور ملائکہ داخل نہیں ہو سکتے۔

(☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۸ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۷)

اس معنی کی تائید سورہ جن کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

Marfat.com

انه کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا

ترجمہ: بے شک انسان میں سے کچھ لوگ جنات میں سے کچھ لوگوں کی پناہ طلب کرتے تھے پس انہوں نے انکے تکبر میں اضافہ کیا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ رھقا سے مراد کفر ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جنات سے استفادہ کفر وشرک ہے۔

(☆ الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۰ سورۃ جن: ۷)

معلوم ہوا کہ اس سے مراد جنات ہیں نہ کہ عیسیٰ وعزیز اور ملائکہ ہیں اور عرب جنات کی عبادت کرتے تھے اور انہیں ہی وسیلہ بناتے تھے۔ آیت کا اگلا حصہ ان عذاب ربک کان محذورا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ عیسیٰ وعزیز اور ملائکہ مراد نہیں ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ان الذین تدعون من دون الله عباد امثالکم۔

(الاعراف: ۱۹۴)

ترجمہ: تحقیق تم جن کی عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا وہ تمہاری طرح بندے ہیں۔

سے تمام مفسرین نے بت اور جنات ہی مراد لئے ہیں کہ یہ بت جن کی تم پوجا کرتے ہو اور ان کی عبادت بجالاتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بے بس ہونے اور مجبور ہونے میں تمہاری طرح ہیں اور اسی کی ملک میں ہیں نفع وضرر کے مالک نہیں ہیں۔ بلکہ ان بتوں کا عجز تو تم سے بھی زیادہ واضح اور ظاہر ہے پس کس طرح تم ان کی عبادت کرتے ہو اس سے صلحاء اور انبیاء واولیاء کرام کو مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ عبد کا اطلاق جس طرح انسان پر ہوتا ہے اسی طرح اس کا اطلاق ان تمام اشیاء پر ہوتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ملک میں ہر شے ہے خواہ وہ انسان ہو یا جن، بت ہوں یا کوئی اور چیز غرض دنیا ومافیھا سب اللہ تعالیٰ کی عبد ہے اور اسی کے حکم کے سامنے طوعاً وکرھاً مسخر ہے اور اس کے سامنے عاجز وبے بس جیسے اللہ رب العزت کا یہ فرمان ہے۔ وان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمن عبدا (مریم: ۹۳)

Marfat.com

ترجمہ: اور زمین و آسمان کی ہر چیز رحمٰن کے پاس غلام بن کر حاضر ہو گی۔

یعنی قیامت کے روز ہر ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اظہار کرتے ہوئے عاجزی و انکساری کے ساتھ حاضر ہو گا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عبد ہے ای الخلق کلهم عبیده (☆الجامع لاحکام القرآن جزء ۱۱ص ۴۴ مریم ۹۳)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں یعنی جن و انس اور ملائکہ میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کا بندہ اور مملوک ہے اور بروز قیامت اللہ عزوجل ہی کی پناہ مانگتا اور اس کی قضاء و قید پر سر تسلیم خم کرنے کے ساتھ لے گا۔ (☆روح المعانی جز ۱۶ص ۲۰۷ مریم ۹۳)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ عزیز علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت نہیں کی گئی۔ بفرض تسلیم اگر انکی عبادت کی بھی گئی تو نیک اور پارسا، نبی اور رسول سمجھ کر نہیں کی گئی بلکہ اللہ کا بیٹا اور خود اللہ سمجھ کر کی گئی۔ جیسے ان یہ قول عزیز بن اللہ اور یہ قول ثالث بن ثلاث اللہ۔ یعنی حضرت عزیز علیہ السلام کی اگر عبادت کی گئی تو اللہ تعالیٰ کا بیٹا سمجھ کر عبادت کی گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ و مبرا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت اس اعتبار سے کی گئی کہ ان کے نزدیک تین خداؤں میں سے ایک خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اور پھر اہل مکہ عزیز و عیسیٰ علیہما السلام دونوں کے منکر تھے۔ سورۃ زخرف میں ہے "ولما ضرب ابن مرین مثلاً اذا قومک منه یصدون" (زخرف ۵۷)

جب ابن مریم علیہ السلام کی مثال پیش کی جاتی ہے تو آپ کی قوم شور وغل مچاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل مکہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہی نہ تھے۔ پھر آپ کی عبادت کیسے کرتے تھے۔ انکی عبادت اگر کرتے تھے تو عیسائی اور مکہ میں عیسائیوں کا کوئی وجود نہ تھا اور حضرت عزیز علیہ السلام کی بفرض محال اگر عبادت یہودی کرتے بھی تھے تو بھی وہ مکہ میں موجود نہ تھے۔ یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ انکی عبادت کا اعتقاد رکھنے والے موجود ہی نہ ہوں اور مراد وہ لئے جائیں۔ جبکہ بت پرست اور پتھروں اور دھاتوں وغیرہ سے تراشیدہ بتوں کے پجاری جو وہاں موجود تھے ان کو

Marfat.com

نظر انداز کیا جائے۔ لامحالہ طور پر آیات قرآنیہ میں بتوں کے پجاریوں سے ہی خطاب ہے۔

اس آیت مقدسہ میں عبد کا اطلاق انسان کے علاوہ جنات اور ملائکہ بلکہ تمام اشیاء پر کیا گیا ہے۔ معلوم کہ من دون اللہ سے مراد جنات، شیاطین اور بت ہیں جن کی عبادت کی جاتی تھی۔ اور اس کا اطلاق اہل اللہ انبیاء کرام وشہداء وصلحاء امت پر کرنا خوارج اور اشرار خلق اللہ کا کام ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق کی بصیرت عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور ﷺ کی دلجوئی اور عظمت رسول:

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو جس قوم سے واسطہ پڑا تھا وہ مشرک اور بت پرست تھے خدائے وحدہ لاشریک کو اپنا خالق و مالک اور معبود حقیقی تسلیم کرنے اور اس کی عبادت و بندگی بجا لانے کے بجائے ہاتھوں سے تراشیدہ بتوں اور مورتیوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ان کی بندگی بجا لاتے، نذریں چڑھاتے، خون بہاتے اور ان کی رضا جوئی میں لگے رہتے۔ حضور ﷺ انھیں معبود حقیقی اور توحید خالص کی دعوت دیتے تو وہ آپ کو کبھی ساحر و جادوگر کہتے، کبھی کاہن اور کبھی شاعر کہہ کر آپ کی تکذیب کرتے یہ چیز آپ کے لئے بڑی کرب انگیز اور باعث رنج والم تھی۔

لہٰذا سبوح وقدوس پروردگار عالم نے اپنے بندۂ خاص اور محبوب حقیقی کی اس پریشانی اور دکھ کو دور کرنے اور آپ کو تسلی وتشفی دینے کے لئے فرمایا اے میرے محبوب آپ کو ان نابکاروں کے بے ہودہ الزامات کی طرف توجہ دینے اور اللہ تعالیٰ پر ان کے بہتان باندھنے پر فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا پروردگار انھیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے وہ ان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے ان کے خفیہ اور پوشیدہ ارادے اور ان کے دلوں میں مخفی بغض وعناد بھی اس کی نگاہوں کے سامنے ہے اور ان کے ظاہری اعمال اور حسد و دشمنی بھی اس کے علم میں ہے۔ جب آپ کا پرودگار سب کچھ جانتا ہے تو لازمی امر ہے کہ وہ آپ کے اور اپنے دشمنوں کو ان کے اعمال وافعال پر جزاء بھی دے گا جب ایسا ہے تو پھر آپ کو فکر مند ہونے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ اپنے کام کو دلجمعی اور لگن سے ادا کریں اور ان معاندین کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں۔

Marfat.com

غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ اپنے محبوب ﷺ کو ذرا سی بھی پریشانی اور دکھ میں مبتلا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا فوراً انھیں تسلی و تشفی دیتا ہے اور اپنی معیت کا احساس دلاتا ہے۔

بدءِ خلق سے بعث پر استدلال:

منکرین قیام قیامت کے لئے اعادہ اور بعث پر ابتدائے خلق کو بطور دلیل پیش کیا جارہا ہے کہ بعث کو محال سمجھنے اور جسم کے مٹی کے ساتھ مل کر مٹی بننے کے بعد دوبارہ اس میں زندگی ڈالے جانے کو خلاف عقل سمجھنے والے اگر اپنی تخلیق پر ہی غور و فکر کریں کہ ان کی تخلیق ایک بوند پانی (نطفہ) سے ہوئی ہے بلکہ نطفہ کے اندر ہزاروں خلیوں میں سے کسی ایک خلیہ سے جس میں تخلیق کی صلاحیت ہوتی ہے سے اس کی پیدائش ہوئی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسے تخلیق کر کے صحت، جوانی، عقل، مال و دولت، عزو جاہ عطا کیا۔ اسے قوت گویائی عطا کی ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے کے بجائے وہ اس کی قوت و طاقت اور قدرت ہی کا انکار کرنے لگا ہے اور عدم بعث پر مناظرانہ انداز اختیار کیا ہے مر کر مٹی سے مل کر مٹی ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو خلاف عقل سمجھنے لگا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قوت اور قدرت سے اسے بعید سمجھتا ہے اگر ذرا غور و فکر سے کام لیتا اپنی تخلیق پر ہی بصیرت افروز نگاہ ڈالتا تو اس قسم کی حماقت کبھی نہ کرتا بلکہ اسے یقین کامل ہو جاتا کہ وہ ذات جو ایک حقیر پانی کی بوند میں موجود ہزارویں خلیہ سے ایک تندومند، کامل و مکمل انسان پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے جو عدم سے وجود میں لانے پر قادر ہے وہ ذرات کو جمع کر کے ان کے اندر دوبارہ حیات ڈالنے پر بھی قادر ہے۔ اسی مضمون کو قرآن حکیم نے مختلف مقامات پر مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے سورہ مرسلات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الم نخلقکم من ماء مھین فجعلناہ فی قرار مکین الی قدر معلوم

ترجمہ: کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں فرمایا پھر ہم نے اسے ٹھہرایا ایک محفوظ جگہ میں (شکم مادر) ایک معین مدت تک۔ (المرسلات ۲۰ تا ۲۲)

دوسرے مقام پر فرمایا انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا (الدھر ۲)

Marfat.com

ترجمہ: بلاشبہ ہم ہی نے انسان کو پیدا فرمایا ایک مخلوط نطفہ سے تاکہ ہم اس کو آزمائیں پس اس غرض سے ہم نے بنادیا اسے سننے والا دیکھنے والا۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے:

واللہ خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم جعلکم ازواجا (فاطر:۱۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمہیں مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں بنایا جوڑے جوڑے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالی شان:

ھو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم یخرجکم طفلا الخ (مومن/۶۷)

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے پھر نکالا تمہیں (شکم مادر سے) بچہ بنا کر۔

سبب نزول:

آیت زیر بحث میں انسان سے مراد ہر وہ انسان ہے جو منکر بعث ہے اگر چہ سبب نزول شخص معین ہے کیوں کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص واقعہ کا۔ اس آیت کا سبب نزول بقول مفسرین کرام عبداللہ بن ابی بن ابی خلف اور عاص بن وائل میں سے کوئی ایک یا سب کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا ہو۔

ابن جریر ابن منذر، ابن ابی حاتم، اسماعیلی نے اپنی "معجم" میں، حاکم نے تصحیح کے ساتھ، ابن مردویہ سے، بیہقی نے "بعث" میں اور ضیاء نے "المختارہ" میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ عاص بن وائل رسول اللہ ﷺ کے پاس بوسیدہ ہڈی لے کر حاضر ہوا اور اسے اپنے ہاتھ سے ریزہ ریزہ کیا اور کہا اے محمد (فداہ ابی وامی) کیا اللہ تعالیٰ اس کو زندہ فرمائے گا اس کے بعد جو میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ اسے زندہ فرمائے گا پھر تجھے موت دے گا پھر تجھے زندہ کرے گا پھر تجھے جہنم میں داخل فرمائے گا تو سورہ یس کی آخری پانچ آیات نازل ہوئیں۔ (☆ الدر المنثور ج ۷ ص ۷۴ سورۃ یس: ۷۷ تفسیر ابن ابی حاتم سورۃ یس: ۷۷ ص ۳۲۰۲)

Marfat.com

ابن مردویہ کی روایت میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آنے والا شخص ابی ابن خلف تھا اسی کو حضور ﷺ نے نیزہ سے غزوہ احد میں قتل کیا تھا اور یہی ابن مالک، مجاہد قتادہ، سدی اور عکرمہ وغیرہ سے مروی ہے۔ (☆ الدر المنثور ج ۷ ص ۶۷/۷۴ سورۃ یس: ۷۷ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۰۰ سورۃ یس: ۷۷ ابن ابی حاتم ص ۳۲۰۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول ابوجہل کے بارے میں بھی مروی ہے:

ابن حیان نے ابن ابی خلف والے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے علامہ آلوسی فرماتے ہیں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ان تمام کفار کے ساتھ ایسا واقعہ ہوا ہو۔

(☆ روح المعانی ص ۷۹ ج ۱۳ سورۃ یس: ۷۷)

علامہ آلوسی بغدادی حنفی لکھتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں انسان سے مراد جنس انسان ہے اور خصیم سے ہر وہ انسان مراد ہے جو منکر بعث ہے **والمراد بالانسان جنس و الخصیم انما هو الکافر المنکر للبعث مطلقا** (☆ روح المعانی ج ۱۲ ص ۷۹ سورۃ یس: ۷۷)

علامہ شوکانی لکھتے ہیں **والانسان المذکور فی الأیة المراد به جنس الانسان کما فی قوله اولا یذکر الانسان انا خلقناه من قبل ولم یک شیئا (مریم: ۶۷) ولا وجه لتخصیصه بانسان معین** (☆ تفسیر فتح القدیر جزء رابع سورہ یس: ۷۷)

ترجمہ: ۔ آیت میں مذکورہ انسان سے مراد جنس انسان ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں " کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اسے پیدا کیا اس سے قبل وہ کچھ بھی نہ تھا" اور اسے کسی انسان سے خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

بشر بن حجاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہتھیلی پر پانی کا قطرہ ڈال کر اس پر انگلی مبارک رکھی پھر آپ ﷺ نے فرمایا **قال اللہ تعالیٰ یا بنی ادم أ تعجزنی و قد خلقتک من مثل ھذا حتی اذا سویتک و عدلتک مشیت بین بردیک وللارض منک وئید فجمعت و منعت حتی اذا بلغت التراقی قلت اتصدق و انی او ان الصدقة؟** ورواہ ابن ماجہ عن جریر بن عثمان بہ (☆ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۰۰ سورہ یسین ۷۷)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے بنی آدم کیا تو مجھے عاجز کرے گا حالانکہ میں نے تجھے اس قطرہ کی مثل سے پیدا فرمایا ہے یہاں تک کہ میں نے تجھے پورا اور معتدل بنایا اور تو اپنے کپڑوں میں اترا اترا کر چلتا ہے زمین تجھ سے نالاں ہے تو نے مال جمع کیا اور اسے روکے رکھا یہاں تک کہ تیرا دم تیرے حلقوم تک آ گیا تو تو نے کہا کہ میں اب صدقہ کروں گا حالانکہ اب صدقہ کا وقت کہاں ہے اسے احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

تخلیق انسانی سے بعث پر استدلال:

منکرین بعث کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جا رہا ہے اور تخلیق انسانی کو بطور دلیل پیش کیا جا رہا ہے کہ جس خالق و مالک اور قادر کی حکمت وقدرت کے ساتھ نطفہ قذرہ میں موجود ایک جرثومہ سے انسان کی پیدائش ہوئی۔ نطفہ، علقہ، مضغہ اور جنین کے مختلف ادوار سے گزر کر جب ایک مکمل انسان کے روپ میں پیدا ہوا پھر پرورش پا کر عالم شباب میں قوت وطاقت، حسن وجوانی اور عقل وخرد اور نطق جیسے اوصاف سے مزین ہوا اگر یہ نانجار اپنی اس تخلیق پر ہی غور وفکر کرتا تو قیامت کا انکار نہ کرتا۔

منکرین بعث کی دو اقسام:

منکرین قیام قیامت، بعث کا انکار اس کے مستبعد ہونے کی وجہ سے کرتے تھے۔ کچھ تو وہ افراد تھے جو صرف اسے بعید سمجھ کر ہی انکار کرتے کوئی دوسرا شبہ یا دلیل بیان نہ کرتے اور یہ اکثریت منکرین بعث تھے۔ جب کہ بعض وہ افراد تھے جو اس کو بعید سمجھنے کے ساتھ شبہات بھی بیان کرتے۔

پہلا گروہ:

پہلے گروہ کی حکایت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

قالوا ائذا ضللنا فی الارض ائنا لفی خلق جدید (السجدۃ:۱۰)

Marfat.com

ترجمہ:۔اور کہنے لگے جب (مرنے کے بعد) ہم گم ہو جائیں گے زمین میں تو کیا ہم از سرنو پیدا کئے جائیں گے۔

ائذا متنا و کنا ترابا و عظاما ائنا لمبعوثون (الصفت:١٦)

ترجمہ:۔کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

اسی طرح قال من یحیی العظام وھی رمیم (یس:٧٨)

کہا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کرے گا جب کہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں۔

اس استبعاد کا رد پہلے "ونسی خلقہ" سے کیا گیا یعنی انسان تو اپنی تخلیق کو ہی بھول گیا تب ہی تو وہ خالق کائنات کے لئے دوبارہ زندہ کرنے کو بعید سمجھنے لگا ہے اگر وہ اپنی تخلیق کو نہ بھولتا تو وہ اس قسم کا شبہ نہ کر سکتا۔من عرف نفسه فقد عرف ربه اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی قوت و طاقت اور قدرت و حکمت اور اپنی تخلیق پر غور و فکر کرنے سے بخوبی سمجھ آ جاتی ہے کہ انسان کو اس نے نطفہ سے پیدا کیا اور پیشانی سے لے کر پاؤں تک اس کے اعضاء مختلف صور و اقدام کے بنائے اور اسے عقل و نطق عطا کر کے صاحب کرامت و شرافت بنایا اگر وہ استبعاد کی بنا پر معاد کے منکر ہیں تو پھر نطفہ سے عاقل و ناطق انسان کی تخلیق کو کیوں بعید نہیں سمجھتے۔جب اس کو بعید نہیں سمجھتے تو پھر معاد کو بھی بعید نہیں سمجھنا چاہئے نطق و عقل کو اپنے محل کی طرف دوبارہ لوٹانا بھی بعید نہیں ہے۔

اور جو افراد اجزاء کے بکھر جانے اور گل سڑ جانے کی وجہ سے معاد کو بعید سمجھتے ہیں جیسے ان کا یہ قول من یحیی العظام و ھی رمیم (یس ٧٧) اس آیت میں ہڈی کو بالخصوص اس وجہ سے ذکر کیا کیوں کہ اس میں احساس نہیں ہوتا۔اس شبہ کا ازالہ من حیث القدرت اور علم کیا اور فرمایا و ضرب لنا مثلا یعنی وہ ہماری قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرنے لگا ہے اور اپنی عجیب و غریب تخلیق کو بھول گیا ہے۔

Marfat.com

دوسرا گروہ:

بعض وہ افراد ہیں جنہوں نے استبعاد کے ساتھ شبہ کا بھی ذکر کیا ان کے اس شبہ کی دو صورتیں ہیں۔

اولا:۔ عدم کے بعد تو کوئی چیز باقی نہیں رہتی پھر معدوم چیز پر کس طرح حکم وجود لگایا گیا ہے؟ اس شبہ کا ازالہ **قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ** سے فرمایا۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس وقت پیدا کیا جب وہ شے مذکور بھی نہ تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ دوبارہ اسے پیدا فرما کر اس میں روح لوٹائے گا جب وہ شے مذکور نہ ہوگا۔

ثانیا:۔ وہ شخص جس کے اجزاء مشرق ومغرب میں بکھر جائیں یا جس کو درندے کھالیں اور اس کے اجزاء درندوں کے پیٹوں یا پرندوں کے پوٹوں میں چلے جائیں۔ اور اس سے بھی بعید صورت جب کسی انسان کو مثلا کوئی دوسرا انسان کھالے اور اس کے اجزاء اکل کے اجزاء بن جائیں تو اس صورت میں اگر اکل کے اجزاء کو جمع کیا جائے تو ماکول کے اجزاء اور اگر ماکول کے اجزاء کو جمع کیا جائے تو اکل کے اجزاء باقی نہیں بچیں گے۔ اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا وھو بکل خلق علیم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے کچھ اجزاء اصلیہ ہوتے ہیں او کچھ فضلیہ اکل کے وہ اجزاء جو مثلا اس انسان کے کھانے سے قبل تھے وہ اس کے اجزاء اصلیہ ہیں اور وہ انسان ماکول اس کے اجزاء فضلیہ بن جائیں گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جب اکل کے اجزاء کو جمع کر کے اس میں روح ڈالے گا تو اس کے اجزاء اصلیہ کو جمع فرمائے گا اسی طرح انسان ماکول کے اجزاء اصلیہ کو جمع کر کے اس میں روح پھونکے گا علیٰ ھذا القیاس وہ افراد جن کے اجزاء مشرق ومغرب میں بکھرے ہوں گے۔

(☆تفسیر کبیر ج ۹ ص زیر آیت: ۷۶ تا ۷۸)

حاشیہ خفاجی میں ہے کہ فارابی کہا کرتا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ کاش ارسطو اللہ تعالیٰ کے اس قول قل یحییھا الخ میں قیاس جلی پر واقف ہوتا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے ہڈیوں کو پیدا فرمایا ان میں حیات پہلی مرتبہ ڈالی اور ہر وہ ذات جو پہلی بار کسی چیز کے انشاء پر قادر ہے وہ

Marfat.com

دوسری بار بھی اس چیز کے انشا و احیاء پر قادر ہے پس اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہڈیوں کو ان کے قویٰ کے ساتھ دوبارہ انشاء و احیاء پر قادر ہے۔ (☆روح المعانی ج ۱۲ ص ۸۱ یس: ۷۹)

اس آیت میں صحت قیاس پر بھی دلیل ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے منکرین بعث کے لئے انشاء اول کو بطور دلیل پیش کیا۔

اور انشاء ثانی کا حکم انشاء اولیٰ پر مرتب کیا یعنی جس ذات نے پہلی بار پیدا کیا وہی دوبارہ روح ڈال کر زندہ کرے گا۔ جو تخلیق اول پر قادر ہے وہ ثانی پر بدرجہ اولیٰ قادر ہوگا۔

صحیحین میں عبدالملک بن عمیر سے الفاظ کثیرہ سے یہ روایت مروی ہے ان میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان رجلا حضره الموت فلما يئس من الحياة اوصى اهله اذا انامت فاجمعو الى حطبا كثيرا جزلا ثم اوقدوا فيه نارا حتى اذا اكلت لحمى و خلصت الى عظمى فامتحشت فخذوها فدقوها فيذروا نصفه فى البر و نصفه فى البحر فى يوم رائح ففعلوا ذالک فامر الله البحر فجمع ما فيه و امر البر فجمع ما فيه ثم قال له كن فاذا هو رجل قائم فقال له ماحملک على ماصنعت؟ قال مخافتک و انت اعلم فما تلاقاه ان غفر له.

(بخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

ایک آدمی کی موت کا وقت جب قریب ہوا اور وہ زندگی سے مایوس ہوا تو اس نے اپنے اہل کو (دوسری روایت میں ہے اپنے بیٹوں کو) وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم میرے لئے بہت سی لکڑیاں جمع کر کے مجھے اس میں جلانا جب میرا گوشت جل جائے اور ہڈیاں راکھ بن جائیں تو میرے جسم کو راکھ میں سے نصف راکھ کو سمندر میں اور نصف کو خشکی میں سخت ہوا کے دن بکھیر دینا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا تو اس نے اس تمام راکھ کو جمع کیا یونہی خشکی کو حکم دیا اس نے بھی سب کچھ جمع کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کن ہو جا تو اچانک وہ ایک کھڑا آدمی تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا کہ تجھے اس بات پر کس نے ابھارا اس نے عرض کی تیرے خوف کی بنا پر میں نے ایسا کیا اور تو خوب جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

Marfat.com

بعث پر ضد سے ضد کے خروج سے استدلال:

منکرین بعث کو بتایا گیا کہ حشر کو مستبعد خیال نہ کرو۔ کہ راکھ اور مٹی سے کیوں کر زندگی نمودار ہوگی۔ کیوں کہ تم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنی آنکھوں سے ایسی چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہو جو خالق کائنات کی قدرت وحکمت اس کی صنعت گری اور وحدانیت کا منہ بولتی ثبوت ہیں۔ انھیں حقائق میں سے ایک حقیقت جس کو تم اپنی نگاہوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد اس میں غور وفکر کرنے اور اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا اندازہ کرنے سے قاصر رہتے ہو سرسبز وشاداب درخت سے آگ کا پیدا کرنا ہے۔ اس بات سے تم بخوبی آگاہ ہو کر سرسبز درخت کی تروتازگی اس میں موجود پانی کی وجہ سے ہے، پانی اور آگ باہم متضاد ہیں اگر پانی کا بس چلے تو آگ کو بجھا دے اور آگ کا بس چلے تو پانی کو بخارات میں تبدیل کر کے اسے خشک کر دے لیکن اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی بنا پر اس نے آگ و پانی کو درخت کے اندر کمال حکمت سے یکجا کر دیا ہے۔ جو ذات آگ و پانی دو متضاد اشیاء کو جمع کر سکتا ہے بلکہ ایک ضد کو دوسری ضد سے نکال سکتا ہے وہ بوسیدہ ہڈیوں میں زندگی کو بھی لوٹا سکتا ہے۔

کفار یہ کہا کرتے تھے کہ نطفہ چونکہ گرم اور تر ہوتا ہے اس کی طبعی حالت زندگی کے موافق ہے لہٰذا نطفہ سے زندگی تو پیدا کی جا سکتی ہے جب کہ بوسیدہ ہڈیاں ٹھنڈی اور خشک ہوتی ہیں ان کی طبعی حالت موت سے ہی موافقت رکھتی ہے لہٰذا ان میں دوبارہ زندگی کا لوٹایا جانا مستبعد ہے۔

کفار کے ان شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پانی سے آگ نکالنے پر قادر ہے اور اس کا تم بخوبی مشاہدہ بھی کرتے ہو جب ضد سے ضد کو نکالنے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے تو بوسیدہ ہڈیوں میں زندگی ڈالنا اس کے لئے مشکل نہیں ہے۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ اس سے مراد دو درخت ہیں ایک کو مرخ اور دوسرے کو عفار کہا جاتا ہے جب عربوں میں کوئی ان سے آگ جلانا چاہتا تو ان سے مسواک کے برابر دو شاخیں کاٹتا اور یہ دونوں سرسبز ہوتیں۔ ان میں سے ایک کا پانی دوسرے پر انڈیلتا۔ پھر مرخ

Marfat.com

کوعنار پر رگڑ تا تو ان سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ نکلتی عرب کہتے کل شجر نار واستمجد المرخ والعفار یعنی ہر درخت میں آگ ہے مگر مرخ اور عنار میں زیادہ ہے حکماء نے کہا ہے کہ ہر درخت میں آگ ہے سوائے عناب کے۔ (تفسیر بغوی ص ۲۲۷ ج ۵ سورۃ یٰس ۸۲)

بعض علماء نے شجر سے مراد جنس شجر لی ہے یعنی تم اپنی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہو کہ سرسبز وشاداب درخت کو کاٹ کر جب اس کی گیلی لکڑی میں آگ لگادی جائے تو اس میں آگ کے شعلے بلند ہوتے ہیں اور یہ صلاحیت اللہ تعالیٰ نے اس میں شمسی توانائی کے باعث رکھی ہے باوجود یہ کہ اس میں پانی موجود ہوتا ہے اور پھر خشک ہونے پر بھی یہ صلاحیت اس میں کم نہیں ہوتی بلکہ اس میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اسی معنی کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے افرایتم النار التی توعدون ء انتم انشا تم شجرتھا ام نحن المنشؤن کیا تم نے اس آگ کو دیکھا ہے جس کو تم جلاتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو اگایا ہے یا ہم اس کو اگانے والے ہیں۔

لیکن پہلا معنی ہی میرے نزدیک راجح ہے۔ کیوں کہ اس کے ساتھ اخضر کی صفت بھی ذکر کی گئی ہے اور اسے اپنی قدرت کی دلیل کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ انسان حقائق کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے باوجود ان کی گہرائی میں اتر کر نظر بصیرت سے ان حقائق کو جانچنے اور موجد خالق تک رسائی حاصل کرنے سے غافل ہے۔ اگر وہ تعصب وہٹ دھرمی اور غفلت سے بالاتر ہو کر کائنات میں موجود براہین کو دیکھتا اور حق تک رسائی کی تڑپ اس کے دل میں موجود ہوتی تو وہ خالق کائنات کی تدبیر کے اسرار میں کھو کر ہمہ وقت تسبیح وتحمید میں مگن رہتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بن کر مقربین خدا میں سے ہو جاتا اور اپنے جسم کے تر وتازہ درخت میں عشق الٰہی کی آگ کو بھڑکاتا۔

(۶۶) زمین وآسمان کی تخلیق سے بعث پر استدلال:

منکرین بعث کے استبعاد کو ایک اور انداز سے دور کیا گیا کہ وہ خدا جو ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے سرسبز وشاداب درخت سے آگ پیدا کرسکتا ہے زمین وآسمان اور ان میں موجود

Marfat.com

ستارے وسیارے، شمس وقمر، میدان، پہاڑ، دریا وصحراء اور دیگر عظیم الجثہ وقوی الہیکل وبدیع و غریب اشیاء کی تخلیق پر قادر ہے اس قادر وحکیم کے لئے ان کے مقابلے میں انسان جیسی حقیر و ذلیل اشیاء کی تخلیق چنداں مشکل نہیں ہے عقل بدیہی کا تقاضا ہے کہ جوذات ان عظیم الشان اشیاء کی تخلیق پر قادر ہے وہ بدرجہ اولیٰ انسان کی تخلیق خواہ ابتداءً ہو یا دوبارہ پر بھی قادر ہو اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر بایں الفاظ بیان فرمایا۔

لخلق السمٰوات والارض اکبر من خلق الناس (مومن/ غافر:۵۷)

ترجمہ:۔ بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا بہت بڑا کام ہے لوگوں کے پیدا کرنے سے۔

اور یہ فرمان اولم یروا ان اللہ الذی خلق السمٰوات و الارض ولم یعی بخلقھن بقادر علی ان یحیی الموتی بلیٰ انہ علیٰ کل شیئی قدیر (الاحقاف:۳۳)

ترجمہ:۔ کیا انھوں نے نہ جانا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ذرا تھکن محسوس نہ کی ان کے بنانے میں وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے بلکہ وہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

بلیٰ وھو الخلوق العلیم سے خود ہی اللہ رب العزت نے جواب عطا فرمایا کہ ہاں وہ ذات خلاق بھی ہے اور علیم بھی ہے اس کے لئے نہ تو ابتداءً پیدا کرنا مشکل تھا اور نہ دوبارہ ذرات کو جمع کر کے ان میں روح پھونکنا مشکل ہے بلکہ ہر ہر چیز، ہر ہر ذرہ اس کے علم محیط میں ہے خلاق وعلیم دونوں مبالغہ کے صیغہ ہیں۔علامہ اسماعیل حقی رقمطراز ہیں کہ بعض مفسرین نے اس سے مراد کثیر المخلوقات ومعلومات لی ہیں یعنی وہ خلق کے بعد خلق کو پیدا کرتا ہے اور ان کا علم بھی رکھتا ہے۔علامہ برہان رشدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات جو مبالغہ کے وزن پر آتی ہیں ساری مجاز پر محمول ہیں۔کیوں کہ یہ مبالغہ کے لئے وضع کی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں مبالغہ نہیں پایا جاتا۔کیوں کہ مبالغہ کسی چیز میں زیادتی کو ثابت کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات صفت کمال میں غیر متناہی ہیں ان میں مبالغہ ممکن ہی نہیں۔اور اس لئے بھی کیوں کہ مبالغہ صفات میں کمی وزیادتی کا

Marfat.com

فائدہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات اس سے منزہ ہیں۔ شیخ تقی الدین نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔ علامہ زرکشی نے برہان التحقیق میں لکھا ہے مبالغہ کا صیغہ دو اقسام پر ہے۔ (۱) جس میں مبالغہ فعل کی زیادتی کی بنا پر ہو (۲) جس میں مفعولیت کی بنا پر زیادتی پائی جائے بلاشبہ ان کا تعدد علل کی زیادتی کو واجب نہیں کرتا۔ کیوں کہ بسا اوقات ایک فعل متعددین کی جماعت پر بھی واقع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات بھی اسی قسم پر ہیں اس طرح اشکال بھی ساقط ہو گیا۔ (☆روح البیان ج ۷ ص ۴۴ یس ۸۱)

مقصود آیت یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تخلیق سے عاجز آ گیا ہے نہ تھک ہار کر بیٹھ گیا ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر ہے وہ ہمہ وقت تازہ دم مخلوق پر مخلوق کو پیدا کئے جارہا ہے۔ اور ان کے اجزائے ترکیبی تک کو اپنے علم محیط میں سمائے ہوئے ہے۔ جب چاہے گا ذرات کو جمع کر کے انھیں باہم ترکیب دے کر دوبارہ انسان کو کھڑا کر دے گا اور اس سے حساب و کتاب لے گا۔ اسے اپنے آپ پر قیاس کر کے عاجز و بے بس تصور کرنا کمال حماقت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

کن فیکون:

منکرین بعث کو اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنی بے بسی پر قیاس نہ کرو کہ اگر ایک چھوٹا اور معمولی سا کام بھی کرنا پڑ جائے اس کے لئے وقت، محنت، سرمایہ، مزدور، میٹریل اور کاریگروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ کوئی ایک چیز بھی پوری میسر نہ آئی تو سارا کام اور منصوبہ دھرے کا دھرارہ جاتا ہے اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت اور صنعت گری کو ملاحظہ کرو۔ اسے ایک ادنیٰ اور حقیر کام سے لے کر ایک عظیم کام کے لئے ایک مچھر کی تخلیق سے لے کر زمین و آسمان، سورج، چاند، ستاروں، پہاڑوں، دریاؤں اور صحراؤں اور کہکشاؤں کی تخلیق اور ان کے اعدام کے لئے نہ تو وقت کی چنداں ضرورت ہے نہ کاریگروں اور صنعت گروں کی، سرمایہ کی حاجت ہے نہ میٹریل کی۔ بس جب کسی چیز کے اعدام یا وجود سے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ متعلق ہوا تو وہ چیز عدم سے وجود میں آجاتی ہے اور وجود سے معدوم ہو جاتی ہے۔

سبحن اللہ! جب وہ عظیم ذات اتنی قدرت اور طاقت والی ہے کہ اس کے فقط لفظ کن

Marfat.com

سے اتنے عظیم الشان امور صادر ہو جاتے ہیں تو اس ذات کو اپنے پر قیاس کرنا اور معاد کا انکار کرنا حماقت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ دانشمندی کا تقاضا ہے کہ ایسی عظیم و برتر ہستی کی ہی بندگی کی جائے اور اسی کے سامنے سربسجود ہو کر نیاز مندی اور سرافگندگی کا پورا پورا مظاہرہ کیا جائے اس کی مخالفت ومخاصمت نہ کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا کلام اصوات وحروف کا محتاج نہیں ہے:

ان یقول لہ کن سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام انسانوں کے کلام کی طرح ہے اور وہ یہ دو لفظی کن بولتا ہے۔ کیوں کہ یہ لفظ وحروف خود حادث ہیں تلفظ اور صوت کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ ازل سے متکلم ہے اور اس کا کلام لفظ اور اصوات کا محتاج نہیں ہے۔ علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں امر اپنی حقیقت پر محمول ہے الامر محمول علی حقیقته کما ذهب الیه محققوا ساداتنا الحنفیة و الله تعالیٰ قد اجری سنته فی تکوین الاشیاء ان یکونها بهٰذه الکلمة و ان لم یمتنع تکوینها بغیرها و المراد الکلام الازلی لان یستحیل قیام اللفظ المرتب بذاته تعالیٰ و لانه حادث فیحتاج الی خطاب اخر فیتسلسل و تأخره عن الارادة و تقدمه علی وجود الکون باعتبار التعلق و لما لم یشمل خطاب التکوین علی الفهم و اشتمل علی اعظم الفوائد جاز تعلقه بالمعدوم و ذهب المعتزلة و کثیر من اهل السنة الی انه لیس المراد به حقیقة الامر و الامتثال و انما هو تمثیل لحصول ماتعلق به الارادة بلا مهلة بطاعة المامور المطیع بلا توقف.

امر اپنی حقیقت پر محمول ہے جیسا کہ محققین احناف کا نظریہ ہے اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ اس کلمہ کے ساتھ اشیاء کی تکوین فرماتا ہے اگر چہ دوسرے کلمات کے ساتھ بھی تکوین اشیاء ممتنع نہیں ہے اور اس سے مراد تکلم ازلی ہے کیوں کہ لفظ کا قیام اللہ تعالیٰ پر مرتب کرنا محال ہے۔ اس لئے کہ یہ خطاب ایک دوسرے خطاب کا محتاج ہوگا اور اس طرح تسلسل لازم آئے گا اور اس کا

Marfat.com

ارادہ سے مؤخر ہونا اور تعلق کی بنا پر کون سے مقدم ہونا بھی لازم آئے گا۔ جب تکوین کا خطاب فہم کو شامل نہیں اور فوائد عظیمہ کو شامل ہے تو اس کا معدوم کے ساتھ تعلق بھی جائز ٹھہرا۔ معتزلہ اور کثیر اہل السنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ امر سے مراد حقیقۃ الامر اور امتثال نہیں ہے بلکہ یہ تمثیل ہے اس بات کی کہ جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ازل میں متعلق ہوا وہ بغیر کسی توقف اور مہلت کے حاصل ہو جاتا ہے مامور مطیع کی اطاعت کی بنا پر۔ (☆تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۵۸۰ سورۃ یٰس ۱۱۷)

وہ دوسری جگہ پر لکھتے ہیں **وذهب غير واحد الى انه لاقول اصلا وانما المراد تمثيل لتاثير قدرته تعالىٰ فى مراده بامر الأمر المطاع للمامور المطيع فى سرعة حصول المامور به من غير امتناع و توقف على شيئى.**

(☆روح المعانی ج ۱۲ ص ۸۴ سورۃ یٰس ۸۱۱)

کئی ایک مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اصلاً قول نہیں ہے۔ اس سے مراد مامور مطیع کے لئے مامور بہ کے سرعت حصول میں کسی چیز کے توقف کے بغیر آمر مطاع کے حکم کے ساتھ اس کی قدرت کا اس کی مراد بہ میں موثر ہونے کی تمثیل کو بیان کرنا مقصود ہے۔

علامہ نسفی لکھتے ہیں **هذا مجاز عن سرعة التكوين والتمثيل اذ لاقول ثم الله** تعالیٰ کا امر کن سرعت تکوین وتمثیل سے مجاز ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی قول نہیں ہے وہ مزید لکھتے ہیں **قلنا ان كن ليس بامر حقيقة اذ لافرق بين ان يقال واذا قضى امرا فانما يكونه فيكون و بين ان يقال فانما يقول له كن فيكون** (☆تفسیر الدارک ج ۱ ص ۸۷ سورۃ بقرہ ۱۱۴)

ہم کہتے ہیں کہ کن فی الحقیقت امر نہیں ہے کیوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے وجود بخشتا ہے تو وہ موجود ہوتی ہے اور اس قول کہ وہ اسے کہتا ہے کہ تو ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

علامہ رازی لکھتے ہیں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا تکوین اشیاء میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تیزی سے نافذ ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر تفکر وتدبر، تجزیہ اور مثال کے اشیاء کو تخلیق فرماتا ہے۔

(☆تفسیر [illegible] ج ۳ ص ۲۶ سورۃ بقرہ ۱۱۷)

Marfat.com

علامہ زمخشری لکھتے ہیں "ھٰذا مجاز من الکلام و تمثیل و لاقول ثم" یہ کلام سے مجاز ہے اور بطور تمثیل بیان ہوا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا کوئی قول نہیں ہے۔

(تفسیر الکشاف ج ۱ ص ۱۸۰ سورۃ بقرہ: ۱۱۷)

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں سب سے درست قول یہ ہے کہ یہ عام ہے اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلوں سے کیونکہ ظاہر کو باطن کی طرف تاویل کر کے بغیر دلیل پھیرنا جائز نہیں جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب البیان عن اصول الاحکام میں بیان کیا ہے۔ جب معاملہ یہ ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی تکوین و ایجاد کے ارادہ کے وقت امر ''کن'' اس کے ارادہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ نہ اس چیز جس کا ارادہ کیا ہوتا ہے کے وجود سے مقدم ہوتا ہے نہ متاخر اور نہ ہی وہ چیز اس سے مقدم یا مؤخر ہوتی ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۶۷۰ سورۃ بقرہ: ۱۱۷)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے یہ خبر ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اس چیز سے عام ہے جسکی وہ تکوین کرتا ہے اور جسے وہ پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی چیز کی تکوین کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ شے ہو جاتی ہے۔ بغیر اس کے کہ وہاں کوئی قول ہو جسے وہ کہے۔ بس یہ تو وہ فیصلہ ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔ پس اسے قول سے تعبیر فرمایا اگر چہ یہ قول نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۷۱ سورۃ بقرہ: ۱۱۷)

حضور ﷺ کا لفظ کن کا پر تصرف:

امام مسلم نے کتاب التوبہ کے اندر کعب بن مالک کی توبہ والی طویل حدیث نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضور ﷺ جب تبوک کے مقام پر پہنچے اور اپنے اصحاب کے ساتھ قیام کیا تو آپ نے فرمایا کعب بن مالک کو کیا ہو گیا، بنو مسلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اسے دو چادروں اور اپنے پہلوؤں کے دیکھنے نے روک لیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل نے کہا تم نے بری بات کی ہے بخدا یا رسول اللہ ہم اس کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے اسی اثناء میں ریگستان سے ایک سفید پوش آتا ہوا دکھائی دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کن ابا خیثمہ" ابو خیثمہ ہو جا تو وہ ابو خیثمہ انصاری ہو گیا۔ الخ۔ (صحیح مسلم کتاب التوحید باب توبہ کعب بن مالک واصحابہ)

Marfat.com

قاضی عیاض اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ''کن اباخثیمہ'' کا معنی یہ ہے کہ تو ابوخثیمہ ہے یا وہ ابوخثیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''کنتم خیر امۃ'' یعنی تم بہترین امت ہو ثعلب نے کہا عربوں کا قول ہے ''کن زیدا'' اور اس ابوخثیمہ کا نام عبداللہ بن خثیمہ ہے۔ ایک قول مالک بن قیس ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں میرے نزدیک حق یہ ہے کہ ''کن'' تحقیق و وجود کے معنی میں ہے۔ یعنی تو حقیقتاً ابوخثیمہ ہو جا۔

(اکمال المعلم ج ۸ ص ۲۷۸ کتاب التوبہ باب توبہ کعب بن مالک واصحابہ)

علامہ نووی نے بھی قاضی عیاض کی مذکورہ عبارت نقل فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ جو قاضی عیاض نے لکھا ہے یہی صحیح ہے اور یہی صاحب التحریر کے قول کا معنی ہے۔ (یعنی ''کن'' تحقیق و وجود کے معنی میں ہے) (شرح صحیح مسلم للنووی ج ۲ ص ۳۶۱ کتاب التوبہ باب توبہ کعب بن مالک واصحابہ)

آصف برخیا کا کن پر تصرف:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد کی زبانی ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کے کفر و شرک کی داستان معلوم ہوئی اور آپ نے خط لکھ کر اسے ایمان واطاعت کے لئے بلایا تو اس کے آنے سے قبل ہی آپ نے اپنی محفل میں یہ اعلان فرما دیا کہ اس کے تخت کو اس کے مطیع و فرمانبردار بن کر بارگاہ میں حاضر ہونے سے قبل ہی کون لائے گا تو عفریت جن نے محفل کے برخاست ہونے سے قبل تخت کو حاضر کرنے کا دعویٰ کیا اور اپنی قوت اور امانت داری کی بھی گرنٹی دی۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے بھی کم عرصہ میں تخت کو حاضر کرنے کے لئے فرمایا تو آصف بن برخیا جس کے پاس بفرمان خداوندی کتاب کا علم تھا نے آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت حاضر کرنے کی اجازت طلب کی اور ساتھ ہی حاضر بھی کر دیا وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلمارا ہ مستقرا عندہ قال ھذا من فضل ربی الخ (النمل/۱۱۷)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں شیخ اکبر قدس سرہ نے کہا ہے۔ ان اصف تصرف فی عین

Marfat.com

العرش فاعدمه فی موضعه و اوجده عند سلیمان من حیث لایشعر احد بذالک الا من عرف الخلق الجدید الحاصل فی ان وکان زمان وجوده عین زمان عدمه وکل منهما فی ان وکان عین قول اصف علی الفعل فی الزمان فان القول من الکامل بمنزلۃ کن من اللہ تعالیٰ

بے شک آصف بن برخیا نے عین عرش میں تصرف کیا اپنی جگہ سے اسے معدوم کیا سلیمان علیہ السلام کے پاس اسے ایجاد کیا۔ اس طرح کہ کسی کو اس کا شعور تک نہیں ہوا۔ مگر جس نے خلق جدید کو پہچانا جو ہر لحہ حاصل ہوتی ہے اور عرش (تخت) کے ایجاد کرنے کا زمانہ بعینہ معدوم کرنے کا وقت تھا۔ اور یہ دونوں امور ایک ہی لمحے میں وقوع پذیر ہوئے اور آصف کا قول بیک وقت قول بھی تھا اور فعل بھی کیوں کہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے کن کے قائم مقام ہوتا ہے۔

(☆روح المعانی ج ۱۰ ص ۳۰۶ سورۃ نمل/۱۱۴)

اولیاء اللہ کا کن پر تصرف:

علامہ انور شاہ کشمیری عبدالغنی نابلسی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عارف جامی کی ایک امیر شخص نے دعوت کی اور عمداً مردہ مرغی پکائی عارف جامی نے اس مرغی سے فرمایا اللہ کے اذن سے زندہ ہو جاؤ تو وہ مرغی زندہ ہوگئی۔ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں اس طرح شطوفی نے عبدالقادر جیلانی حنبلی سے نقل کیا ہے جسکی محدثین نے توثیق کی ہے کہ آپ ایک دفعہ درس دے رہے تھے کہ ایک چیل نے آکر شور مچانا شروع کیا آپ نے فرمایا اللہ تیری گردن کاٹ دے وہ اسی وقت مر کر زمین پر گر پڑی وعظ کے بعد آپ نے فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ جاؤ تو وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔

(فیض الباری کتاب الصلوۃ باب ۹۷ ج ۲ ص ۶۱)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس دنیا میں بھی ''کن'' پر تصرف کا حق دیا ہے جیسا کہ علامہ آلوسی کے کلام سے واضح ہوا کہ کامل کا قول اللہ عزوجل کے ''کن'' کے قائم مقام ہوا کرتا ہے۔ تاریخ اسلام میں بہت سے ایسے واقعات ثقہ راویوں اور معتمد کتب میں موجود ہیں

Marfat.com

جہاں اولیاء اللہ نے کسی بات کا ادھر اظہار فرمایا ادھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ شے انکی مرضی کے مطابق ہوگئی اس کو ''کن'' پر تصرف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اگر چہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام اور ان کے توسط سے اولیاء عظام کو بھی ''کن'' پر تصرف عطا کیا ہے۔ لیکن وہ اللہ عزوجل کے ادب کے ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کلمہ سے تصرف نہیں کرتے۔ اور حضور ﷺ نے بھی چند بار ہی اس کلمہ سے بیان وثبوت جواز کیلئے اس کلمہ سے تصرف کیا تاکہ سند رہے۔ جیسے آپ نے فرمایا ''کن ابا خثیمہ، کن، کن اباذر، کن سیفاً'' وغیرہ۔ ہم مفسرین کی آراء نقل کر چکے ہیں کہ ''کن فیکون'' سے مراد لفظ ''کن'' دوحرفی بولنا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ''کن'' اصوات وحروف کا محتاج ہے اور اس کا اسے شے سے مقدم یا مؤخر ہونا لازم آتا ہے۔ جو تحصیل حاصل یا معدوم کے خطاب کو مستلزم ہے۔ ''کن'' حادث ہے لہٰذا علماء نے کہا کہ اس سے مراد کلام ازلی ہے۔ اور ارادہ الٰہی کے کسی چیز سے متعلق ہونے اور فی الفور اس شے کے معرض وجود میں آنے کا نام ''کن فیکون'' ہے اور اسی سرعت امتثال کو ''کن فیکون'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس چیز پر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقربین کو بھی قدرت عطا کی ہے۔ جیسا کہ قصہ آصف بن برخیا کو خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

سبحٰن کا معنی:

علامہ زمخشری لکھتے ہیں سبحٰن تسبیح کا علم ہے جیسے عثمان آدمی کا اسکو فعل مضمر سے نصب دی گئی ہے جس کا اظہار متروک ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ''اسبح اللہ سبحان'' پھر سبحٰن کو ہی فعل کے قائم مقام رکھ دیا گیا اور یہ ان تمام قبائح سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بلیغ پر دلالت کرتا ہے۔

(الکشاف ج ۲ ص ۶۲۱ سورۃ الاسراء ۱)

علامہ قرطبی نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سبحٰن کے معنی دریافت کئے تو حضور ﷺ نے فرمایا ''تنزیہ اللہ من کل سوء'' اللہ تعالیٰ کا ہر برائی سے پاک ہونا ''سبحٰن'' ہے (الجامع الاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۱۴۹ سورۃ اسراء ۱)

Marfat.com

تسبیح کا معنی:

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں تسبیح کا معنی اللہ تعالیٰ کا منزہ ومبرا ہونا ہے۔ اسکی اصل اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جلدی سے گزرنا ہے۔ اسے افعال خیر کیلئے بنایا گیا۔ جبکہ ابعاد افعال شر کیلئے اور تسبیح تمام عبادات قولی وفعلی اور نیت سب کو عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "**فلو لا انه کان من المسبحین**" کا معنی مصلین کیا گیا ہے۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ان تینوں پر اسے محمول کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "**تسبح له السموات السبع والارض ومن فیهن**" ترجمہ: اسی کی تسبیح ساتوں آسمان وزمین اور ان میں موجود اشیاء کرتی ہیں۔ "**وان من شیء الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم**" کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو اسکی حمد کے ساتھ تسبیح بیان نہیں کرتی مگر تم انکی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ اسی طرح یہ فرمان "**ولله یسجد من فی السموات والارض طوعا و کرها**" ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی کو زمین وآسمان میں موجود اشیاء چاروناچار سجدہ کرتی ہیں۔ "**ولله یسجد ما فی السموات ومافی الارض**" ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی کو زمین وآسمان کی موجودات سجدہ کرتی ہیں۔

یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تسبیح حقیقت پر محمول ہو اور سجود ایسی صورت پر محمول ہوں جنکو ہم نہ سمجھ سکتے ہوں کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے۔ "**ولکن لا تفقهون تسبیحهم**" ترجمہ: لیکن تم انکی تسبیح کو سمجھنے سے قاصر ہو۔

تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور بعض اس کو تسخیر کے ساتھ سجدہ کرتی ہیں اور بعض اختیار کے ساتھ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سمٰوات، زمین اور چوپائے تسخیر کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ انکے احوال اللہ تعالیٰ کی حکمت پر دلالت کرتے ہیں۔ اختلاف اسمیں ہے کہ کیا زمین وآسمان اختیار کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں؟ آیت مقدسہ اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اور اسی کا تقاضا کرتی ہے۔ (المفردات للراغب ص ۲۲۱ ملخصا)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سبحٰن ہے:

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص، عیب، کمی، کوتاہی اور ہر قسم کی برائی سے منزہ و مبرا ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی ساجھی۔ وہ تمام صفات کمال سے متصف ہے، وہ خالق و مالک ہے حی قیوم ہے، قادر، حکیم، مدبر، عادل، منعم، اور متفضل ہے زمین و آسمان کی چابیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں کائنات و مافیھا کا مالک ہے اور اس میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے سب اس کے مخلوق و مملوک ہیں پھر کیوں کر کوئی مخلوق اپنے خالق کی اور مملوک اپنے مالک کا شریک بن سکتی ہے۔ سب نے اس کی طرف واپس لوٹ کر جانا ہے تو وہ سب کو ان کے اعمال کے مطابق جزا و سزا بھی دے گا۔ یہ مقربین کے لئے وعدہ اور منکرین کے لئے وعید ہے۔ اسی معنی کی تائید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

قل من بیدہ ملکوت کل شیئی

فرمادیجئے کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے۔

اسی طرح یہ فرمان:

تبارک الذی بیدہ الملک و ھو علی کل شیئی قدیر (ملک/۱)

بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ ہر قسم کے نقص اور کمی سے پاک ہے اور شرک سے بری ہے تو وہ اس قابل ہے کہ اس کی تسبیح و تحمید بیان کی جائے۔ اس کی عظمت کے گن گائے جائیں۔ اس کی کبریائی کے چرچے کئے جائیں اور چار دانگ عالم میں اسی کے نام کو بلند کیا جائے۔ اپنی خلوتوں اور جلوتوں میں اسی کے نام سے اپنی زبانوں کو تر کیا جائے اور اس کی سبوحیت و قدوسیت کے ترانوں سے اپنے قلوب و اذھان کو منور کیا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قیام کیا۔ تو آپ نے سبع طوال (سورتوں) کو سات رکعتوں میں

Marfat.com

پڑھا۔ جب بھی آپ اپنا سر انور رکوع سے اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر فرماتے الحمد للہ الذی الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ آپ کا رکوع قیام کی مثل تھا اور سجدہ مثل رکوع۔ میں واپس پلٹا تو میرے پاؤں ٹوٹ رہے تھے۔

(☆تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۰۱ سورۃ یٰس: ۸۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو رات کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ تین بار اللہ اکبر فرماتے پھر ذی الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ پڑھتے پھر استفتاح کے بعد سورۃ بقرہ پڑھی آپ کا رکوع قیام کی مثل تھا۔ رکوع میں آپ فرماتے تھے۔ سبحٰن ربی العظیم پھر آپ نے سر اٹھایا تو آپ کا قیام رکوع کی مثل تھا آپ اپنے قیام میں فرماتے لربی الحمد پھر سجدہ فرمایا آپ کا سجدہ قیام کی مثل تھا اور سجدہ میں آپ فرماتے سبحٰن ربی الاعلیٰ پھر سجدہ سے سر اٹھایا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا سجدہ کی مقدار تھا۔ اور آپ فرماتے رب اغفرلی رب اغفرلی پس آپ نے اس طرح چار رکعات ادا کیں اور ان میں سورہ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ یا انعام پڑھی۔ یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں اسے نسائی اور ترمذی نے شمائل میں بھی روایت کیا ہے۔ (☆تفسیر کبیر ج ۳ ص ۶۰۲ سورۃ یٰس/۸۳)

تسبیح وتحمید کی فضیلت:

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں شکت الی فاطمۃ مجل یدیھا من الطحین فقلت لو اتیت اباک فسالتیہ خادما فقال الا ادلکما علی ماھو خیر لکما من الخادم اذا اخذتما مضجعکما تقو لان ثلاثا و ثلاثین و ثلاث و ثلاثین و اربعا و ثلاثین من تمحید و تسبیح و تکبیر

(۲) حضرت علی فرماتے ہیں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے ہاتھوں کے آبلوں کی شکایت کی جو چکی پیسنے کی وجہ سے پڑ گئے تھے میں نے کہا اگر تم اپنے والد ماجد کے پاس جا کر غلام کا سوال کرو (تو اچھا ہو) (وہ حاضر ہوئیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو

Marfat.com

تمہارے لئے غلام سے بہتر ہے تم سوتے وقت تینتیس مرتبہ سبحن الله تینتیس مرتبہ الحمد لله اور چونتیس بار الله اکبر پڑھ لیا کرو۔

(☆ جامع ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عندالنام)

(۳) کعب بن عمرو سے مروی ہے چند معقبات ہیں جن کا کہنے والا کبھی نامراد نہیں ہوگا ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحن الله و الحمد الله اور چونتیس بار الله اکبر کہو۔

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

(☆ جامع ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عندالنام)

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الکلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان، حبیبتان الی الرحمن سبحن الله و بحمده سبحان الله العظیم

دو کلمے جو زبان پر خفیف اور میزان میں ثقیل و بھاری ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں سبحن الله و بحمده سبحان الله العظیم ہیں۔ (☆ صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل التسبیح مسلم کتاب الدعوات باب فضل التھلیل والدعاء والتسبیح ابن ماجہ کتاب الادب باب فضل التسبیح)

(۵) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قال سبحن الله و بحمده مائة مرة غفرت له ذنوبه و لو کانت مثل زبد البحر

جس نے سبحن الله و بحمده سو بار کہا اس کے تمام گناہ معاف کئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

(☆ جامع ترمذی کتاب الدعوات ابن ماجہ کتاب الادب باب فضل الدعوات)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی زبانوں کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، تسبیح و تحمید سے تر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ان آیات میں معاد جسمانی پر بھی دلیل موجود ہے۔ کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ انسانوں کے اجزاء اصلیہ کو حشر کے لئے جمع کرے گا اور ان میں روح ڈالے گا یا روح کا بدن کے

Marfat.com

ساتھ تعلق قائم کیا جائے گا جس طرح کہ دنیا میں تھا بلکہ قیامت میں روح کا بدن کے ساتھ قیام یا تعلق دنیا سے بھی زیادہ مکمل ہوگا کیوں وہاں تحقق کے بعد اصلاً انقطاع نہ ہوگا۔

فسبحٰن الذی بیده الملکوت و هو علی کل شیئی قدیر

اللهم لک الحمد ولک الشکر والصلوة والسلام علی نبیک و صفیک و حبیبک قلب جسد الاعیان و علی اله وصحبه مادامت سورة یٰسٓ قلب القرآن

قد تممت تفسیر هذه السورة بحمد الله تعالیٰ وعونه لاربع من شهر شعبان المعظم سنة ۱۴۲۴ بمطابق : ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۳ء یوم الاربعاء

شیخ محمد شفیق

فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

مدرس جامعہ اسلامیہ معاف القرآن کشمیر کالونی کراچی

Marfat.com

ماخذ و مراجع

۱۔ القرآن العظیم

۲۔ جمال القرآن — ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

کتب حدیث:

۱۔ صحیح البخاری — امام محمد بن اسماعیل بخاری

۲۔ صحیح المسلم — امام مسلم بن حجاج قشیری

۳۔ جامع الترمذی — امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی

۴۔ سنن ابی داؤد — امام ابوداؤد سلیمان بن الشعث سجستانی

۵۔ سنن نسائی — امام ابوعبدالرحمن بن شعیب نسائی

۶۔ سنن ابن ماجہ — امام ابوعبداللہ بن یزید ابن ماجہ

۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ — امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ

۸۔ مصنف عبدالرزاق — امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی

۹۔ صحیح ابن حبان — امیر علاؤالدین علی بن بلبان الفارسی

۱۰۔ مشکوٰۃ المصابیح — شیخ ولی الدین تبریزی

۱۱۔ المستدرک — امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری

۱۲۔ الترغیب والترہیب — حافظ ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری

۱۳۔ عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر

۱۴۔ تلخیص مستدرک — علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذھبی

۱۵۔ شعب الایمان — حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی

۱۶۔ مسند دارمی

Marfat.com

کتب تفسیر:

۱۔	جامع البیان	علامہ ابن جریر طبری
۲۔	تفسیر ابن کثیر	امام ابوالفداء حافظ ابن کثیر دمشقی
۳۔	تفسیر کبیر	امام ابوعبداللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی الشافعی
۴۔	تفسیر فی ظلال القرآن	علامہ سید قطب شہید
۵۔	الجامع لاحکام القرآن	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی
۶۔	احکام القرآن	امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص
۷۔	روح المعانی	علامہ سید محمود آلوسی بغدادی
۸۔	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
۹۔	روح البیان	علامہ اسماعیل حقی حنفی
۱۰۔	ضیاء القرآن	ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
۱۱۔	زاد المسیر	علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی محمد جوزی حنبلی
۱۲۔	تفسیر مدارک التنزیل	علمہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی
۱۳۔	خزائن العرفان	صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی
۱۴۔	تفسیر بغوی	امام ابومحمد حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی
۱۵۔	تفسیر خازن	علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم الشہیر بالخازن
۱۶۔	فتح القدیر	علامہ محمد بن علی شوکانی
۱۷۔	تفسیر ابن ابی حاتم	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم
۱۸۔	تفسیر بیضاوی	قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی
۱۹۔	تفسیر الکشاف	علامہ ابوالقاسم جاراللہ محمد بن عمر بن محمد زمخشری
۲۰۔	تبیان القرآن	علامہ غلام رسول سعیدی

Marfat.com

۲۱۔ الدر المنثور — حافظ ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر السیوطی

۲۲۔ معارف القرآن — مفتی محمد شفیع دیوبندی

۲۳۔ حاشیہ الجمل علی الجلالین — علامہ الشیخ سلیمان الجمل

۲۴۔ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین — علامہ احمد بن محمد الخلوتی الصاوی مصری مالکی

۲۵۔ مواہب الرحمٰن — علامہ سید امیر علی ملیح آبادی

۲۶۔ تفسیر ابی سعود — علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی سکیمی

۲۷۔ صفوۃ التفاسیر — علامہ محمد علی صابونی

۲۸۔ تفہیم القرآن — سید ابوالاعلیٰ مودودی

شروحاتِ حدیث:

۱۔ عمدۃ القاری — علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی

۲۔ فتح الباری — علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی

۳۔ مرقات — ملا علی بن سلطان محمد القاری

۴۔ اشعۃ اللمعات علامہ — شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۵۔ اکمال اکمال المعلم — علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی

۶۔ شرح صحیح مسلم — علامہ غلام رسول سعیدی

۷۔ شرح صحیح مسلم — علامہ یحیٰ بن شرف النووی

۸۔ اکمال المعلم — قاضی عیاض مالکی القرطبی

۹۔ فیض الباری — شیخ انور شاہ کشمیری

۱۰۔ الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ — امام بوصیری

کتب سیرت ورجال:

۱۔ مختصر سیرت النبی ابن محمد بن عبدالوہاب — شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب

Marfat.com

۲۔	ضیاء النبی	ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
۳۔	الدلائل النبوہ	حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی
۴۔	نشر الطیب	مولوی اشرف علی تھانوی
۵۔	حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات الرسول	امام محمد بن یوسف بن اسماعیل نبھانی
۶۔	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد بن منیع الزہری
۷۔	سیرت ابن کثیر	علامہ علاؤ الدین حافظ ابن کثیر دمشقی
۸۔	مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی	شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد قسطلانی مصری
۹۔	اسد الغابہ	علامہ عز الدین بن
۱۰۔	الاستیعاب	حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر اندلسی
۱۱۔	الاصابہ	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی
۱۲۔	وفاء الوفاء	

کتب اسماء الرجال:

۱۔	تذکرۃ الموضوعات	علامہ ابن جوزی حنبلی
۲۔	الموضوعات الکبریٰ	ملا علی بن سلطان محمد القاری
۳۔	میزان الاعتدال	حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذھبی
۴۔	تہذیب التہذیب	علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی

متفرقات:

۱۔	الاتقان فی علوم القرآن	حافظ ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن ابوبکر السیوطی
۲۔	کتاب التعریفات	علامہ سید شریف علی بن محمد جرجانی
۳۔	المفردات فی غریب القرآن	ابو القاسم حسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی

Marfat.com

۴۔	شرح المقاصد	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی
۵۔	عین الہدایۃ	علامہ سید امیر علی ملیح آبادی
۶۔	طب نبوی اور جدید سائنس	ڈاکٹر خالد محمود غزنوی
۷۔	زمین اور خلا کا کھوج	مارگریٹ اور ہائیڈ
۸۔	شفاء السقام	الشیخ الامام الفقیہ المحدث تقی الدین سبکی شافعی
۹۔	اقتضاء الصراط	حافظ ابو العباس تقی الدین احمد بن اتیمیہ
۱۰۔	مقدمہ ابن خلدون	عبدالرحمٰن ابو زید ولی الدین ابن خلدون
۱۱۔	فتاوی مہریہ	پیر مہر علی شاہ گولڑوی
۱۲۔	زاد المعاد	علامہ ابن قیم جوزی
۱۳۔	الکامل فی التاریخ	علامہ ابن اثیر جزری
۱۴۔	ہدیۃ الحکمۃ	
۱۵۔	شرح چغمینی	

☆☆☆

Marfat.com

مصنف کی دیگر کتب

۱۔	مذاہب عالم میں عورت کا مقام	(غیر مطبوعہ)
۲۔	فضل الودود فی شرح سنن أبی داود، ج:۱	(غیر مطبوعہ)
۳۔	فضل الودود فی شرح سنن أبی داود، ج:۲	(غیر مطبوعہ)
۴۔	فضل الودود فی شرح سنن أبی داود، ج:۳	(غیر مطبوعہ)
۵۔	فضل الودود فی شرح سنن أبی داود، ج:۴	(غیر مطبوعہ)
۶۔	میلاد النبی کی شرعی حیثیت	(مطبوعہ)
۷۔	ترجمہ وتحشیہ تفسیر بغوی ج:۱	(غیر مطبوعہ)

Marfat.com

Marfat.com

مصنف کی دیگر کتب

[illegible]

مکتبہ جمال کرم
داتا دربار مارکیٹ لاہور
Ph: 042-7324948
Mob: 0321-4500441

Marfat.com